PAGES MISSING WITHIN THE BOOK ONLY

UNIVERSAL
LIBRARY
OU_188815
UNIVERSAL
LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ٩٢٣٥٤١١٢ Accession No. ٤٦٦٦

Author ٢ فاطمہ

Title فاطمہ جنت

This book should be returned on or before the date last marked below.

عائشہ صدیقہ پر فضیلت۔ حدیث صحیح مسلم۔ (سعد بن ابی وقاص نوٹ) متعلقہ آیت
مباہلہ۔ آیت تطہیر۔ ابو سعید خدری۔ حدیث ماخوذ از صحیح بخاری۔ احادیث از زید
بن ارقم و حضرت ابن عباس (مسور بن مخرمہ نوٹ) حضرت امام مالک کا قول۔
حضرت علی اور زہراؓ کی موجودگی میں دوسری شادی کا حق۔ حضرت فاطمہؓ اہل جنت
کی عورتوں کی سردار ہیں۔ حسنین کی کشتی (نظم در شان فاطمہؓ از سید الشعراء
صمیم بلند شہری) ایک حدیث جو بی بی فاطمہؓ سے مروی ہے۔ اطاعت شوہر کی
ایک مثال اور اس کا اجر منجانب اللہ۔

اسد اللہ الغالب ..... ۷۵ لغایت ۷۵

حضرت علیؓ کا قبول اسلام اور شجاعت۔ رسول خدا صلعم کی حضرت علیؓ سے
محبت۔ ہجرت۔ مکہ سے حضرت فاطمہؓ کا مدینہ میں بلایا جانا۔ (زید بن حارثہ۔ رافع۔
اسامہ بن زید۔ ام ایمن۔ ام رومان نوٹ)

نکاح ..... ۸۰ لغایت ۹۹

سردارانِ عرب کی درخواستیں بی بی فاطمہؓ کے نکاح کے متعلق رد کر دی گئیں
حضرت ابوبکر صدیقؓ و حضرت عمرؓ خطاب کی خواستگاری اور رسول اکرمؐ کا جواب
صحابہ کا حضرت علیؓ کو ترسیل پیغام کی رائے دینا۔ حضرت علیؓ کی درخواست۔ حضرت
علیؓ کا افلاس (نظم از ملک محمد اسلم خاں) آجکل کے والدین کیلئے عبرت آم ۶
زرہ کی فروخت۔ نکاح کا خطبہ۔ (انس بن مالک نوٹ) جہیز فاطمہؓ۔ اسما
بلال بن رباح نوٹ) تاریخ نکاح میں مورخوں کا اختلاف
محمد امین الدین صاحب قیصر الہ آبادی)

وداع .....

(نظم از غافل صاحب احمد حسین ایم۔ اے۔ آ

وداع کی درخواست ۔ دعوتِ ولیمہ ۔ رسولِ خدا صلعم کی بیٹی کو نصیحت (اسما بنت عمیس ۔ سلمیٰ ام رافع نوٹ) پہلی دفعہ بیٹی کے گھر میں باپ کی تشریف آوری ۔ دعا حارثہ اپنا ایک مکان حضرت رسول خدا کے قریب فاطمۃ الزہراؓ کے لئے خالی کر دیتے ہیں ۔ آجکل کی شادیاں ۔

بتول شیر خدا کے گھر میں ..... ۱۱۰ الغایت ۱۱۵

میاں بیوی کے تعلقات ۔ میاں بیوی میں شکر رنجی ۔ حضرت سرور کائنات صلعم کے نصائح ۔ آجکل کی بیبیوں کو سبق ۔ حضرت علیؓ کے منہ سے بیوی کی تعریف ۔ شیر خدا کی عسرت و تنگدستی ، خلافت حضرت شیر خدا اور ایام عشرت کی یاد ۔ زہراؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ کی رائے سدیدہ پہلے اپنے شوہر اور بچوں کو کھانا دیتی تھیں ۔

افلاس و غنا ..... ۱۱۶ الغایت ۱۲۲

حضرت فاطمہؓ کی رسول خدا صلعم سے ایک کنیز کے لئے درخواست ۔ کنیز سے بہتر عمل کا وظیفہ بتانا (نظم از شمس العلما مولانا شبلی رحمۃ اللہ افضلہ سے برابر کے برتاؤ کا حکم ۔ حضرت رسول خدا صلعم رنگین پردہ دیکھ کر بیٹی کے گھر کے دروازہ سے پلٹ جاتے ہیں ۔ ناسخ التواریخ سے ایک واقعہ کی نقل) ۔ گھر کے افلاس کا تذکرہ ۔

ایثار و سخاوت ..... ۱۲۳ الغایت ۱۳۱

ابن عباس کی روایت اور ایک اعرابی کا اسلام لانا ۔ سلمانؓ فارسی ایک فقیر اس لاتے ہیں ۔ شمعون یہودی اسلام لاتا ہے ۔ (نظم از مولوی عبد المجید سلام لانے کا واقعہ نظم میں (منشی عبد الخالق صاحب خلیق فوزی (نظم از حافظ محمد یعقوب صاحب آوج گیاوی) انجام ۔ بہ تقاضائے بشریت افلاس پر نصیحت (فاطمہ شامیہ نوٹ) حجۃ الاسلام

مصائب دُنیوی کا ایک دردناک منظر۔
ایثار کی بے نظیر مثالیں ..... ۱۳۲ الغایت ۱۳۴
ایک فقیر سے سلوک (نظم از سید عاشق حسین صاحب سیماب اکبر آبادی)
حسینؑ کی بیماری اور روزہ رکھنے کی نذر (نظم از مولوی سید نواب علی صاحب۔ ایم اے بڑودہ و مولانا شفق صاحب رضوی)
عبادت و ریاضت ..... ۱۳۵ الغایت ۱۴۰
کمالِ ریاضت۔ صاحب علل الشرایع کا بیان۔ عذاب دوزخ کی آیت کا نزول اور حضرت سرور کائنات صلعم کی گریہ وزاری۔ انتہائے ایثار (نظم از ماسٹر باسط علی صاحب باسط بسوانی)
زہد و اطاعت شوہر ..... ۱۴۱ الغایت ۱۴۲
عبادت و اطاعت کی قوت حاصل حیات ہے (نظم از حضرت سیماب اکبر آبادی)
اُلفتِ رسولؐ ..... ۱۴۳ الغایت ۱۴۹
جنگ احد میں حضرت رسولؐ خدا کا زخمی ہونا۔ حضرت علیؑ نے جناب رسولِ خدا صلعم کو اصلی نور کے ساتھ دیکھا تھا۔ آنحضرت کا اہلِ بیت کو عذاب خدا سے ڈرانا۔ ازواج مطہرات کا بی بی فاطمہؑ کو ایک خاص کام پر لگانا۔ حضرت علیؑ اور ابوجہل کی لڑکی سے نکاح کی خواہش حضرت صلعم کا اپنی وفات کی نسبت فاطمۃ الزہراؑ کو خبر دینا۔
استجابت دعا ..... ۱۵۱ الغایت ۱۵۴
عیدگاہ کیلئے حضرات حسنین کا نئے کپڑے طلب کرنا (نظم از حضرت سیماب اکبر آبادی)
کرامات ..... ۱۵۵ الغایت ۱۵۹
آسمانی فرشتے سیدہ کی غلامی میں۔ چادر زہراؑ ایک یہودی خاندان کی نجات کا باعث ہوئی۔ حضرت رسولؐ خدا کا معجزہ یا فاطمۃ الزہراؑ کی کرامت (نظمیں از)

سید محمد نوح صاحب آنریری مجسٹریٹ مچھلی شہر)
شرم وحیا ..... ۱۶۰ الغایت ۱۶۴
حیا ایمان کی شاخ ہے۔ نئے فیشن کی عورتیں۔ سیدۃ النسا کا اسوہ حسنہ قابلِ تقلید ہے آپ کی شرم وحیا خدا کو بھی پسند ہے۔ عمران بن حصین کا واقعہ۔ عبداللہ بن مکتوم کی حکایت نظم میں از مولوی سید محمد نوح صاحب آنریری مجسٹریٹ مشکوٰۃ شریف سے آپ کی شرم وحیا کا واقعہ۔
خلق عظیم ..... ۱۶۵ الغایت ۱۶۶
شمعون یہودی کی بیوی کی تجہیز وتکفین (نظم از حضرت سیماب اکبرآبادی)
احتیاط واستغنا ..... ۱۶۷ الغایت ۱۶۸
ایک یہودی کی بیٹی آپ کے خلق عظیم کی شیدا وفریفتہ ہے۔ نظم از حضرت سیماب اکبرآبادی
اسوۂ کاملہ ..... ۱۶۹ الغایت ۱۷۱
(نظم از "ترجمانِ حقیقت" ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب ایم۔اے۔پی۔ایچ۔ڈی بیرسٹرایٹ لاہور)
اولاد ..... ۱۷۲ الغایت ۱۷۸
اولاد کی تفصیل۔ امام حسنؓ کی ولادت۔ امام حسینؓ کی پیدائش۔ ام الفضلؓ زوجہ حضرت عباسؓ کا خواب۔ امام حسنؓ کی سواری۔ صدقہ سادات پر حرام ہے امام حسنؓ شکل وصورت میں حضرت سرورؐ کائنات سے مشابہ تھے۔ احادیث در فضیلت حضرت امام حسنؓ وحسینؓ۔
تادیب الاطفال ..... ۱۷۹ الغایت ۱۸۰
حضرت زہراؓ کا طرزِ عمل بچوں کی اصلاح میں (نظم از حضرت سیماب اکبرآبادی)
کنیز زہراؓ ..... ۱۸۱ الغایت ۱۸۲
(نظم از حضرت سیماب اکبرآبادی)

حجۃ الوداع ..... ۱۸۳ لغایت ۱۸۴
حضرت فاطمۃ الزہراؓ حجۃ الوداع کو جاتی ہیں۔ آنحضرتؐ کا خطبہ اور اہلبیت کی عظمت۔
معاملہ فدک ..... ۱۸۵ لغایت ۱۹۷
فدک کہاں واقع ہے۔ فدک کیونکر آپؐ کے قبضہ میں آیا۔ (فے کے معنے)
فدک کے متعلق حضرت صدیق اکبرؓ کا فیصلہ۔ ....
وفات ..... ۱۹۸ لغایت ۲۲۰
حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات۔ حضرت زہراؓ کی وفات غسل وکفن، احادیث متعلقہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ۔ مقاماتِ دفن۔ جنت البقیع (نظم از چوہدری دلورام صاحب کوثری)
کتابہ تربت زہرا۔ از خواجہ حسن نظامی صاحب ..... ۲۲۱ لغایت ۲۲۲
آپ کے اقوال ..... ۲۲۳ لغایت ۲۲۵
زکوٰۃ کے متعلق آپ کا قول۔ نوحہ وفات حضرت سرور کائنات صلعم۔ عورت کے وصف (نظم از عبدالمجید صاحب صدیقی) ابوسفیان کا آپؐ کی خدمت میں آنا
فضیلت حسین ..... ۲۲۶ لغایت ۲۳۱
فلسفۂ شہادت۔ واقعات کربلا۔
نذر بتول کا ایک برگ سبز ..... ۲۳۲ لغایت ۲۳۷
نظم از مولوی حمید الدین احمد صاحب حمید سیالکوٹی
بصائر و عبر ..... ۲۳۸ لغایت ۲۴۶
بنت رسولؐ گھر کا سارا کام اپنے ہاتھ سے کرتی تھیں۔ آجکل کی مستورات کا طرز عمل۔ انگریزی فیشن کی دلدادہ مستورات۔ پرانے زمانہ کی عورتوں کا زمانۂ حال کی بیویوں سے مقابلہ۔ خاتون جنت کی زندگی سبق۔

شانِ حضرت خاتونِ جنتؓ ..... ۲۴۷ لغایت ۲۴۸
از نظم حضرت محمد معین الدین صاحب اثر فرنگی محلی لکھنوی
جناب سیدہؓ ..... ۲۴۷ لغایت ۲۴۸

فہرست تصاویر

۱ - روضہ مقدسہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ مقابل صفحہ ۱
۲ - مدفن بتولؓ و روضہ حضرت رسول مقبول صلعم ..... " ۲۸
۳ - شجرہ نسب حضرت فاطمۃ الزہراؓ ..... " ۳۲
۴ - شہر مکہ معظمہ کا سطحی خاکہ ..... " ۳۸
۵ - خانہ کعبہ و حرم شریف مکہ معظمہ کا سطحی خاکہ " ۵۲
۶ - شہر مدینہ منورہ کا سطحی خاکہ " ۸۰
۷ - مدفن بتولؓ پر برقی روشنی کا نظارہ " ۱۹۸
۸ - جنت البقیع کا سطحی خاکہ " ۲۱۵
۹ - قبہ اہل بیت رضی اللہ عنہ " ۲۱۷
۱۰ - مزار حضرت فاطمہؓ کاسین " ۲۱۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نذرِ شوقِ قبولیت

دلوں میں نقش گریں سیرتِ بتولؓ ہوئی
ہزار شکر مری آرزو قبول ہوئی

خدائے لم یزل ولایزال نے اپنے حبیب صلعم کی زبان سے یہ فرمایا ہے کہ "واللہ لا یضیع اجر المحسنین" (ترجمہ) اور اللہ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں ہونے دیتا اس سے مجھے اپنی نیکوکاری کا دعوے ناظرین کے سامنے دائر کرنے کا منشاء نہیں ہے بلکہ یہ دکھانا ہے کہ سیرۃ فاطمہؓ کی اشاعت جو حقیقت میں ایک کارِ نیک تھی اس کے صلہ قبولیت لائی اور مجھے اپنی مرادوں اور آرزوؤں میں سے ناکامی و نامرادی کی شکایتیں نہ کرنا پڑیں۔

ابھی ایک سال سے زیادہ منقضی نہیں ہوا کہ میں نے اس سیرۃ کا [illegible] اللہ

لکھی تھی لیکن اس تھوڑے سے عرصہ میں اور اس مختصر مدت میں یہ تیسرا موقع ہے کہ "سیرۃ زہراؓ" بغرض طباعت پھر پریس میں جا رہی ہے۔

کسی کتاب کی مقبولیت و اہمیت کا اندازہ اُس کی وسعتِ اشاعت ہی سے ہو سکتا ہے اور "سیرۃ زہراؓ" کی اس قدر مانگ دیکھکر اب مجھے یہ سمجھ لینے میں ذرا بھی شبہ نہیں رہا کہ میں نے جو محنت و کوشش تدوینِ واقعات میں کی تھی وہ واقعی قابلِ قبولیت تھی اور حقیقت میں اہلِ ملک کو ایک ایسی کتاب کی سخت ضرورت تھی۔

یہ اس سیرۃ کا تیسرا ایڈیشن ہے۔ جسے پہلے دو ایڈیشنوں سے باعتبارِ مضامین اور باعتبارِ طباعت و تحریر ہر طرح مرجح و ممتاز بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ جو باتیں پچھلے دو ایڈیشنوں میں رہ گئی تھیں وہ اس میں بڑھا دی گئی ہیں اور جو غیر ضروری و غیر متعلق تھیں وہ سب نکال دی گئی ہیں۔ میں اس حقیقت کو ناقابلِ انکار سمجھتا ہوں۔ کہ میں پنجابی ہوں اور میری زبان بھی پنجابی ہے لیکن صوبۂ پنجاب نے علمی و تعلیمی میدان میں ہندوستان کے دوسرے صوبوں سے جو امتیاز خاص حاصل کیا ہے اُس کی واقعیت کا یقین رکھتے ہوئے میں کہہ سکتا ہوں کہ اس سیرۃ میں کوئی محاورہ اور کوئی اصطلاح اہلِ زبان کے خلاف آپ کو نہیں ملے گی۔ مجھے زبان کے متعلق اس وقت "دہلی و لکھنؤ" کا جھگڑا چھیڑنا مقصود نہیں ہے لیکن یہ بات کہے بغیر مجھے تسکین نہیں ہوتی کہ اب زبان کا مرکز غیر محدود ہے۔ اور "زبانِ اُردو" لکھنؤ یا دہلی کی حد بندی سے آگے نکل گئی ہے۔ مذاقِ صحیح اور ذوقِ لطیف نے اُن مقامات میں بھی اچھی اور صحیح اُردو بولنے اور لکھنے والے پیدا کر دیئے ہیں جہاں کوئی یہ بھی نہ جانتا تھا کہ اُردو چڑیا کو کہتے ہیں یا گھوڑے کو۔ جب وسعتِ مذاق نے اس قدر گنجائشیں حاصل کر لی ہیں تو کیا صوبۂ پنجاب میں اُردو نگاری کوئی مشکل بات ہے۔ مجھے بعض واقعات کی بناء پر یہ کہنے کی جرأت ہوتی ہے کہ زبانِ اُردو کی خدمت

موجودہ عہد میں جیسی پنجاب والوں نے کی ہے لکھنؤ اور دہلی والوں نے شاید ہی کی ہو۔ لاتعداد اُردو کے اخبارات، بے شمار اُردو کے رسالے، ادبی انجمنیں، بے گنتی تصانیف میرے دعوے کی دلیلیں ہیں۔ اور صوبۂ پنجاب کی استعداد قبولیت کا ثبوتِ حاضر۔ پھر بھلا یہ دعوے اب کیونکر قابلِ تسلیم ہو سکتا ہے کہ ایک پنجابی صحیح اُردو نہیں لکھ سکتا ؎

بارشِ ذوق کی ایسی جو گل افشانی ہے
بلبلیں باغ میں بولیں گی زبانِ اُردو

بایں ہمہ اس سے آپ یہ نہ سمجھ لیں کہ مجھے اپنی تحریر و تدوین کی بےمثالی پر ناز ہے۔ نہیں ہرگز نہیں، بلکہ مجھے اپنی بےبضاعتی کا بہرصورت اعتراف ہے۔ جو بات میں نے اوپر لکھی وہ صوبہ کی مجموعی حالت پر مبنی ہے۔ ورنہ من آنم کہ من دانم۔

بہرکیف سیرۃ کی زبانِ بیان اس قدر صاف اور سلجھی ہوئی ہے کہ ایک کم تعلیم یافتہ عورت بھی اُسے اچھی طرح پڑھ سکتی ہے۔ اور چونکہ اس سیرۃ کی اشاعت کا مقصدِ خصوصی طبقۂ نسواں میں شہرت دینا ہے اس لئے اتنا ہو جانا بھی میرے لئے باعثِ اطمینان ہے ؎

کوئی سنتا یا نہ سنتا اس سے کچھ مطلب نہیں
گلستاں میں گل سمجھ لیتے زبانِ عندلیب

میں اس کتاب کے ہر ایڈیشن میں ان دو باتوں کا اعادہ ضروری سمجھتا ہوں (۱) اظہارِ استناد اور (۲) انضباطِ نظم کے وسائل۔ پہلے اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اس سیرۃ کی تدوین میں مرقومۂ ذیل کتابوں سے مدد لی گئی ہے:۔

(۱) تاریخ ابن خلدون (۲) ناسخ التواریخ فارسی مطبوعہ ایران (۳) تاریخ طبری فارسی قلمی موجودہ پنجاب پبلک لائبریری لاہور (۴) تاریخ طبری عربی (۵) طبقات

ابن سعد (۶) کمال فی اسماء الرجال (۷) صحیح بخاری (۸) صحیح مسلم (۹) مشکوٰۃ شریف (۱۰) روضۃ الصفا (۱۱) معارج النبوۃ (۱۲) انسائی کلوپیڈیا اوف اسلام انگریزی (۱۳) سفرنامۂ برٹن انگریزی (۱۴) احیاء العلوم (۱۵) تاریخ الخمیس مصنفہ حسین بن محمد مطبوعہ مصر ۱۳۰۲ھ (۱۶) خصائص کبریٰ از امام جلال الدین السیوطی (۱۷) تاریخ ابو الفدا مطبوعہ قسطنطنیہ (۱۸) تذکرۃ الکرام (۱۹) محمد اینڈ ہز پاور مصنفہ مسٹر جانسٹن مطبوعہ ایڈنبرا (۲۰) تاریخ اسلام انگریزی مطبوعہ نیویارک (۲۱) اصابہ (۲۲) اسد الغابہ (۲۳) الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب اور (۲۴) تہذیب الکمال وغیرہ۔ انہی کتابوں کے مطالعہ نے اس کتاب کے استناد میں جو قوت پیدا کر دی ہے وہ ناظرین کے لئے قیام اعتبار کا کافی ذریعہ ہے۔

دوسری بات کے متعلق یہ گذارش ہے کہ کوئی کتاب جو ادبی مذاق سے خالی ہو خشک سمجھی جاتی ہے اور دلچسپی کے ساتھ نہیں پڑھی جاتی۔ اس احساس کی موجودگی میں میں نے اس سیرۃ کے لئے مناسب نہ سمجھا کہ میں رطب و یابس اشعار بھر کر اس ضرورت کو بظاہر پورا کر دوں۔ بلکہ ادبی چاشنی کتاب کے لئے حاصل کرنے میں میں نے ذرا محنت سے کام لیا مشہور شعرائے ہندوستان کے سامنے "خوانِ آرزو" پھیلا دیا اور یہ میری خوش نصیبی تھی کہ مجھے کچھ ایسی لذیذ اور دلچسپ خوش کلامیاں مل گئیں جن سے میں اس کتاب کو باکیف و پُرلطف بنا سکا۔

نظمیں جس ترتیب سے وصول ہوئیں اسی ترتیب سے ان معطیوں کے نام بلا امتیاز درجات یہاں درج کئے جاتے ہیں۔ تاکہ جب تک یہ سیرت پیشِ نگاہ رہے ان کے نام بھی بطور یادگار باقی رہیں ؎

مُہرِ خموشی باغ کی پھولوں کے تختوں سے سہی
نالۂ بلبل بھی وجہِ آتشِ گلزار ہے

(۱) علامہ مولانا شبلی نعمانی مرحوم و مغفور۔

(۲) مولنا سید عاشق حسین صاحب بیماب صدیقی الوارثی اکبر آبادی۔

(۳) لسان العصر خان بہادر قبلہ سید اکبر حسین صاحب اکبر الہ آبادی۔

(۴) چودھری دلورام صاحب کوثری۔

(۵) سید محمد نوح صاحب شہیر مچھلی شہری۔ آنریری مجسٹریٹ و تعلقہ دار۔

(۶) مولوی سید نواب علی صاحب ایم۔ اے پروفیسر بڑودہ کالج۔

(۷) خان صاحب احمد حسین خان ایم۔ اے سب جج پنجاب۔

(۸) مولنا اشک بلند شہری۔

(۹) قاضی حمید الدین صاحب حمید سیالکوٹی۔

(۱۰) سید الشعرا حضرت صمیم بلند شہری۔

(۱۱) حضرت شاہ محمد امین الدین صاحب قیصر الہ آبادی۔

(۱۲) مولوی عبد المجید صاحب صدیقی۔

(۱۳) حکیم عابد علی صاحب کوثر خیر آبادی۔

(۱۴) منشی عبد الخالق صاحب خلیق دہلوی۔

(۱۵) مولنا شفق رضوی عماد پوری۔

(۱۶) ماسٹر باسط علی صاحب باسط بسوانی۔

(۱۷) ملک محمد اسلم خان صاحب رئیس پنڈی بہاؤ الدین۔

(۱۸) حافظ محمد یعقوب صاحب اوج گیاوی۔

(۱۹) منشی نذر محمد صاحب انور سیالکوٹی۔

(۲۰) محمد معین الدین صاحب اثر فرنگی محلی لکھنوی

(۲۱) ترجمان حقیقت ڈاکٹر محمد اقبال صاحب ایم۔ اے بیرسٹر ایٹ لاء۔ لاہور۔

(۲۲) لسان الہند حضرت عزیز لکھنوی ؎

کون سا حسن ان اوراقِ پریشاں میں نہیں
ہم نے وہ پھول چنے ہیں جو گلستاں میں نہیں

ان نظموں میں ادبی رنگینیاں اور وجدانی کیفیتیں پیدا کرنا حقیقت میں ان شعرائے نازک خیال کا کمال تھا۔ لیکن انہیں مناسب مقامات پر ترتیب دینا حسنِ ادارت سمجھئے۔ جس کی داد محل شناس نگاہوں کے تبصرہ پر موقوف ہے۔

یہ جو کچھ ہے اس حسنِ مقبولیت کا ایک حوصلہ افزا نقشِ ثالث ہے لیکن اگر ہندوستان کے تعلیم یافتہ طبقوں نے اس کتاب کی اشاعت میں زیادہ توجہ اور محبت سے کام لیا تو انشاء اللہ چوتھا ایڈیشن اس سے بھی زیادہ دلکش اور مفید شائع ہوگا ؎

شوقِ گل بازی خدا رکھے ترقی تو کرے
ہم پروئیں گے ہزاروں گلستاں اک ہار میں

پنڈی بہاؤالدین
یکم رجب المرجب ۱۳۳۶ھ

کمترین
محمد الدین ایڈیٹر صوفی غفرلہٗ



بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمۃ الکتاب

از کلکِ جواہر سلک فدوۃ السالکین زبدۃ العارفین، سید السادات
ابو البرکات حضرت مولانا الحاج سید محمد فضل شاہ صاحب سلمہ ربہٗ
سجادہ نشین و جاگیردار جلال پور شریف ضلع جہلم

ہے چادرِ تطہیر نقابِ زہراؓ — خاتونِ جناں خاص خطابِ زہراؓ
غلماں ہیں غلامانِ جنابِ حیدرؓ — حوریں ہیں کنیزانِ جنابِ زہراؓ

(شفق رضوی)

انسانیت کا معیار اخلاق اور صرف اخلاق ہیں۔ تمول و ثروت، ظاہری طمطراق، جاہ و حشم، حکومت و سلطنت گو بادی النظر میں دل فریب ضرور ہیں مگر جسے خدا نے چشمِ بصیرت عطا کی ہو۔ وہ ان کی ناپایداری۔ عدم استواری اور بے وقعتی کا فلسفہ اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔ ہمارے اس ادعاء کا بیّن ثبوت تاریخ کے اوراق

ہیں۔ اور ہمیں جلی حروف میں بیسیوں جگہ لکھا ہوا نظر آتا ہے کہ فلاں شہنشاہ اپنے زمانہ میں فردِ وحید تھا۔ جس کے احکام کی متابعت دوسرے بادشاہ فرضِ عین سمجھتے تھے جس کے احکام کی عدم تعمیل اور ناممکن مترادف لفظ تھے۔ اور جس کی ہیبت و سطوت رعب و اقتدار کی یہ کیفیت تھی کہ اگر خود بدولت و اقبال ارضِ روم میں جلوہ افروز ہوتے۔ تو مشرق بعید کے ساکنین لرزہ براندام نظر آتے۔ مگر آج اس کا نام تک بھی کسی کو معلوم نہیں۔ اور سوائے چند تاریخی مذاق رکھنے والے ذی علم اصحاب کے عوام الناس کے کان مرورِ ایام نے اُس کے کارناموں سے ناآشنائے محض بنا رکھے ہیں۔

علیٰ ہذا القیاس علم ایک ایسا لازوال کمال ہے۔ جو اخلاق کے ساتھ مل کر نعمتِ غیر مترقبہ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ مگر جب اسے اخلاق سے الگ کر کے دیکھا جائے۔ تو وہ بھی محض ایک دل خوش کُن تخیل رہ جاتا ہے اور بس۔ کتب سیر کے مطالعہ سے اربابِ امعان سے مخفی نہیں رہ سکتا۔ کہ حکمائے متقدمین باایں ہمہ فہم و ذکا فضل و دانش اور غیر معمولی قابلیت رکھنے کے صرف اپنے زمانہ میں شہرۂ آفاق ہوئے لیکن آج دنیا اُن سے بالکل لاعلم ہے۔ اور کتنے نفوس ہیں جو لقمہ ماجس ارسطاطالیس اور فیثاغورث کی حکمتِ فاضلہ اور شیخ اکبر بوعلی سینا کے مجتہدانہ خیالات و دلائل سے پورے طور پر واقف ہیں متبنی جیسے شاعر رازی جیسے فلاسفر۔ ابن مقنع جیسے موجد حسن بن صباح جیسے مفتری کو اپنے اپنے کمالات میں آسمانِ ارتقا پر آفتابِ نصف النہار کی طرح آب و تاب سے چمکے۔ مگر وفات کے بعد اُن کے اجسام کے ساتھ اُن کے نام بھی گوشۂ گمنامی میں جا پڑے اور آج سوائے معدودے چند اشخاص کے اُنہیں کوئی بھی نہیں جانتا کہ وہ کس کھیت کی مولی تھے۔

اسی طرح بڑے بڑے قوی الجثہ و طاقتور رستم و سہراب بہرام و اسفندیار

شاہنامہ وغیرہ کتابوں کے پڑھنے سے اپنی ناقابلِ تسلیم شجاعت و بسالت سے ہمیں روشناس کراتے ہیں۔ اِلّا ان کا نام کسی عزت و وقار سے نہیں لیا جاتا اور رفتہ رفتہ محو و فنا ہوتا چلا جا رہا ہے۔ کیونکہ اُن میں صرف شاعری تھی۔ فلسفہ تھا۔ قوتِ ایجاد تھی۔ مکر و فریب تھا اور بے مثل جسمانی طاقت اور جب تک ایک انسان پاکیزہ اخلاق کی نعمتِ عظمیٰ سے مالامال نہ ہو۔ تب تک اُس کا کوئی کمال خواہ کسی حد تک لوگوں سے خراجِ تحسین وصول کر چکا ہو بے حقیقت اور مستلزمِ فنا ہے۔

محاسنِ اخلاق و پسندیدہ اوصاف آغازِ کائنات سے لیکر ابتک اور موجودہ وقت سے قیامِ قیامت تک یا بالفاظِ دیگر ماضی۔ حال و مستقبل تینوں زمانوں میں بلا استثنائے مذہب و قومیت و بلا امتیاز ملک و ملت ہر فردِ بشر کی نظروں میں نہایت ہی وقیع ثابت ہوئے ہیں اور ہوں گے۔ خداوند کریم نے اپنے مقبول بندوں یعنی انبیاء و رسل کی بعثت میں بھی یہی ایک مقصد پیشِ نظر رکھا ہے اور جتنے ہادیانِ قوم و بانیانِ مذاہب گذر چکے ہیں۔ سب کا مطمحِ نظر و نصب العین اخلاق کی درستی اور عادات کی اصلاح رہا ہے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر اصلاح الاعمال کے ہم معنی لفظ ہیں۔ ہمارے نبی کریم خاتم النبیین جنکی ذاتِ اقدس دنیا بھر کے محامد و محاسن کا مرکز اور سارے جہان کی خوبیوں کا محور تھی ارشاد فرماتے ہیں۔

اِنما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق یعنی میری بعثت کی علت غائی صرف یہ ہے کہ محاسنِ اخلاق کی تکمیل کروں اور خدا کی مخلوق کو تہذیب و تمدن کے گُر سکھاؤں۔ تاکہ وہ علم اور عمل سے اپنے وجود میں ملکاتی صفات پیدا کریں اور اشرف المخلوقات کے مایۂ نازش و قابلِ رشک لقب سے صحیح معنوں میں موسوم ہو سکیں۔

اخلاق کا لفظ ظاہر میں تو صرف پانچ حرفوں کا مجموعہ ہے مگر فی الحقیقت اس قدر کثیر المطالب و المعانی ہے کہ دنیا کی کوئی خوبی اور دنیا والوں کا کوئی قابلِ تعریف فعل ایسا نہیں جو اس کے ضمن میں نہ آسکتا ہو۔ اور اخلاق کا وسیع دائرہ اس پر حاوی نہ ہو۔ عدل و انصاف، سخاوت و ایثار، رحم و انکسار، ہمدردی بنی نوع عبادت و ریاضت، سیر چشمی و قناعت، توکل و استقامت، شرم و حیا، غیرت و حمیت، خودداری و حریت وغیرہ وغیرہ سب محاسنِ اخلاق کے اقسام ہیں جنہیں فرداً فرداً ہر ایک نبی و رسول نے اپنی اپنی قوم و ملت کے پاس اُنکے عواقب و نتائج کا اظہار کرتے ہوئے پہنچایا اور آخر الامر ہمارے سرکار عالم صلعم (روحی فداہ) نے بحیثیت المجموع خیر الامم کے سامنے پیش کر دیئے اور اخلاق کی عمارت جس کے مؤسسِ اول سیدنا نوح علیہ السلام تھے۔ درجۂ تکمیل کو پہنچادی کہ اب کوئی بڑے سے بڑا مبصر بھی اُس میں کسی قسم کا اضافہ نہیں کر سکتا۔ انبیاء علیہم السلام جہاں محاسنِ اخلاق کے داعی و مناد تھے۔ وہاں سب سے پہلے اپنے آپ کو اس بیش بہا زیور سے مجلی اور اُس کی چشم خیرہ کرنے والی چمک سے متجلی کر کے بطور نمونہ و مثال طالبانِ ہدایت کے سامنے پیش کیا کرتے تھے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جہاں اُنکی تعلیم کے رموز و نکات آج تک تمام جہان کے عوام و خواص اشخاص کو معلوم ہیں وہاں اُن کی قابلِ تقلید و لائقِ عمل دورِ حیات کی تعریف و توصیف میں بھی اہلِ ارض رطب اللساں ہیں اور جب تک دنیا میں اخلاق جیسے جامع و مانع کتاب کی ایک سطر بلکہ ایک حرف یا ایک نقطہ باقی ہے۔ اُن کا نام اُسی توقیر و عزت اور ادب و احترام سے یاد ہوتا رہیگا جس کے وہ مستحق تھے ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

کون نہیں جانتا کہ حضرت داؤد علیہ السلام حدّاد یعنی آہن ساز تھے جناب موسیٰ سالہا سال حضرت شعیبؑ کے ہاں غلامانہ زندگی بسر کرتے رہے۔ ہمارے آقا (بابی انت وامی) مُدتوں ریوڑ چرایا کئے۔ اور کسے معلوم نہیں کہ خدا کے اِن برگزیدہ افراد کو دنیا میں کیا کیا اذیتیں پہنچیں اور اُن کی زندگی کے ایّام کس تکلیف وغربت میں بسر ہوئے۔ دُور کیوں جائیں خود ہمارے کملی پوش شہنشاہؐ کے سوانح کا ہر صفحہ اس پر شاہدِ عادل ہے۔ کہ جناب رسالت مآب صلعم کو کبھی پیٹ بھر کر کھانا نصیب نہیں ہوا۔ اور آلِ محمدؐ نے کبھی سیر ہو کر گندم کی روٹی نہیں کھائی جنکے بچھونے کے لئے صرف ایک چٹائی تھی اور وہ بھی ٹوٹی ہوئی جن کے اوڑھنے کے لئے گدڑی تھی مگر سینکڑوں پیوند والی۔ جو صبح کے وقت اپنے حرمِ محترم عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کے گھر تشریف لاتے اور دریافت فرماتے کہ کچھ کھانے کے لئے گھر میں موجود ہے اور اکثر جواب نفی میں پاکر روزہ کی نیّت کر لیتے۔

جنگ خندق کے موقعہ پر پیٹ پر پتھر باندھ کر عام اصحابہؓ کیساتھ مل کر دشوار تریں کام کرتے رہے۔ پھر آپ کے خلیفۂ اوّل سیدنا ابوبکر صدیق رضؓ کے حالاتِ زندگی اسی نہج پر مبنی اور اسی طریقِ عمل پر مشتمل ملیں گے۔ جو داعیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپیل پر اپنا کل اثاث البیت حتیٰ کہ پوشیدنی کپڑے بھی فی سبیل اللہ دیدیتے ہیں۔ ازاں بعد سیدنا عمر رضؓ کی بھی یہی کیفیت تھی کہ سفرِ بیت المقدس میں جب اسلامی عساکر کے نزدیک خلیفۂ وقت پہنچے۔ تو خود بدولت پاپیادہ تھے۔ اور غلام اونٹ پر سوار کیونکہ اُس دن اس کے سوار ہونے کی باری تھی اور مساوات کا اقتضاء یہ نہ تھا کہ جناب عمرؓ جیسے حق پرست اپنی شان و شوکت کے اظہار پر حق تلفی کے روادار بنیں۔ ذی النورین رضؓ گو ظاہری حیثیت اچھی رکھتے

تھے۔ مگر تھے وہ بھی دل کے فقیر اور نام ونمود کے دشمن۔ سیدنا اسد اللہ الغالبؓ باوجودیکہ نبی اُمّی صلے اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے۔ سب سے پہلے اسلام کے حلقہ بگوش ہوئے۔ قوتِ جسمانی میں غیرتِ رستم اور قوتِ روحانی میں ابوالاولیا مگر جناب کا گذرِ اوقات جس عسرت وافلاس سے ہوتا تھا اور جس قدر فاقہ کشی میں جنابِ امیر علیہ السلام مبتلا رہے اس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور ایک ظاہر بین جناب کے عزّ وشان کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ہرگز باور نہ کریگا کہ آٹھ آٹھ دن تک ایک دانہ بھی جناب کو میسّر نہ آیا اور پھر بھی لبِ شکایت وا نہ ہوئے۔ بلکہ بھوک کی تکلیف کو نہایت صبر وشکر سے برداشت کیا۔ اور سوال جیسے ذلیل ترین فعل کا ارتکاب مناسب نہ سمجھا۔ یہ سب کچھ ہوا۔ اور حقیقت نفس الامری اسی طرح ہے لیکن یہی بوریا نشین اور پیوند پوش دین و دُنیا کے شہنشاہ کہلائے۔ آج روئے زمین کے تیئس کروڑ مسلمان اُنکی مدح وثنا میں عذب البیان ہیں اور اُن کے اسوۂ حسنہ کی تقلید میں اپنی نجات دارین وفلاح کونین کے صدق دل سے معترف ومعترف۔ کیونکہ اُن کے پاس گو روپئے اور اشرفیوں کے ڈھیر نہ تھے۔ اُن کے اصطبلوں میں قیمتی اور قسم قسم کے گھوڑے نہ تھے اُن کی سواری کے لئے موٹر یا فٹن نہ تھی۔ اُن کا لباس بالکل سادہ اور معمولی تھا اور کبھی قاقم وسنجاب زربفت واطلس نے اُن کے پاک جسموں کو نہ چھوا۔ اُن کی خوراک میں کوئی تکلف نہ تھا انہیں مدت العمر ایک وقت دو کھانے نصیب نہ ہوئے لیکن باایں ہمہ آج مسلمانوں بلکہ انصاف پسند غیر مسلموں کے دلوں میں بھی اُن کی جو عزت ومنزلت ہے جو قدر وقیمت ہے وہ محتاجِ تشریح و بیان نہیں۔ سکندرِ اعظم کو لوگوں نے بھلا دیا ہے۔ نپولین باوجودیکہ ماضیِ قریب میں گذرا ہے مگر رفتہ رفتہ اس کا نام صرف تاریخی صفحات پر محدود ہوتا چلا جارہا ہے

۱۹۲۰ء کی مردم شماری کے مطابق

مگر اُن شہنشاہوں کے کارنامے جن کی حکومت لوگوں کے جسموں پر نہ تھی بلکہ کروڑوں انسانوں کے دل اُن کے تابع تھے جن کی حیات کا مقصد اوّلین افادۂ بنی نوع تھا اور جن کی زندگی کا راز انسانیت کی تکمیل۔ اخلاق کی ترصیع اور اعلیٰ اوصاف کی تخلیق میں مضمر تھا۔ جب تک دُنیا قائم ہے اور جب تک دُنیا میں صداقت اور حق پرستی کا مادّہ موجود ہے کبھی بھول نہیں سکتے اور اُن کے نام تا ابدالآباد ہر ایک انسان کے صفحۂ قلب پر جلی حروف میں کندہ رہیں گے۔

حتیٰ یلج الجمل فی سم الخیاط۔

اِس لمبی چوڑی تمہید سے قابل ناظرین کے ذہن نشین ہوگیا ہوگا کہ انسان کا مابہ الامتیاز محاسنِ اخلاق ہیں اور حمیدہ اوصاف، اور سوائے اِن کے مال و دولت جاہ و حشمت سب ہیچ ہیں اور اگر کسی انسان کو بقائے دوام کا شرف حاصل ہوسکتا ہے تو صرف اعلیٰ اخلاق اور پاکیزہ زندگی سے، اور برگزیدہ خصائل سے، لیکن ساتھ ہی یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ مکارمِ اخلاق کی بے بہا نعمت فرقۂ رجال کے لئے مختص نہیں بلکہ طبقۂ نسوان بھی اِس میں برابر کا حصہ دار اور شریک ہے۔

قرونِ اولیٰ و وسطیٰ پر گہری نظر ڈالنے سے یہ امر مخفی نہیں رہتا کہ بعض بعض عورتوں نے اپنے طرزِ اعمال سے، اپنے طریقِ کار سے، اُس زمانہ کے مردوں پر اعلیٰ درجہ کی فوقیت حاصل کی اور محاسنِ اخلاق کی وہ نظیر قائم کر دکھائی کہ آج متقی سے متقی اور پرہیزگار سے پرہیزگار مرد بھی اُن کے نقشِ قدم کی گردِ راہ تک نہیں پہنچ سکتے اور وہ عورتیں جن پر کم فہم و کج رو مرد کئی قسم کے قابلِ شرم آوازے کسا کرتے ہیں اور اُنہیں ارذل المخلوقات سے تعبیر کیا کرتے ہیں اپنی اعلیٰ سیرت۔ تحیر خیز قوتِ ایمانی اور درجۂ کمال کی عفت و عصمت سے تاریخ کے

اوراق پر غیر فانی نشانات قائم کر چکی ہیں۔ ازاں جملہ ہم ایک ایسی عورت کی مثال پیش کرتے ہیں جس پر جنسِ لطیف جس قدر ناز کرے بجا ہے۔ اور ہماری بہنیں اِس کی مبارک و مقدس حیات کے حالات جتنی مبالغہ آفرین اور رنگ آمیزی سے بیان کریں۔ وہ سب صحیح واقعات کے تحت میں بلا چون و چرا تسلیم ہوں گے۔ ہماری مراد **سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا** رضی اللہ عنہا سے ہے جو شرافتِ حسبی و نجابتِ نسبی کے اعتبار سے دُنیا بھر کی عورتوں کی سرتاج اور اپنی غیر معمولی متورّعانہ و متقیانہ زندگی سے سب پرہیزگار اور صالح عورتوں کی مایۂ افتخار ہیں۔ جنہیں شہنشاہِ یثربؐ کی پیشگاہ سے خاتونانِ جنت کی سرداری کا خطاب مل چکا ہے۔ اور جن کے اوصاف و محامد بالاتر از وہم و قیاس ہیں محاسنِ اخلاق اپنے پاکیزہ ترین خط و خال کے ساتھ جناب کی ذاتِ اقدس میں جلوہ نما تھے اور اعلیٰ اوصاف اپنی مسلّمہ تحمید و توصیف کے ساتھ جناب کے وجود باجود پر متسلط۔ سیدہؓ کا احترام اِس سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے کہ آپ کے خصائص کبریٰ کا اعتراف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بدرجۂ کمال تھا اور اُن کی تعظیم و تکریم کے لئے جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سرو قد کھڑے ہو جاتے۔ **اولد سیّ الابیہ** کا صحیح مصداق اور اسوۂ حسنہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا نمونہ جناب کی ذاتِ بابرکات تھی ؎

نظم

(از جناب نذر محمد صاحب نورایم۔ اے سیالکوٹی)

تجھ پہ نازاں ہے حیا اے قرۃ العینِ رسولؐ — اہلِ ظاہر میں تو زہراؓ اہلِ باطن میں بتولؓ رضہ
سیرتِ نبوی کا جلوہ تیری ہر سیرت میں ہے — خُلقِ مصطفوی کی شوکت تیری ہر عادت میں ہے

توانیسِ بزمِ الفت ہے رسول اللہ ﷺ کی
ہے ترے دل میں محبت بانگِ لا الٰہ کی

بعد مرنے کے حیاتِ جاوداں تجھ کو ملی
مصطفےٰ مدفونِ جاں ہیں جا بجا تجھ کو ملی

تیری عصمت پر تمام امت کو ابتک ناز ہے
ساری ملت کیلئے تو موجبِ اعزاز ہے

طالبِ دنیا نہیں تو طالبِ عقبےٰ نہیں
طالبِ مولےٰ ہے تو اے برجِ عرفاں کی مکیں

آسمان والوں میں شہرت تیری خصلت کی ہے
اور زمیں والوں میں عزت تیری ہر سیرت کی ہے

حق نے بخشی ہے فضیلت تجھ کو مستورات میں
زہد ایثار و وفا میں عصمت و طاعات میں

عفت و عصمت میں تو آفاق کی سرار ہے
کشتِ امت کے لئے تو ابر گوہر بار ہے

شان و شوکت سے جو بے پروا ہو وہ بیگم ہے تو
ق دار و گیر جاہ و ثروت سے عجب بے غم ہے تو

شان و شوکت کیا کرے جس کو ملے نورِ خدا
مل گیا حق جس کو اُس کو تمغۂ عزت ملا

عارفِ ذاتِ خدا تو معرفت سامان ہے
تیری ہر عادت شرافت کیلئے اک شان ہے

اہلِ دل میں جب کبھی ہوتا ہے تیرا تذکرہ
نام لیکر انگلیاں لیتے ہیں آنکھوں سے لگا

جعفرِ صادقؒ سا انساں جبکہ تجھکو ماں کہے
ق اور امامِ ثامنؒ ضامن تجھے ہاں ماں کہے

کیا کہے مسلم تجھے جو مضطر و مغموم ہے
صدمۂ عصیاں کی زد سے نور سے محروم ہے

سر کٹے حسینؑ کے طرف اور بھی تیرا بڑھا
ق تو مصیبت میں ہوئی دلدادۂ شکر و رضا

سید الشہداؓ کی حالت تجھ کو گر دکھائی
تو مگر امت کی مشکیں حشر میں کھلوائیگی

تیرے دم سے سنبلستانِ وفا آباد ہے
یوسفستانِ محبت تیرے دم سے شاد ہے

فلسفی سمجھے نہ اب تک حکمت انگیزی تری
رابعۂ بصری نہیں بھولیں گہر ریزی تری

رقص میں جنت ہے جس کو رتبۂ جنت ملا
حور و غلماں خوش ہیں انکو موقعۂ خدمت ملا

دردمندانِ وفا کی تو سدا غمخوار ہے
ہے مکاں عالی ترا، عالی تری سرکار ہے

اللہ! اللہ! کیسا رتبہ تجھ کو عالم میں ملا
لطف انور کو ترے ذکر و تکلم میں ملا

سیدہؓ کی تربیت ایسے مبارک ہاتھوں سے ہوئی تھی اور ایک ایسے شخص کی زیر نگرانی جناب نے نشوونما پائی تھی۔ جس سے زیادہ نگرانِ کار، ہمدرد، خیر خواہ، اور خلیق آج تک نہ کوئی انسان پیدا ہوا ہے۔ اور نہ ہوگا غمگسار اور شفیق ماں کا سایہ عالمِ طفولیت میں ہی اُٹھ گیا تھا اور آغوشِ مادر کی بجائے سیدہؓ نے آغوشِ پدر میں ہی پرورش پائی جوں جوں عمر میں ترقی ہوتی گئی اخلاق بھی زیادہ پاکیزہ ہوتے گئے اور آخر الامر جہاں ہمارے آقا سید المرسلین افضل الانبیاء والرسل کہلائے۔ وہاں آپ کی جگر گوشہ سیدۃ النساء کے پُر فخر خطاب سے ملقب ہوئیں۔

سیدہؓ کی سوانح حیات کا ایک ایک صفحہ اولوالالباب کے نزدیک بصائر و عبر کے بیسیوں باب رکھتا ہے اور جناب بتول کی زندگی اولوالابصار کے سامنے ایک ایسا اسوہ پیش کرتی ہے۔ جس کی تقلید سے کیا مرد اور کیا عورتیں انسانیت کے چیدہ اوصاف اور نسائیت کے اعلےٰ محاسن سے متصف ہو سکتے ہیں۔

الزہراؓ کے حالات پڑھ کر ہمیں باور کرنا پڑتا ہے کہ خدا کے برگزیدہ افراد کے جملہ اوقات صبر و شکر میں منقضی ہوتے ہیں اور دنیا کی کوئی خوشی اور جہان کا کوئی غم ان کے پائے ثبات کو متزلزل نہیں کر سکتا۔ سامانِ عیش مہیا ہونے کی صورت میں بھی وہ منعمِ حقیقی کی شکر گذاری میں مصروف نظر آتے ہیں اور ہوش رُبا مصائب کا نشانہ بنتے ہوئے بھی ان کی زبان سے کوئی ناشکر گذاری کا کلمہ سُنائی نہیں دیتا۔ وقت کی پوری قدر انہی کو معلوم ہوتی ہے اور کوئی لمحہ کوئی ساعت بھی وہ خدا کی یاد سے غافل نہیں ہوتے بلکہ اُن کے مسلک میں خدا کو ایک دم بھلا دینا بھی کفر کے مترادف ہے۔ اُن پر آزمائشوں اور

ابتلاؤں کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں۔ آن پر ایسے آلام وارد ہوتے ہیں جو بقول سیدہؓ اگر روزِ روشن اُن سے متاثر ہوتا تو شبِ یلدا سے بھی بڑھ کر تیرہ و تاریک ہو جاتا۔ مگر بایں ہمہ وہ خدا کی رضا پر شاکر اور اس کی عطا پر قانع رہتے ہیں۔ غربت و افلاس سے تو انہیں خاص انس ہوتا ہے اور مہد سے لحد تک اُن کی زندگی فقیرانہ بسر ہوتی ہے۔ مگر مرکزِ اخلاقِ حسنہ و موردِ اوصافِ مستحسنہ کملی پوش شہنشاہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان واجب الاذعان اللّٰھم احینی مسکینًا وامتنی مسکینًا واحشرنی فی زمرۃ المساکین ان کی تسکینِ قلب کا باعث بنا رہتا ہے اور غنائے قلبی کی نعمتِ لازوال انہیں تمام عالم سے مستغنی کر دیتی ہے۔

انہیں کسی نوکر یا خدمتگار کی ضرورت نہیں ہوتی۔ انہیں کسی ظاہری معاون و مددگار کی احتیاج نہیں رہتی وہ خود اپنے ہاتھ سے گھر کا کام کاج کرتے ہیں۔ ضروریاتِ زندگی بہم پہنچاتے ہیں اور سخت سے سخت محنت اور مشکل سے مشکل مشقت برداشت کرتے ہیں اور بایں ہمہ ہشاش بشاش رہتے ہیں۔ اگر انہیں کوئی غلام مل جاتا ہے تو اُس سے برادرانہ برتاؤ ہوتا ہے اور مساوات کی وہ نظیر قائم کی جاتی ہے۔ جس کا تصور موجودہ متمدن زمانہ میں کبھی کسی اہلِ ثروت امیر کے خیال میں بھی نہیں گذر سکتا۔ انہیں باوجود خوددار ہونے کے فقرا و مساکین کی تکلیف کا خاص طور پر احساس ہوتا ہے اور اگر کبھی اتفاقاً انہیں کوئی چیز مل جاتی ہے تو لغوائے ویطعمون الطعام علیٰ حبہ مسکینًا ویتیمًا واسیرًا وہ جب تک غربا کو اپنا ہم نوالہ و ہم پیالہ نہ بنالیں خود متصرف ہونے کے روادار نہیں ہوتے۔

یہ سب اوصاف و محامد سیدہؓ کی الف سے یا تک ہیں اور سب کے نمونہ

از خروارے۔

نظر برایں اِس امر کی اشد ضرورت تھی۔ کہ وہ طرزِ اعمال جس سے سیدہؓ کو یہ علو مرتبت و عظمت نصیب ہوئی عام لوگوں کے سامنے پیش کر دیئے جاویں تاکہ مرد ایک عورت کی اعلےٰ ترین اخلاق پر مشتمل زندگی سے سبق حاصل کریں اور عورتیں اپنی ایک ہمجنس اور سرتاج بی بی کی پیروی سے سعادتِ دارین کی منزل پر پہنچیں۔

سیدۃ النساءؓ کے حالات گو ہمیں تاریخ و سیر کی ضخیم کتابوں میں سنہری حروف سے لکھے ہوئے نظر آتے ہیں۔ مگر بہت کچھ ورق گردانی کے بعد ایک متلاشی کو اِن کی پوری کیفیت معلوم ہو سکتی ہے اور جب تک اُن کی ایک مفصل و مبسوط سوانح مترتب نہ ہو لیتی یہ دقت رفع نہ ہو سکتی تھی۔ ہمارے مُلک کے ساکنین میں جہاں اور بیسیوں عیوب اور سینکڑوں نقائص موجود ہیں۔ وہاں یہ بھی ایک خاص کمی ہے کہ اوّل تو علمی اور تاریخی مذاق ہی بعید دی کے ہاتھوں کم ہوتا چلا جا رہا ہے اور جو چند ایک گنے چنے ذی علم افراد موجود بھی ہیں۔ اُن کے پیشِ نظر بھی مخرّبِ اخلاق اور تہذیب سوز ناولوں کی تصنیف ہے۔ بے سروپا اور دور از صداقت افسانوں کی تالیف ہے اور ادبیات سے دلچسپی، جس میں سوائے خیال آفرینی اور شاعرانہ تخیلات کے اور کچھ بھی نہیں ہوتا۔

علامہ شبلی رحمۃ اللہ فی زمانہ ایک ایسے شخص گذرے ہیں۔ جنکی توجہات کا انعطاف خاص طور پر ترتیبِ سوانح اسلاف کی طرف ہو گیا تھا اور الغزالی المامون۔ النعمان۔ الفاروق کا مصنف اور سیرۃ النبوی کا مؤلف اِس میں شک ہی کیا ہے کہ تمام مسلمانوں کے تشکر و امتنان تحسین و تبریک کا مستحق

ہے۔ مگر جب ہم علامہ کی بے وقت وفات پر نظر ڈالتے ہیں اور ساتھ ہی اُن تشنگانِ علوم کی حالتِ زار کا معائنہ کرتے ہیں۔ جن کے حلقوم میں پانی کے چند قطرے ٹپکانے سے اُن کی تشنگی مزید شدت سے بھڑک اُٹھی ہے اور العطش کی صدائیں پہلے سے بڑھ کر آرہی ہیں۔ مگر جواب میں اہلِ علم ساکت وصامت ہیں۔ تو ہمارے تاسف وملال حیرت و استعجاب کی کوئی انتہا نہیں رہ جاتی اور مصنفین کی اس سہل انگاری اور غفلت وجمود پر رونا آتا ہے۔ جو تاریخ اور پھر سوانح حیات جیسے مفید اور ارتقا کے راہنما مضمون کو پسِ پشت ڈال کر مزخرفات کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے ہیں اور لطف یہ کہ ساتھ ساتھ مسلمانوں کو نصیحت بھی کرتے چلے جا رہے ہیں کہ فلاں بزرگ کے اتباع میں تمہارے لئے نجات وفلاح ہے اور فلاں صحابہ یا امام کی پیروی میں تمہارے واسطے رشد وہدایت ہے لیکن اگر کوئی مسترشد یہ سوال کرے کہ حضرت اُن کے طرز اعمال کیا تھے۔ اُن کا طریق معاشرت کن اصول پر مبنی تھا۔ تو ناصحینِ مشفق کانوں میں رُوئی ٹھونس کر منہ میں گھنگنیاں بھر لیتے ہیں۔

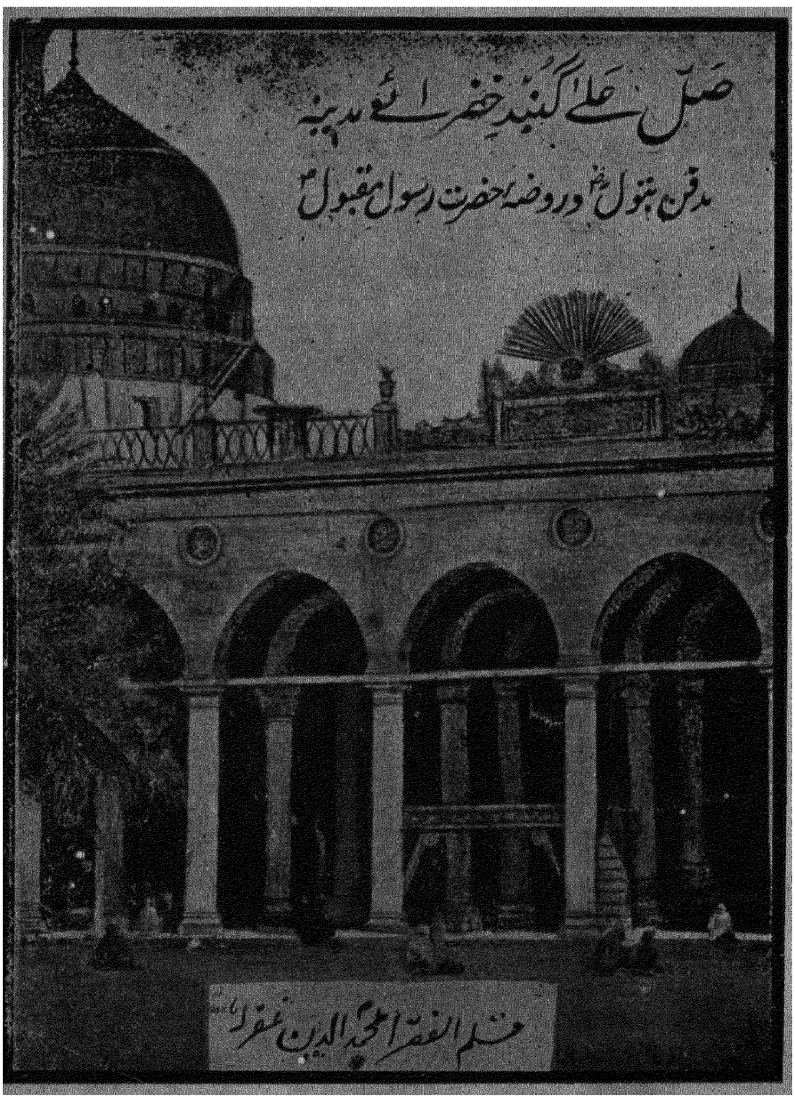
سیدۃ النساء کی پاکیزہ ترین حیات کے محاسن کا اعتراف کون مسلمان بلا استثنائے فرق ومسالک ایسا ہے۔ جس کو صدق دل سے نہیں۔ مگر کم از کم ہمیں یہ تو ضرور معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ ان کی ذاتِ اقدس میں کون کونسی خصوصیات ایسی تھیں۔ جن کی وجہ سے انہیں یہ شرف وافتخار نصیب ہوا اور جب تک اُن کے حالات بالتشریح بیان نہ ہوں ہمارا یقین بلا حجت واستدلال ہوگا جس پر ہم تو بوجہ قرطِ عقیدت واخلاص اعتراض نہ بھی کریں۔ مگر اغیار ہماری اس خوش اعتقادی پر تمسخر واستہزاء کرنے سے کب باز رہ سکیں گے۔

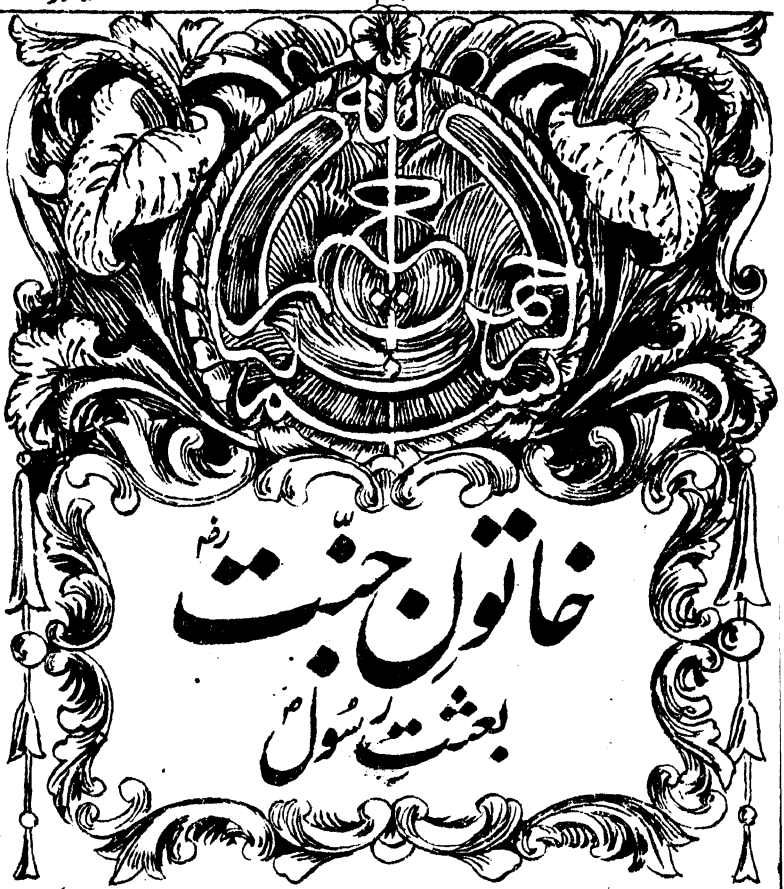
چنانچہ انہیں خیالات سے متاثر ہو کر ہمارے عزیز ترین مخلص ملک محمد الدین صاحب مدیر صوفی نے باوجود فقدان فرصت و دلجمعی اور مشغولیت و مصروفیت کے سیرۃ الزہرا کی تدوین کا نہایت مشکل اور اہم کام اپنے ذمہ لیا۔ اور ہندوستان کے مشاہیر شعرا کو بھی اس مبارک ارادہ کی تکمیل میں حصہ لینے کی توجہ دلائی اور بہت کچھ تگ و دو کتب بینی و عرق ریزی کے بعد ایک کتاب مرتب کی۔ جو اس وقت قابل ناظرین کے پیش نظر ہے۔ کتاب کے حسن و قبح کے متعلق تحریر کرنا جبکہ خود کتاب آپ کے ہاتھوں میں موجود ہے لاحاصل ہے۔ ہاں اتنا ظاہر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کتاب کے مصنف تو ملک صاحب ہیں اور مصحح یہ فقیر خیر اندیش تصنیف سے تنقید لیاقت طلب ہوتی ہے اور اس فقیر کو باوجودیکہ اپنی نظر انتقاد پر پورا اعتماد نہ تھا مگر ملک صاحب کے اصرار سے انکار بھی خلاف صواب نظر آیا۔

لائق ناظرین کی خدمت میں مشورتاً عرض کرنا غیر موزوں نہ ہوگا۔ کہ بجائے حرف گیری و نکتہ چینی کے اگر آپ حضرات صاحب سوانح کے سبق آموز حالات و بصیرت انگیز واقعات سے عبرت حاصل کریں۔ تو آپ کے لئے بدرجہا مفید ہوگا۔ اور تدبر و تفکر سے ہی ان سب رموز و نکات بصائر و حکم سے واقفیت ہو سکے گی۔ جن سے سیرۃ فاطمہؓ کو خاص امتیاز حاصل ہے۔

فقیر ابوالبرکات
محمد فضل شاہ کان اللہ لہٗ سجادہ نشین

جلال پور شریف
۱۰ شوال المکرم ۱۳۳۵ ہجری


صل علی گنبد خضرائے مدینہ
مدفن بتول رض و روضہ حضرت رسول مقبول ص
قلم الفقیر امحمد الدین غفرلہ



خاتونِ جنّتؓ

بعثتِ رسولؐ

دنیا میں چھٹی صدی عیسوی کا دور دورہ ہے۔ اس وقت عرب کی خوبصورت سرزمین کی یہ حالت ہے کہ ہر طرف مذہبی جنگ و جدال کا بازار گرم ہے جس نے ایک کو دوسرے سے جدا کر دیا ہے۔ اور بھائیوں بھائیوں میں رخنے ڈلوا دیئے ہیں۔ خونریز اور خوفناک نزاعیں برپا ہیں، قبیلوں کی باہم خانہ جنگیاں اور عداوتیں موجزن ہیں۔ نفاق نے ایک فرقہ کو دوسرے فرقہ سے اور ایک قبیلہ کو دوسرے قبیلہ سے الگ کر دیا ہے۔ شدومد سے بُت پرستی کی جا رہی ہے۔ بُتوں کے آگے زندہ انسانوں کی قربانیاں چڑھائی جاتی ہیں۔ فدا ذرا سی بات پر خونریز لڑائیاں

چھڑ جاتی ہیں۔ ایک رشتہ دار دوسرے رشتہ دار کو قتل کر ڈالتا ہے غرضکہ قتل اور ظلم کے کھولتے ہوئے دوزخ میں ایک بچہ پیدا ہوتا ہے جو ۲۵ اگست ۵۷۰ء کو بمقام مکہ قریش کے خاندان میں اپنی حقیقت نگاہ آنکھیں اس دنیا کی روشنی میں کھولتا ہے۔" پیدائش سے چند ہفتے پیشتر اس کے والد کا انتقال ہو چکا ہے۔ تھوڑے زمانہ کے بعد ماں بھی اپنے خاوند کے پیچھے پیچھے قبر میں جا سوتی ہے۔ لڑکے کی پرورش اُس کے دادا کے گھر میں ہوتی ہے۔ بچہ خاموش، متین، پیارا، صابر، اور سب کا محبوب ہے۔ چند سال گذرنے پر دادا کا بھی انتقال ہو جاتا ہے ابو طالب جو لڑکے کا چچا ہے۔ اور تمام رشتہ داروں میں سب سے زیادہ شریف الطبع ہے۔ دو تین دفعہ کے یتیم شدہ بچے کو اپنے گھر لے جاتا ہے اور یہیں وہ جوان ہوتا ہے۔ پھر وہ تجارت کے سلسلہ میں شام پہنچتا ہے اور اپنے اردگرد کے نظاروں کو خوب گہری نظروں سے دیکھتا ہے اس کی عمر ۲۴ سال کی ہو چکی ہے اور وہ اپنے ایک دور کے رشتہ کی عورت خدیجہؓ کے لئے شام کا سفر کر رہا ہے۔ جب وہ واپس آتا ہے۔ تو اُس کی صداقت اور دیانت تسلیم کی جاتی ہے۔ اس صداقت اور دیانت کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ خدیجہؓ مناکحت میں آجاتی ہے۔ آپ سمجھے یہ بچہ کون ہے، یہ سرورِ کونین، رسول الثقلین، رحمۃ اللعالمین، شفیع المذنبین احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ؎

ہزار بار بشویم دہن بمشک و گلاب
ہنوز نامِ تو گفتن کمال بے ادبی است

از جناب سیماب صدیقی الوارثی اکبرآبادی

مشرقِ عالم پہ جب طاری اندھیرا سا ہوا
آفتابِ قدس نکلا نور برساتا ہوا

تیز کرنیں اُسکی طائف کے پہاڑوں پر پڑیں
ظلمتیں سب مٹ گئیں روشن عرب سارا ہوا

سر کے بل لات و ہبل صحنِ حرم میں گر پڑے
بتکدوں کی گونج "اِلّا اللہ" کا نعرہ ہوا

آئی ہر ناقوس سے "اللہ اکبر" کی صدا
بُت بڑی حیرت سے چلائے "ارے یہ کیا ہوا؟"

مہرِ تہذیب و تمدن کا اُجالا ہو گیا
ہر طرف دینِ ہدیٰ کا بول بالا ہو گیا

سینکڑوں کرنیں تھیں اس مہرِ جہاں افروز کی
جو بجائے خود ہر اک خورشیدِ عالمتاب تھی

عورتوں میں سب سے پہلے یہ کرن، یہ روشنی
بی خدیجہؓ کے دلِ صد حسرت آگیں پر پڑی

جسم ارزا، کھل گئی چشمِ حقیقت ایک بار
اُلفتِ اسلام نے کی پہلوؤں میں گدگدی

شارعِ اسلام کے دامن پہ والہانہ شوق
کہکے "آمنا" زباں ساکت ہوئی، گردن جھکی

کس طرح حسنِ قدم جھلکے نہ انکی ذات میں
سابق الایماں ہیں یہ خاتون مستورات میں

احمدِ مختار کو عزت کا مالک کر دیا
مال و زر کا زیور و دولت کا مالک کر دیا

دیدیا دل پر انہیں ہر اک طرح کا اختیار
اپنے ہر ارمان ہر حسرت کا مالک کر دیا

آرزو میں جس کی تھے اکثر امیرانِ عرب
اُس نے اک مسکین کو عصمت کا مالک کر دیا

آپ پر موقوف کر کے اپنا ہر غم ہر خوشی
آپ کو ہر درد ہر راحت کا مالک کر دیا

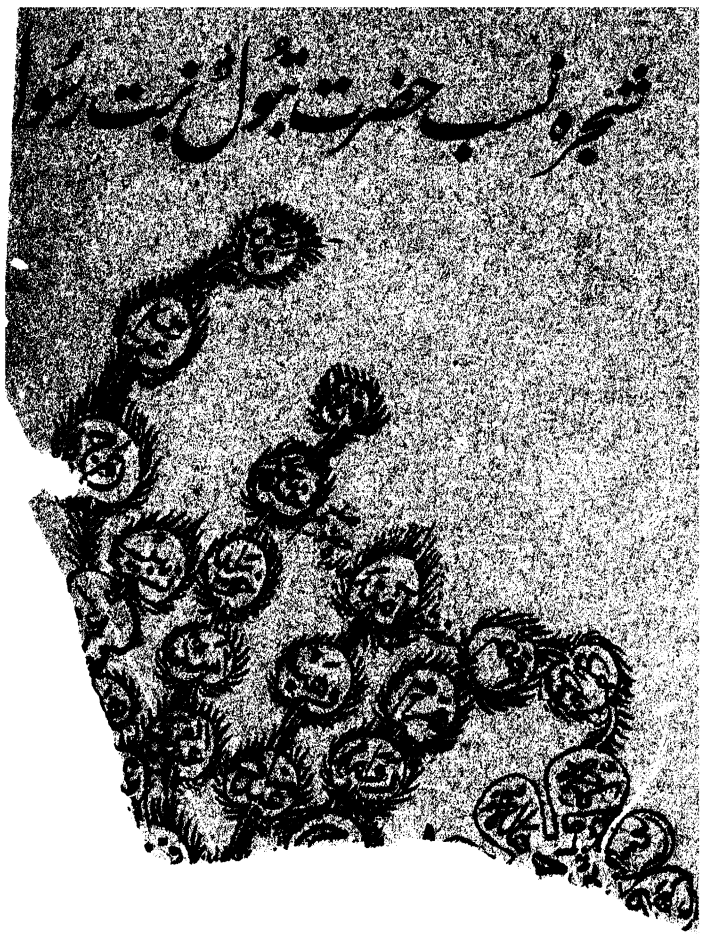
ایسے خوش قسمت نظر آئے ہیں کم انسان بھی
دل کی حسرت بھی خدیجہؓ کو ملی ایمان بھی



اُم المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

آپ کا نام خدیجہؓ اور لقب طاہرہ تھا۔ آپ کے والد (خویلد) قریش کے معزز رئیس تھے۔ خداوند کریم نے خویلد کو بہت سا مال و دولت مرحمت فرمایا تھا۔ لیکن سب سے بڑی نعمت جو خویلد کو بارگاہِ ایزدی سے ملی وہ انکی نیکبخت لڑکی خدیجہؓ تھیں۔ جو آگے چل کر محبوبِ خدا رسولِ مقبول صلعم کے ازواج میں داخل ہوئیں اور آپ کے بطنِ مبارک سے وہ جنسِ گرانمایہ پیدا ہوئی جس کی لائف آپ کے ہاتھوں میں ہے! جناب خدیجہؓ کا شجرۂ نسب باپ کی طرف سے اِس طرح ہے۔

خدیجہؓ بنتِ خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی قصی رسول مقبول صلعم کے مورثِ اعلیٰ کا نام ہے۔ گویا خدیجہؓ ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے قبیلہ کی چشم و چراغ تھیں۔ اُم المومنین خدیجہؓ کا سلسلۂ نسب چوتھی پشت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرۂ نسب سے جاملتا ہے۔ جناب خدیجہؓ کا شجرہ ماں کی طرف سے اِس طرح پر ہے۔ خدیجہؓ بنت فاطمہ بنت زائدہ بن الاصم بن ہرم بن رواحہ بن حجر بن عبد بن معیص بن عامر لوئی۔ گو ماں کی طرف سے بھی آپ کی نجابت مسلمہ تھی۔ اِس صورت میں ان کا سلسلہ نسب


شجرہ نسب حضرت بتول زہرا

دسویں پشت میں جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرہ نسب تک پہنچ جاتا ہے ان تعلقات سے پایا جاتا ہے کہ جناب خدیجہؓ نجیب الطرفین تھیں۔ حضرت رسالتمآبؐ سے خدیجہؓ کا نسبی تعلق واضح کرنے کے لئے رسولِ کریمؐ اور اُم المومنین حضرتِ خدیجہؓ کا شجرۂ نسب ایک علیحدہ ورق پر درج کیا جاتا ہے جو مقابل کے صفحہ پر چسپاں ہے۔

جناب خدیجہؓ کی ولادت ۵۵۵ء اور سنہ کسروی میں ہوئی۔ بی بی خدیجہؓ ابتدا ہی سے نیک، نہاد اور عفت مآب تھیں۔ اس تاریکی کے زمانہ میں بھی طاہرہ کے لقب سے پکاری جاتی تھیں۔ اور لوگوں نے بلحاظ سیادت و شرافت ان کو "سیدۃ النساء قریش" کا گراں بہا تمغہ دے دیا تھا ان کے والد خویلد تجارت کیا کرتے تھے اور اسی تجارت کی بدولت وہ امیر الامراء ہو گئے تھے۔ زمانۂ اسلام سے پہلے خدیجہؓ کی پہلی شادی زرارہ تمیمی کے بیٹے نباش سے ہوئی جو ابو ہالہ کے نام سے زیادہ مشہور تھا اس سے بی بی خدیجہؓ کے دو لڑکے ایک ہالہ دوسرے ہند پیدا ہوئے پہلا لڑکا تو زمانۂ جاہلیت ہی میں فوت ہو گیا۔ دوسرا فرزند ہند، حضرت رسول کریم کا زمانہ نبوت پا کر صحابہ کے سلسلے میں شامل ہوا۔ بی بی خدیجہؓ کا دوسرا نکاح عتیق بن عائذ مخزومی سے ہوا۔ اور اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی عتیق کی رحلت کے بعد کچھ عرصہ خدیجہؓ نے بیوگی کی زندگی بسر کی۔ چونکہ ان کے والد خویلد ضعیف ہو چکے تھے اور کاروبار کے انصرام سے معذور تھے۔ اس لئے اب تجارت کو خدیجہؓ نے اپنے زیر انتظام کر لیا۔ تجارت کی اسی سربراہی کے دوران میں خدیجہ رضؓ کو رسول مقبول صلعم کی دیانت و صداقت کا تجربہ ہوا۔ اور جیسا کہ ہم بعثتِ رسولؐ کے تحت میں لکھ آئے ہیں۔ اسی حسن ظن

بالآخر خدیجہؓ کو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نیک نہاد بیوی بنا دیا۔
خدیجہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیام دیا۔ کہ آپ کی شرافت و
بزرگی صداقت و دیانت، اور حسن اخلاق و قابلیت نے مجھ کو اس
بات پر آمادہ کر دیا ہے کہ میں آپ سے نکاح کر لوں اور پھر میں
کوئی غیر یا اجنبی بھی نہیں ہوں۔ آپ سے قرابت قریبہ رکھتی ہوں۔ یعنی
آپ کے جدِ اعلےٰ قصی کے پوتے اسد کی پوتی خویلد کی بیٹی ہوں پیغمبرِ خدا
نے یہ پیام سنا تو اپنے چچا ابو طالب سے مشورہ کیا۔ بی بی خدیجہؓ معقول
حیثیت کی خاتون تھیں۔ بلحاظِ نسب افضل نساء قریش تھیں۔ صورت شکل
میں سب سے ممتاز، تمول و ریاست میں طرۂ امتیاز ان کے حصۂ قسمت
میں تھا۔ ابو طالب نے ان تمام امور کو مدِ نظر رکھ کر یہی صلاح دی کہ نکاح
کر لینا چاہیئے۔ اس سے آپ کی عزت و وقعت میں اضافہ ہو جائے گا۔
اور یہ تعلق بہت سے دنیاوی امور میں فائدہ دیگا۔ علاوہ ازیں خدیجہؓ
بجائے خود ہوشمند اور صاحبِ فراست بیوی ہیں۔ ان سے بہت مدد
ملے گی۔ اس مشورہ کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نکاح کرنے پر
راضی ہو گئے اور اپنے چچا ابو طالب، اور حمزہ اور دیگر معززینِ قریش
کو ساتھ لیکر بی بی خدیجہؓ کے مکان پر پہنچے جہاں خویلد کی ولایت سے
نکاح ہو گیا۔ ولایت کے متعلق مؤرخین میں اختلاف ہے۔ علامہ ابن اثیر
نے لکھا ہے کہ بی بی خدیجہ رضہ کا نکاح ان کے چچا عمرو بن اسد نے
اپنی ولایت سے کیا۔ کیونکہ ان کے والد خویلد اس سے پہلے مر چکے تھے
سیرۃ النبویہ میں اس نکاح کے متعلق یوں لکھا ہے کہ جب رسول کریم صلعم
شام سے واپس آئے۔ تو خدیجہ رضہ نے ایک لونڈی آپ کی خدمت میں

بھیجی۔ کہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو نکاح کی ترغیب دے۔ چنانچہ اس لونڈی نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ گرامی میں عرض کی۔ کہ کیا آپ خدیجہؓ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں؟ حضور نے فرمایا کہ میرے پاس اس قدر سرمایہ کہاں ہے؟ کہ میں خدیجہ رضؓ کو زوجیت میں لوں۔ دوسرے وہ ایک امیر خاتون ہے۔ ممکن ہے میری مفلسی اس کے معتقدانہ خیالات میں تزلزل پیدا کر دے! لونڈی نے کہا۔ آپ ان باتوں کا فکر نہ کریں۔ انصرامِ امور میرے ذمے ہے اور میں ہی اس کام کی متکفل ہوں آپ ہر طرح مطمئن رہیں۔ چنانچہ لونڈی نے خدیجہ رضؓ کے پاس آکر یہ ساری گفتگو سنائی۔ خدیجہؓ نے فرمایا کہ تم ان کو میرے پاس لے آؤ لونڈی گئی اور آنحضورؐ کو خدیجہؓ کے پاس لے آئی۔ خدیجہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ مجھے آپ کے ساتھ نکاح کرنے کی اس لئے رغبت ہوئی ہے کہ آپ کے اخلاقِ فاضلہ کی میں شیدا ہوں۔ اعمالِ صالحہ نے مجھے آپ کا گرویدہ بنا دیا ہے۔ معاملات میں آپ کی صفائی نے مجھ کو مسرور و محظوظ کر دیا ہے۔ بلاشبہ آپ برگزیدہ اوصاف کے مالک ہیں۔ خدیجہؓ کے یہ کلمات آنحضرتؐ نے اپنے چچا ابو طالب سے آکر بیان فرمائے وہ خوش ہوئے۔ بی بی خدیجہؓ نے اپنے چچا عمرو بن اسد کو بی بی خدیجہؓ کے نکاح کا پیام دیا اور عمرو نے فوراً منظور کر لیا۔ بیس اونٹ مہر کے تجویز ہوئے ابو طالب نے خطبہ پڑھا۔ خطبے کے بعد خدیجہؓ کے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل نے ایک مختصر مضمون پڑھا اور ایجاب و قبول کے بعد اس مقدس نکاح کی تکمیل ہو گئی۔ اس وقت ام المومنین بی بی خدیجہؓ کی عمر چالیس برس کی تھی اور ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

پچیس برس کے نوجوان تھے اور قبیلے کے معزز لوگوں کو جمع کیا ابو طالب نے عروس اسد کو

کا سن مبارک پچیس سال سے متجاوز نہ تھا۔ عقدِ اولیں کا شرف حضرت خدیجہؓ ہی کو حاصل ہوا۔ اس سے پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے عقد نہیں فرمایا تھا بلاشبہ یہ ممتاز اور مخصوص شرف ہے۔ اسی مخصوص شرف کی بنا پر ازواج مطہرات میں حضرت خدیجہؓ کو خاص فضیلت ہے۔

اُم المومنین حضرت خدیجہ رضؓ کے بطنِ مبارک سے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں سات بچے پیدا ہوئے تین صاحبزادے۔ اور چار صاحبزادیاں جن کی تفصیل یہ ہے:-

زینبؓ۔ رقیہؓ۔ اُم کلثومؓ۔ فاطمۃ الزہراؓ۔ قاسمؓ۔ طاہرؓ۔ عبداللہؓ

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے قاسم کے نام پر اپنی کنیت ابوالقاسم رکھی تھی۔ صاحبزادوں میں سب سے بڑے قاسم تھے۔ اور صاحبزادیوں میں زینب۔ یہ چاروں صاحبزادیاں اور تینوں صاحبزادے حضورِ انور صلعم کے زمانہ بعثت سے پیشتر ہی پیدا ہو چکے تھے۔ بلکہ تینوں صاحبزادے تو نبوت سے پہلے ہی وفات بھی پا گئے تھے۔ ہاں صاحبزادیوں نے نبوت کا عہدِ مبارک پایا اور سب مشرف بالاسلام ہوئیں۔ بی بی زینبؓ جو سب بہنوں میں بڑی تھیں۔ نکاح کے پانچ سال بعد پیدا ہوئیں یعنی ان کی ولادت کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف تیس برس کی تھی۔ ان کا نکاح ابوالعاص بن الربیع سے ہوا۔ جو بی بی خدیجہ رضؓ کے حقیقی بھانجے تھے۔ بی بی زینب کے ہاں ابوالعاص سے ایک صاحبزادے علی نام اور ایک صاحبزادی امامہ پیدا ہوئیں۔ علیؓ بلوغت کے قریب پہنچ کر انتقال کر گئے اور امامہ جوان ہو کر فاطمۃ الزہراؓ کے انتقال کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہٗ سے بیاہی گئیں لیکن جب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہٗ نے شہادت پائی

تو امامہ کا دوسرا عقد مغیرہ بن نوفل بن حارث سے ہوا۔ اور اُن سے ایک فرزند رشید یحییٰ نام پیدا ہوئے۔ بی بی رقیہ اور بی بی ام کلثوم کا پہلا عقد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابولہب کے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے ہوا اور پھر دونوں صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے حضرت عثمان بن عفان کے عقد میں آئیں۔ یعنی پہلی بی بی رقیہ اور اُن کے انتقال کے بعد بی بی ام کلثوم عثمان سے بیاہی گئیں۔ حضرت عثمانؓ کے یہاں بی بی رقیہؓ سے ایک صاحبزادے عبداللہ پیدا ہوئے۔ جو چھ برس کی عمر کو پہنچ کر انتقال کر گئے۔ حضرت عثمان کی کنیت ابوعبداللہ اِن ہی سے مشہور ہوئی۔ بی بی ام کلثومؓ سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ چوتھی صاحبزادی فاطمۃ الزہرا تھیں۔ جن کے حالات میں یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ سوائے ان کے اور کسی صاحبزادی سے آپ کی نسل آگے نہیں چلی۔ نبوت کے دسویں سال یعنی ہجرت سے تین برس پیشتر رمضان کے مہینہ میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی شمع حیات گل ہوگئی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ



ولادتِ
حضرت خاتونِ جنتؓ

آخر وہ مبارک اور مقدس دن آگیا جس کے لئے فضائے روحانی بیقرار تھی۔ یہ وہی مولود تھا جس کا خیر مقدم کرنے کے لئے توکل و رضا بے چین تھے۔ سعادت نسوان کی یہ پہلی اور آخری بشارت تھی۔ رحمت الٰہی کی عالمگیر نمود تھی۔ عالمِ صبر و قناعت کی سرسبزی و شادابی کا اعلان عام تھا۔ نسوانی عروج و ارتقا کا آخری پیام تھا۔ قناعت و وفاداری اور عفت پرستی کا قانون جدید تھا۔ غرور۔ بیکاری۔ بدکاری۔ نمائش و اسراف کا خاتمہ تھا۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری، خدیجہؓ کی دلاری فاطمہؓ، وہ فاطمہؓ جس کی عفت و عصمت توکل و رضا صبر و قناعت تواضع و انکساری پر دنیائے حق شناس آج تک وجد کر رہی ہے۔ ہاں وہ فاطمہؓ جو ایک نجیب الطرفین سیدہ تھی۔ جو باوجود اس کے کہ اس کا باپ دونوں جہان کا بادشاہ اور خاوند شیرِ خدا تھا۔ ہمیشہ فقر و افلاس کی دولت سے مالا مال رہی۔ شانِ جلال و جمال کے ساتھ عالمِ ہستی میں نمودار ہوئی ؎

از مولانا عبدالمجید صاحب صدیقی

کر سجدہ اے قلم کہ ادب کا مقام ہے　　تیری زباں پہ نعتِ محمدؐ کا نام ہے

لختِ دلِ خدیجہؓ جگر گوشۂ رسولؐ — یعنی جناب سیدۃ خیر النساءؓ بتول
مشہور ہیں جو فاطمہ زہراؓ کے نام سے — بیاہی گئیں جو حیدرِ عالی مقام سے
بنتِ رسولؐ شبر و شبیر کی ہیں ماں — بنتے تھے اونٹ جن کیلئے شاہِ دو جہاں
یعنی حسنؓ امام ہیں سرتاجِ اتقیا — اور ہیں حسینؓ میرِ شہیدانِ کربلا
سرسبز جن سے ملتِ بیضا کا ہے چمن — جو سرخرو ہیں پیشِ خداوندِ ذوالمنن
ہیں اُمتِ رسولؐ کی غمخوار فاطمہؓ — جنت کی عورتوں کی ہیں سردار فاطمہؓ
کانِ حیا ہیں جو عمرِ مہر و وفا ہیں یہ — بحرِ سخا ہیں گوہرِ لطف و عطا ہیں یہ

فاطمہؓ کی ولادت سچ پوچھو تو کائناتِ نسوان کے شرف و احترام کی ولادت تھی اور ہماری ماؤں بہنوں بیٹیوں کی سعادت و فیروزمندی کے حقیقی میلادِ مقدس کا یہی دن تھا۔ جس طرح رسولؐ پاک کی ولادت کا یوم میلاد تمام کرۂ ارضی کی سعادت کا دن قرار پایا۔ اسی طرح آپ کی لختِ جگر فاطمہؓ کی پیدائش کا روز بھی تمام نسوانی برکات و تقدس کا مرجع کہلایا کیونکہ یہی وہ دن تھا جس میں جنسِ لطیف کی سب سے بڑی عظمت کا ظہور ہوا۔ یہی وہ دن تھا جس میں توکل اور تسلیم و رضا نے جنم لیا، یہی وہ دن تھا جس میں وفاداری اور نیکوکاری کے بے برگ و بار درختوں کو سبز پتوں اور خوشبودار پھولوں کا خلعت عطا ہوا۔ یہی وہ دن تھا جس میں عصمت و حیا کی نشوونما ہوئی۔ یہی وہ دن تھا جس میں انسان کے شرف و احترام کا معیار سیرۃ (کیرکٹر) قرار دی گئی۔ یہی وہ دن تھا جبمیں نظام خانہ داری کی بنیاد پڑی الغرض یہی وہ دن تھا جس میں مخدرات کی ساری بڑائیوں، ساری سعادتوں، ساری وفاداریوں، ساری عفت پرستیوں، ساری ریاضتوں، اور ساری قناعتوں کا افتتاح

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ۔

اِس مُبارک مولود کا نام فاطمہؓ اور لقب زہراؓ ہے

زہراؓ:۔ حضرت زبدۃ النسا فاطمۃ الزہراؓ کا لقب ہے۔ جو زہرؓ سے مشتق ہے جس کے معنے سپیدی حسن۔ شگوفہ وغیرہ کے ہیں۔ زہراؓ کا اسم صفت زہرؓ ہے۔ اس لئے حضرت سیدۃ النسا کا لقب زہراؓ (فتح زائے معجمہ سے پڑھنا چاہیئے۔)

تنبیہ:۔ غالباً یہ ظاہر کر دینا ضروری ہوگا کہ آپ کا لقب زہراؓ کیوں تھا لفظ زہرا از ہر افضل التفضیل کا مؤنث ہے جس کے معنی روشن تر کے ہیں آپ کا رنگ چونکہ گندمی تھا لہذا یہ نام رکھا گیا۔

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ

نجیب الطرفین ہونے کے ثبوت میں زیادہ دلائل و براہین کی ضرورت نہیں؟ جبکہ تجہ تجہ آپؓ کے حسب نسب سے واقف ہے آپ کی ماں جناب خدیجۃ الکبریٰؓ تھیں۔ جن کے شرف و احترام کا تذکرہ ہم ابھی کر چکے ہیں۔ آپ کے باپ ہمارے آقائے نامدار رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ جو دُنیا کے سب سے بڑے پیغمبر ہیں۔ آپؓ کی اِس فضیلت کا سب کو اعتراف ہے اور آپؓ کی نجابت و شرافت میں کسی کو کلام نہیں۔

چونکہ حضرت سرورِ کائنات صلعم کے دعوے نبوت کی وجہ سے معاشر قریش آپؐ کے خلاف ہو رہے تھے اِس۔ لئے آپؓ کی ولادت کے وقت قبیلہ کی کوئی عورت حضرتؐ کے گھر نہ آئی۔ بروایت حضرت امام حسنؓ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے ولادت کے موقعہ پر اُم المؤمنین حضرت

خدیجۃ الکبریٰؓ کو کسی طرح کی تکلیف محسوس نہ ہوئی جیسی کہ اور بچوں کی پیدائش کے وقت عموماً ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلعم نے گود میں لیکر پیشانی پر بوسہ دیا اور اس مولود مسعود کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ دنیا کی تمام عورتوں سے کوئی ایک بھی آپؓ کے مرتبہ و شان کو نہ پہنچی ؎

از جناب سیماب وارثی اکبرآبادی

باش اے بلبلِ توصیف نشانِ زہراؓ — تجھے معلوم نہیں رتبہ و شانِ زہراؓ
تری چھوٹی سی زباں اور بیانِ زہراؓ — شانِ اوصاف فزوں تر ہے بیانِ زہراؓ

سب جسے زہرہ آغوشِ علیؓ کہتے ہیں
ہم اُسے باغِ رسالت کی کلی کہتے ہیں

وہ کلی، جس نے گلستانِ جہاں مہکایا — وہ کلی، جس سے نمو ہر گلِ تر نے پایا
وہ کلی، جو کہ زرِ فقر کا تھی سرمایا — وہ کلی، جس سے گلِ باغِ جناں شرمایا

اِس کلی کا کوئی جب تک کہ شگوفہ نہ کھلا
گلشنِ دہر میں کوئی گلِ رعنا نہ کھلا

باپ وہ باپ ہوئی ختمِ نبوت جن پہ — شوہر ایسے کہ کرے ناز شجاعت جن پہ
ایسے فرزند، کہ قرباں ہو شہادت جن پہ — فخر کرتی رہی دنیا میں امامت جن پہ

تھا جو آوانِ نبوت وہ زمانہ پایا
تھا جو ممتاز زمانے میں وہ کنبہ پایا

فاطمہؓ نورِ نظر احمدِ مختار کی تھیں — فاطمہؓ لختِ جگر دین کے سردار کی تھیں
زوجۂ محترمہ حیدرِ کرار کی تھیں — اور ماں شبرؑ و شبیرؑ دل افگار کی تھیں

کس نے دیکھا شرفِ اندوز زمانہ ایسا
کس نے پایا ہے زمانے میں گھرانا ایسا

وہ گراں خاطر آلائشِ دنیا نہ ہوئیں　　شکوۂ سنجِ غم و اندوہِ زمانہ نہ ہوئیں
زحمتیں آپ کو تقدیر سے کیا کیا نہ ہوئیں　　منزلِ صبر سے لیکن کبھی پسپا نہ ہوئیں

کھولنے کے لئے گویا لبِ فریاد نہ تھا
ہائے اس بھول کے قرباں کہ گلہ یاد نہ تھا

اپنے بچوں کیلئے کرتی تھیں محنت زہراؓ　　اپنے شوہر کی تھیں پابندِ اطاعت زہراؓ
تھیں جو وابستۂ احکامِ شریعت زہراؓ　　صبح تا شام رہیں خادمِ ملت زہراؓ

اپنی تکلیف کی مطلق نہ خبر ہوتی تھی
رات دن ذکرِ الٰہی میں بسر ہوتی تھی

خُلق ایسا کہ کبھی کوئی گرانبار نہ ہوا　　جُود ایسا کہ پریشاں کوئی سائل نہ ہوا
دل کبھی حسرتِ عشرتِ باطل نہ ہوا　　کام مشکل بھی ہوا کوئی تو مشکل نہ ہوا

مانعِ شکوہ ہے راضی برضا ہو جانا
"درد کا حد سے گذرنا ہے دوا ہو جانا"　　(غالب)

ہاتھ سے پیس کے بچوں کو کھلاتی تھیں وہ　　روٹیاں خود سحر و شام پکاتی تھیں وہ
اپنے شوہر کا ہر اک ناز اٹھاتی تھیں وہ　　اور جب دیکھیے شاکر نظر آتی تھیں وہ

دین کی تھیں بلکہ حاصلِ انہیں دنیا تھی
اور گھر میں کوئی لونڈی نہ کوئی ماما تھی

فاطمہؓ دخترِ سردارِ مدینہ تھیں مگر　　بیس پیوند تھے اور ایک پرانی چادر
واہ رے صبر نہ کی دولتِ دنیا پہ نظر　　مال قدموں پہ گرا آ کے تو ماری ٹھوکر

حسرتِ مال نہ تھی آرزوئے جاہ نہ تھی
دین کی چاہ تھی دنیا کی انہیں چاہ نہ تھی

زر سے مطلب تھا انہیں اور نہ زیور سے غرض　　نہ تنعّم کی تمنا نہ مرصّع سے غرض

حسرتِ عیش نہ ملبوسِ معطر سے غرض — تھی تو نہ شغلِ وئی اللہ و پیمبر سے غرض

وقت اپنا ہوسِ خام میں کب کھوتی تھیں
صرف سجدہ میں پڑی رہتی تھیں اور روتی تھیں

خدمتِ خلق میں مصروف تھیں محدومِ امیں — کوئی دنیا کی خوشی ہی نہ تھی مفہوم ایسی
نہ شکم سیر غذا سے ہوئیں محرومِ ایسی — نہ سُنی غیر نے آواز بھی معصوم ایسی

ماہ بھی ڈال کے چہرہ پہ نقاب آتا تھا
اپنی آنکھوں سے بھی زہرا کو حجاب آتا تھا

ایسی بابا کی چہیتی کوئی بیٹی نہ سُنی — بیٹیاں اور بھی گذریں مگر ایسی نہ سُنی
دھوم کونین میں یوں اور کسی کی نہ سُنی — ایسی خاتونِ مکرم کہیں دیکھی نہ سُنی

شاہزادی تھیں وہ اسلام کی قوت یہ تھی
خود نبی اُٹھتے تھے تعظیم کو عزت یہ تھی

آج جو عورتیں کہتی ہیں "مسلماں ہم ہیں" — "پیرو مشربِ بنتِ شہِ دوراں ہم ہیں"
اُن کا دعوے ہے کہ "ہاں صاحبِ ایماں ہم ہیں" — دیکھکر اُن کو بہت شرمسار و حیراں ہم ہیں

نہ ہے وہ حلم و قناعت نہ شکیبائی ہے
سچ کہیں آپ یہی مشربِ زہرائی ہے

عیش و عشرت میں یہ مذہب کو بھلا بیٹھی ہیں — آنکھ غفلت سے یہ دیدہ کی لگا بیٹھی ہیں
پاسِ ناموسِ شریعت کو مٹا بیٹھی ہیں — الغرض دین سے یہ ہاتھ اُٹھا بیٹھی ہیں

روزے رکھتی ہیں نہ آتی ہیں نمازیں ان کو
رہ گئیں یاد فقط نذر نیازیں ان کو

یوں تو کہنے کو یہ "بی والیاں" کہلاتی ہیں — بے خطر میلے تماشوں میں نظر آتی ہیں
نیند بھر سوتی ہیں کھانے کی طرح کھاتی ہیں — زر و زیور کی نمائش پہ مٹی جاتی ہیں

زیور ایمان ہے، دولت ہے شریعت انکی
مسلکِ نیک سے برعکس ہے حالت انکی

انہیں پروا ہے یتیموں کی نہ بیماروں کی — نہ ہے بیواؤں کی کچھ فکر نہ بیچاروں کی
ان کی ہر شان میں ہے شان گنہگاروں کی — عیش کرتی ہیں مگر چھاؤں میں تلواروں کی

دیکھنا حشر کے دن خوب ہی شرمائینگی
سامنے فاطمہ زہراؓ کے یہ کیا جائینگی

پیروی مشربِ زہراؓ کی ہے لازم ان پر — خوش ہوں زہراؓ و علیؓ شاد رہیں پیغمبرؐ
تا قیامت میں ہو اللہ کی رحمت کی نظر — بعد مرنے کے ملے جنت و حوضِ کوثر

سرخرو ہوں یہ شہِ ہر دوسرا کے آگے
نہ ہو شرمندگی محشر میں خدا کے آگے

بروز جمعۃ المبارک بوقت طلوع آفتاب ۲۰ جمادی الآخر سنہ ۶۱۰ء کو جناب فاطمۃ الزہراؓ پیدا ہوئیں۔ اس وقت رسول کریم صلعم کا سن مبارک چالیس سال سے اوپر تھا۔ بقول صاحب ابن سعد آپ اس وقت ۴۱ سال کے تھے (تہذیب الکمال و طبقات ابن سعد) یہ وہ زمانہ تھا جبکہ مکہ میں کعبہ کی تجدید ہو رہی تھی۔ حسنِ اتفاق کہنا چاہئے کہ کعبہ کی تجدید اور مولود فاطمہؓ کا ظہور ایک وقت میں ہوا[1]۔ گویا ایک طرف معمار کعبۃ اللہ کی تعمیر و تجدید میں مصروف تھے اور دوسری طرف معمارِ ازل فاطمہؓ کی سیرت کی تعمیر

[1] مولد بتول شعیب بنی ہاشم میں واقعہ ہے جہاں آجکل کوشاشیہ اور سوق اللیل کے محلے واقع ہیں۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کا مکان ایک تنگ گلی کے متصل ہے۔ رسول کریم صلعم شادی کے بعد اس مکان میں جو خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کی ملکیت تھا تشریف لے آئے تھے اور ایام حجر تک یہیں رہے۔ یہ مکان دالان در دالان ہے۔ مولد فاطمہ رضؓ عام سطح زمین سے کسی قدر نیچے ہے۔
(بقیہ حاشیہ کے لئے دیکھئے اگلا صفحہ)

میں مصروف تھا۔ کعبہ بھی بن کر سجدہ گاہِ عالم ہوا اور زہراؓ کا تقدس بھی دائمی پرستش سے سرفراز ہوا۔

سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جبرئیل علیہ السلام جنت کا ایک سیب میرے پاس لائے۔ جسے میں نے معراج کی رات کو کھایا۔ اسی شب خدیجۃ الکبریٰؓ مجھ سے حاملہ ہوئیں۔ اس حمل سے فاطمہؓ پیدا ہوئیں۔ پس جب کبھی مجھ پر جنت کی خوشبو کا شوق غالب ہوتا ہے۔ تو میں فاطمہؓ کے دہنِ مبارک کو سونگھ لیتا ہوں (حاکم) و (ابو سعد فی شرف النبوۃ)۔

مدارج میں سن ولادت حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کے اکتالیسویں سال میں بعد از دعوائے نبوت لکھا ہے مگر دیگر اکثر تاریخیں اس کے خلاف ہیں۔ کمالِ حسن کی وجہ سے حضرت سرورِ کائناتؐ آپ کو اکثر زہراؓ کے نام سے بھی بلا لیا کرتے تھے۔ جناب سیدہ کے اشہر القاب

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸) اس کی زیارت کے لئے چھ زینے نیچے اتر کر دہنی جانب جاتے ہیں جہاں ایک لکڑی کا قبہ بنا ہوا ہے۔ جس کے اوپر آجکل ایک خوشنما برجی ہے اور سبز بانات کا نہایت خوبصورت غلاف چڑھا ہوا ہے۔ اس کے سرہانے کی طرف دیوار میں چکی کا زیریں پاٹ رکھا ہوا ہے۔ جس کی نسبت مشہور ہے کہ عالمِ طفولیت میں آپ اس سے آٹا پیسا کرتی تھیں۔ اسی مکان کے دوسری طرف جناب رسول خدا صلعم کا خلوت خانہ اور عبادت کا حجرہ ہے جس کو قبتہ الوحی کہتے ہیں۔ پاس ہی ام المومنین حضرت خدیجہؓ اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کرنے کی جگہ ہے۔ شہر مکہ معظمہ کا اعلیٰ خاکہ جس میں مولد فاطمہؓ اور شعب بنی ہاشم پر خاص طور سے نشان دیئے گئے ہیں۔ ناظرین کی دلچسپی کے لئے اس صفحہ کے مقابل لگا دیا گیا ہے۔

میں سے البتول۔ سیدۃ النسا۔ افضل النسا۔ خیر النسا۔ الصدیقہ۔ الزہرا رضؓ

بتول۔ بتل سے مشتق ہے۔ جس کے معنے کاٹنے اور قطع کرنیکے ہیں۔ بتول

کے معنے قطع کرنے والا ہے یہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا لقب ہے۔ کیونکہ

انہوں نے خدا کی راہ میں دنیا سے قطع تعلق کر لیا تھا۔ اس واسطے بتول

کے لقب سے ملقب ہوئیں قولہ تعالےٰ وتبتل الیہ تبتیلا (صراح)

الطاہرہ۔ الشریفہ۔ الراضیہ۔ المرضیہ۔ المحدثہ زیادہ مشہور ہیں[۵۱]

حضرت عمر فاروقؓ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے دل کو خدا کے بعد سب

سے زیادہ محبوب آپؓ کے والد تھے۔ اِن کے بعد تم ہو۔ حضرت صدیق اکبرؓ

کا قول ہے ارقبوا محمداً فی اہل بیتہ۔[۵۲]

از حکیم عابد علی صاحب کوثر خیرآبادی

عفو و بخشش کا ذریعہ ہے دعائے فاطمہؓ — ہم کو لے جائیگی جنت میں ولائے فاطمہؓ

لکھ نہیں سکتا کوئی مدح و ثنائے فاطمہؓ — جن و انساں حور و غلماں ہیں فدائے فاطمہؓ

ملک و دولت جاہ و حشمت پر نظر کرتے نہیں — بادشاہِ دین و دنیا ہیں گدائے فاطمہؓ

سر میں سودا ہے ازل سے عشقِ آلِ پاک کا — جان نذرِ پنجتن ہے دل فدائے فاطمہؓ

آفتابِ حشر کا ان بیبیوں کا ڈر نہیں — جن کے سر پر سایہ افگن ہو لوائے فاطمہؓ

پنجتن کا رنج ہے قہر و عتابِ ایزدی — ہے رضائے مصطفےٰ بیشک رضائے فاطمہؓ

رفعت و عزت و شرف پر ہے کلامِ حق گواہ — آیتِ تطہیر اتری ہے برائے فاطمہؓ

خاکِ کوئے پنجتن کحل البصر سے ہے سوا — سجدہ گاہِ اہلِ دیں ہے نقشِ پائے فاطمہؓ

سورۂ طٰہٰ و یٰسین میں ہے مدحِ مصطفےٰ — ہل اتےٰ[۵۳] میں صاف نازل ہے ثنائے فاطمہؓ

سندھ و سنجاب سے بڑھکر ہے بوسیدہ گلیم — زینتِ تختِ سلیماںؑ بوریائے فاطمہؓ

---

[۵۱] (نزل الابرار) ۔ [۵۲] مراد از سورۂ دہر یا انسان پارہ ۲۹ ۔

ہم سیہ کاروں کی محشر میں نہ ہو پردہ دری — ہاتھ آجائے جو قسمت سے ردائے فاطمہؓ
کوئی بامِ قصرِ رفعت تک پہنچ سکتا نہیں — ہے حریمِ قربِ رحمانی میں جائے فاطمہؓ
غیر ممکن ہے کہ جو مانگیں وہی پائیں نہ ہم — اسمِ اعظم سے زیادہ ہے دعائے فاطمہؓ
مَیں دعا گو ہوں خدا سے یا الٰہی روزِ حشر — میرے سر پر سایہ گستر ہو لوائے فاطمہؓ

جان و دل سے آلِ پاکِ مصطفےٰ پر ہوں نثار
خادمِ حسنین ہوں مَیں خاک پائے فاطمہؓ

جناب فاطمہؓ کی پیدائش کے وقت خدیجہؓ کی عمر ساٹھ برس کی تھی۔ فاطمہؓ آپؐ کی اولاد میں سب سے چھوٹی تھیں بقول ابوعمر سب سے بڑی زینبؓ اُن سے چھوٹی رقیہ۔ پھر ام کلثوم اور سب کے بعد حضرت فاطمہؓ پیدا ہوئیں۔ اور شادی کو بیس برس ہو چکے تھے۔ ابھی سرکارِ عالیہ خاتونِ جنتؓ کی عمر پانچ ہی سال کی ہونے پائی تھی کہ جناب خدیجہؓ کا انتقال ہو گیا۔ آہ اُمنہ سے کہہ دینے اور قلم سے لکھ دینے کو یہ معمولی بات ہے لیکن اُس غربت و یتیمی، اور حقیقی اندوہ و اضطراب سے وہی یتیم بچے لذت یاب ہو سکتے ہیں جن کو بچپن کی یتیمی سے سابقہ پڑا ہے معصوم بچوں کے سر سے ماں کا سایہ اُٹھ جانا کوئی معمولی حادثہ نہیں ہے۔ یہ ایسا جگر خراش سانحہ ہے کہ بڑے بڑے دل گردے والے اس آزمائش میں تلملا جاتے ہیں۔ یوں تو والدین میں سے کسی کی بھی جدائی نہیں برداشت ہو سکتی با ایں ہمہ بچوں کے لئے سایۂ مادری اور بھی غنیمت ہوا کرتا ہے کیونکہ ان کی حقیقی اور ہر وقت کی دمساز و غمگسار مامتا کی ماری ماں ہی ہوتی ہے۔ اِس لئے پانچ برس کی عمر میں فاطمہؓ کا یتیم ہو جانا نہایت ہی دردناک سین ہے لیکن اربابِ فہم جانتے ہیں کہ فاطمۃ الزہراؓ کو اِس عمر میں

لہ اصابہ باب النسا۔

یتیم بنانا بھی مصلحت و مشیت ایزدی ہی کے ماتحت تھا۔ کیونکہ کوئی سیرت حقائق و معارف پر مکمل عبور حاصل نہیں کر سکتی تاوقتیکہ مکمل تاثرات و حادثات سے اُسے سابقہ نہ پڑے۔ اِس نظریہ کے ماتحت جناب فاطمہؓ کی یتیمی بھی مبارک تھی۔ کیونکہ اِس پردے میں الہ العالمین اِس نیک بخت بی بی کی سیرت کو پختہ بنا رہا تھا۔ اگر جناب فاطمہؓ کو معصومی اور یتیمی کے تاثرات سے دوچار نہ ہونا پڑتا تو یقیناً آپؓ کی فطرتِ صالحہ میں ایثار و اخوت، اور ہمدردی و مسکین نوازی کا مادہ نامکمل رہ جاتا اور آپ یتیموں کے جذبات پر کماحقہٗ الطاف و توجہ نہ کر سکتیں۔ کیونکہ جس شخص نے اپنی ساری عمر میں کبھی بھوک پیاس کی تکلیف نہیں اُٹھائی وہ نہیں جانتا کہ فقر و افلاس اور تشنگی و گرسنگی کے عالم میں ہمدردی کی کس قدر ضرورت ہوتی ہے۔ ایک شخص جو تندرست ہے وہ بیماری کی ماہیت سے کبھی آگاہ نہیں ہو سکتا۔ ایک آنکھوں والا آدمی کبھی اندھوں کی حقیقی تکلیف و بیچارگی کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکتا۔ اِن حالات میں ضروری تھا کہ الہ العالمین اپنے محبوبؐ کے جگر گوشہ کو یتیمی کے تاثرات سے آگاہ کرتا تاکہ وہ آگے چل کر یتیموں کے سر پہ دستِ شفقت رکھے اور بیچاروں سے ہمدردی کرے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جناب زہراؓ ساری عمر نرم دل، ہمدرد، اور چارہ گرِ بیچارگاں رہیں، بلاشبہ خدا کا کوئی کام حکمت و مصلحت سے خالی نہیں ہوتا۔

فاطمہ زہراؓ رسول پاکؐ کا جگر گوشہ تھیں۔ اُمت کی ساری ہمدردیاں، اور غمگساریاں آپؐ کے ساتھ تھیں۔ خود رسالتمآبؐ کا مقدس سایہ سر پہ موجود تھا یہ سب کچھ تھا۔ لیکن وہ قدرتی غمزدگی آپؓ پر وارد تھی۔ جو بے ماں کے بچوں کا حصہ ہے۔ سیدہ کی عمر گو ابھی سن تمیز کو نہیں پہنچی تھی۔ تاہم

شفقتِ مادر کی محرومی کا آپؓ کو قدرتی احساس تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپؓ کے چہرہ پر اُداسی نمایاں تھی اور گویائی پر خاموشی نے غلبہ پالیا تھا۔ آپؓ کی متجسس اور مایوس آنکھیں ہر طرف کسی کی تلاش میں رہتی تھیں لیکن ماں ایسی جگہ نہیں گئی تھیں کہ کسی تجسس و تفکر تلاش و تفحص سے مل جائیں۔ جب اس عالمِ غربت میں ان کی مایوسی حد سے بڑھ جاتی تھی تو کبھی اشکبار ہوکر کبھی بیقرار ہوکر رسول کریم صلعم سے پوچھا کرتیں کہ "ابا جان! اماں کہاں گئی ہیں؟ اور اب کب آئیں گی؟" آہ اس معصوم بچی کو اماں کی حقیقی یاد تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ کسی سبیل سے ماں کو دیکھ لے۔ لیکن یہ نہیں جانتی تھی کہ اماں ہمیشہ کے لئے رخصت ہوچکی ہے! وہ ایسی جگہ گئی ہے جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا۔ رسول کریم صلعم اس کو پیار کرتے اور تسلی دیتے۔ لیکن یہ کبھی نہ کہتے کہ وہ اِدھر اُدھر گئی ہیں! ہمیشہ یہی فرماتے کہ تمہاری اماں وہاں گئی ہیں جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا۔ سبحان اللہ صداقت کا اس درجہ پاس و لحاظ تھا کہ اپنی لختِ جگر کی تسکین کے لئے بھی کبھی جھوٹ نہ کہا مبارک ہے فاطمہؓ جس کو ایسے صادق اور امین باپ ملے تھے تربیت اولاد کا اس سے شاندار نمونہ اور کیا ہوسکتا ہے؟ آجکل کے [illegible] اپنے بچوں کو دن رات دروغ اور فریب کی باتوں سے مسرور کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ جناب فاطمہؓ کی صداقت و راست شعاری ایسی ہی اشرف تعلیم و تربیت کا نتیجہ تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کی غور و پرداخت گھر کے کام کاج اور انتظام خانہ داری کے لئے ام المومنین سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کرلیا۔ اس نکاح سے حضرت فاطمہ الزہراؓ اور ان کی بہنوں کی

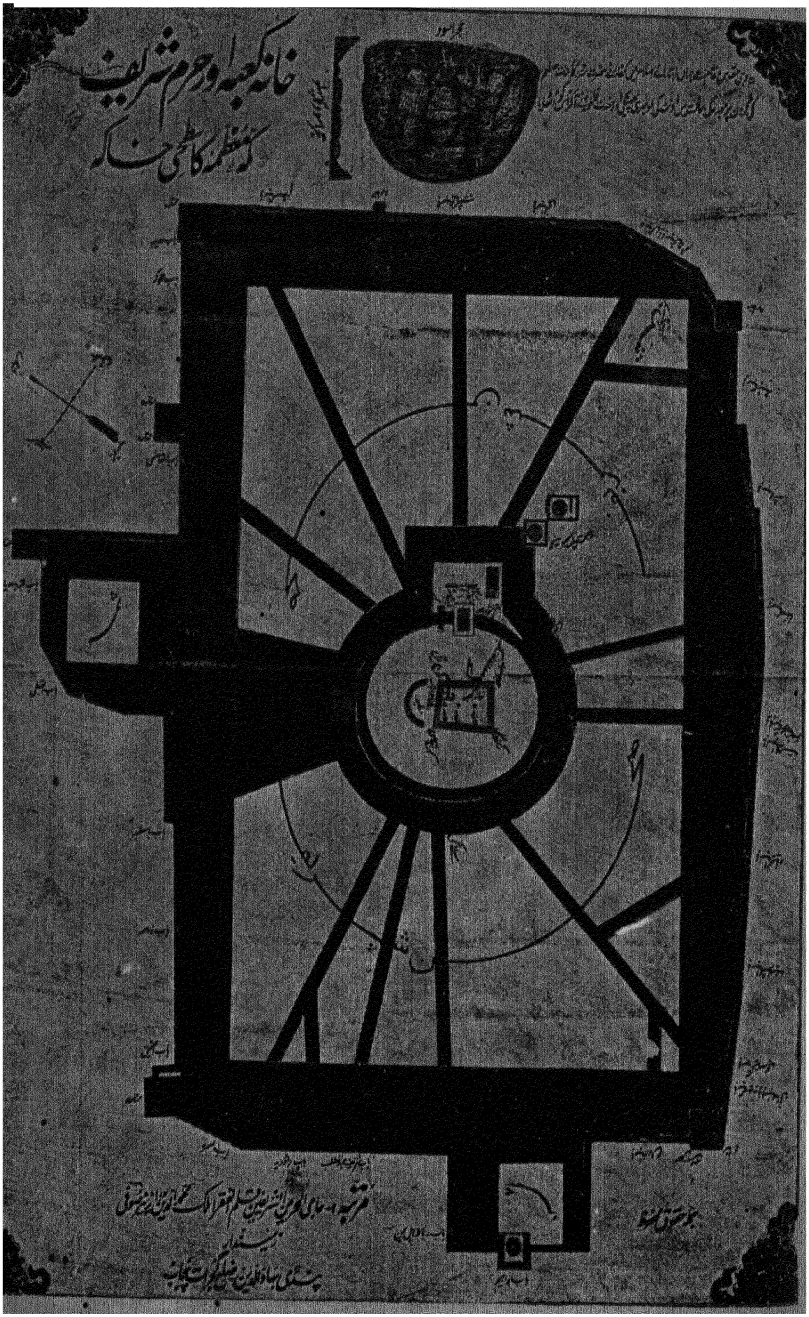
تکلیف کسی قدر کم ہوگئی۔ خاتونِ جنتؓ محلہ کی لڑکیوں سے زیادہ میل جول نہ رکھتی تھیں۔ ہمیشہ اپنے گھر میں اپنی بڑی بہنوں سے کھیلتیں۔ اِن کی بہنیں عزیزوں یا ہمسایوں کے گھر میں جاتی تھیں لیکن آپؓ نے کبھی گھر سے باہر قدم نہ رکھا۔ جنابِ فاطمہؓ کا زیادہ وقت تنہائی میں بسر ہوتا۔ بے ماں کی بچی خاموش بیٹھی رہا کرتی۔ اسی تنہائی اور خاموشی نے فاطمہؓ کو متین بنا دیا تھا۔ ہمسایہ کی کوئی لڑکی آجاتی تو ذرا طبیعت بہلا لی جاتی رسول کریم صلعم کو تبلیغ اسلام کے عظیم الشان کام سے ہی فرصت نہیں ملتی تھی۔ جناب رسالت مآبؐ کو صرف ایک چیز کا عشق تھا اور وہ محبوب چیز "اِسلام" تھا۔ اِسلام کے عشق میں آپؐ نے سب کچھ بھلا دیا تھا۔ آپؐ کی مبارک حیات کا مقصدِ اوّلین صرف "اسلام" تھا۔ سوتے جاگتے اُٹھتے بیٹھتے اسلام کا ہی ذکر تھا۔ مخالفین کی ستم آفرینیوں نے جنابؐ کو اور بھی مشوش بنا رکھا تھا۔ ایسی حالت میں وہ اپنی معصوم بچی کی بھلا کیسے دلداری کر سکتے تھے؟ تاہم فاطمہؓ جنابؐ کے جگر کا ٹکڑا تھیں۔ دل کا سرور تھیں آنکھوں کا نور تھیں۔ اِس لئے آپؐ کو زہراؓ سے بیحد محبت تھی۔ جب فرصت ہوتی فاطمہؓ کے حال پر توجہ فرماتے۔ دلاسا دیتے۔ اگر کہیں تبلیغ کے لئے باہر جاتے تو فاطمہؓ اصرار فرماتیں کہ ابّا جان! مجھے بھی ہمراہ لے چلئے۔ آہ کیسی رقت انگیز حالت تھی۔ رسولؐ کا جگر پارہ۔ خدیجہؓ مغفورہ کا دُلارہ اور یہ غربت و یتیمی! گھر میں نہ کسی کا سہارا۔ نہ باہر جانے کا یارا۔ تنگدستی کی یہ کیفیت کہ گھر میں اگر چراغ تھا تو تیل نہ تھا۔ اگر مشکے تھے تو ان میں پانی نہ تھا۔ کھانے کے لئے اگر ایک وقت روزی تھی تو دوسرے وقت روزہ تھا۔ یہ افلاس تھا۔ یہ غربت تھی یہ یتیمی تھی۔ یہ

بے سروسامانی تھی۔ باایں ہمہ ضبط اور تحمل کے مالک تھے۔ باپؐ تھا تو وہ صابر تھا بیٹیؓ تھی تو وہ راضی برضا تھی۔ مال وزر سے محروم تھے لیکن صبر و توکل کے خزانے معمور تھے۔ استقلال اِن کے وجود پہ ناز کرتا تھا یاس و حسرت کبھی اِس گھر میں نہ بھٹکتی تھی۔ نامرادی اور ناشادی ہمیشہ اِن کی زیارت سے محروم رہی۔ سیدہؓ گو ابھی معصوم تھیں لیکن نہایت پاکدامن اور نیک نفس بی بی تھیں۔ رسولؐ کریم کے ارشادات پر صدق دل سے عامل رہتیں اور کبھی بیجا ضد یا ہٹ نہ فرماتیں۔ جناب زہراؓ کے پاس ان کی ہمنام بی بی فاطمہ بنت اسد فاطمہ بنت زبیر، اسما و عائشہ بنت ابابکرؓ حفصہؓ بنت عمر خطابؓ جن کے گھر پاس تھے آکر بیٹھا کرتی تھیں۔ بس یہ چند ہستیاں تھیں جن کو خواہ بنت الرسولؐ کی غمگساری کہہ لو خواہ حاشیہ بردار۔ اِن کے سوا جناب زہراؓ کی صحبت میں ہمیشہ نیک جذبات ہی رہے اور کسی ہم جلیس کی صحبت نے آپؓ کو شرمندۂ احسان نہ بنایا۔ مصیبت اور غربت کے اس تجربہ نے جناب فاطمہؓ کو دنیا کی محبت اور نفسانیت سے پاک و بے نیاز بنا دیا تھا۔ وہ ہمیشہ خاموشی کے ساتھ مستقبل کی تعمیر فرمایا کرتیں اور یادِ خدا سے مطمئن رہتیں۔ جناب رسولؐ مقبول کو فاطمہؓ کی یہ متانت بیحد پسند تھی۔ آپ اپنے جگر گوشہ کو بتول یعنی تارک الدنیا کہا کرتے تھے اور واقعی جناب زہراؓ کا استغنا اس خطاب کا مستحق تھا ؎

نہ زر کی تمنا نہ دولت کی پروا — نہ آرام کی دھن نہ عشرت کی پروا
نہ مال کی تھی نہ حشمت کی پروا — اگر تھی تو زہراؓ کو عصمت کی پروا

وہ لائی تھیں فطرت سے تقدیر ایسی
ملی کس کو دنیا میں تقدیر ایسی

فاطمہؓ نے ہوش سنبھالتے ہی دُنیائے کفر کو اپنے نامور باپ کا بدخواہ پایا۔ کفار طرح طرح سے جنابؐ کے احترام میں خلل ڈالتے تھے۔ ایک مرتبہ رسول مقبول صلعم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ عتبہ اور شیبہ وغیرہ نے جو کفار کے سرگروہ تھے اور حضرت کو تکلیف پہنچانے کی کوشش میں رہا کرتے تھے اونٹ کا پوٹا جو اسی دن ذبح کیا گیا تھا سجدے کی حالت میں آپؐ کی گردن پر لاکر ڈال دیا۔ آپؐ اس کے بوجھ سے سر نہ اُٹھا سکے۔ یہ دیکھ کر فاطمہؓ دوڑیں۔ اور اس کو آپؐ کی گردن سے ہٹا دیا اور ان کفار کو جو وہاں کھڑے ہنس رہے تھے بددعائیں دیں۔ وہ جنگ احد میں واصل جہنم ہو گئے۔ یہ وہ مشاہدہ تھا جس نے جناب زہراؓ کو بیش از پیش محتاط اور حساس بنا دیا تھا۔ اس چھوٹی سی عمر میں آپؓ کو کفر و اسلام کی کشمکش کا علم ہوا۔ اور آپؓ نے دیکھا کہ ایک دُنیا صداقت کی مخالفت میں کس طرح چراغ پا ہو رہی ہے؟ اور ایمانداری کا نشر و اعلان کس درجہ کٹھن کام ہے؟ ان مشاہدات سے آپؓ کو اپنے مقدس باپؐ کی مشکلات کا اندازہ بھی ہو گیا تھا کہ وہ کن شدید خطرات میں زندگی بسر فرما رہے ہیں؟ یہ بھی آپؓ کو سبق ملا کہ صدق و دیانت کی اشاعت انسان کا اصلی نقطۂ مقصود ہونا چاہئے کیونکہ اس سے زیادہ مقدس اور مؤثر اور کوئی کام نہیں ہے آپؓ نے اپنے واجب التعظیم باپؐ کا عشق الٰہی مشاہدہ کیا۔ کہ آپؐ کس طرح دن رات اشاعت اسلام کی دھن میں لگے رہتے ہیں اور آپؐ کو اپنے فرائض کا اس درجہ لحاظ ہے کہ مخالفوں کی بھی پروا نہیں کرتے! ہر وقت اپنے کام سے کام ہے جب تک ایسا جذبہ کامل نہ ہو کبھی کسی کام کا انصرام نہیں ہو سکتا۔


خانہ کعبہ و حرم شریف
کی مفصلہ کاٹھی خاکہ



ناظرین کو یہ بتانا اب ضروری نہیں ہے کہ جناب زہراؓ کی ولادت کن حالات میں ہوئی۔ یہ ایسی مشکلات کا زمانہ تھا کہ اس کے تصور سے قلم و زبان میں رعشہ پیدا ہوتا ہے! یہ وہ زمانہ تھا کہ حق و صدق کی حمایت میں ہمارے رسول کریمؐ اپنی زبان کھول چکے تھے۔ اسی جرم کی پاداش میں آپؐ کا عالمگیر مقاطعہ عمل میں آچکا تھا۔ اپنے بیگانے بن گئے تھے۔ شب و ستم کی بوچھار تھی۔ دشمنانِ دین و ایمان اپنی ساری ہیبت ناک اور مکروہ طاقتوں کے ساتھ آنحضورؐ پر یورش کر چکے تھے۔ قریش کے غرور کا پیمانہ لبریز ہو رہا تھا۔ نبی کریمؐ صلعم کی تحقیر و تذلیل ہو رہی تھی۔ نبیؐ کریم مخالفین کی سرکار میں معتوب تھے۔ کفرستانِ عرب کا ذرہ ذرہ مقدس نبیؐ کے خون کا پیاسا تھا۔ جس طرف نگاہ اٹھتی تھی حسرت و یاس کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ لیکن اس برگزیدہ بندے کو عجیب دل و دماغ ملا تھا۔ اس فقر و بے نوائی میں بھی آپؐ کے قبضے میں ایک لاثانی خزانہ تھا۔ اور یہ خزانہ "یقین" کی دولت سے معمور تھا۔ اس "یقین" کامل کے ساتھ آپ سمجھتے تھے کہ ایک سب سے بڑی اور سب سے بالاتر ذات ہے

جس کی خوشی اور مرضی، اسی کام میں ہے جو میں کر رہا ہوں اور جس کا پیار اور عشق مجھ کو، میرے وجود معین کو، میرے نفس خاص کو، اسی وقت پھب سکتا ہے جبکہ اس کی راہ دعوت وارشاد میں مضطربانہ دوڑوں۔ پھولوں کی سیج سے اٹھوں اور کانٹوں کے اوپر لوٹوں، لعل وجواہر کو پھینکوں اور آگ کے انگاروں سے کھیلوں، خود اپنے ہاتھ سے اپنی آسائش وراحت کے اسباب کو جلا دوں۔ خود اپنے ہاتھوں اپنے مال ومتاع کو غارتگروں کے حوالے کر دوں، لینے سے بھاگوں، کھونے سے عشق کروں، دست معطی سے گریز کروں، اور دست سائل کے لئے پکاروں، اپنے آپکو مٹا دوں، اپنے آپ کو کھو دوں، اپنی آنکھوں کو ہمیشہ خونبار رکھوں، اپنے جسم کو ہمیشہ زخموں سے چور دیکھوں۔ اپنے ایک ایک زخم سے خون کی ندیاں بہا دوں، پھر اس پر بھی بس نہ کروں اور اگر اس محبوب حقیقی، اس شاہد یکتا کی ایک چشم مہر، ایک نگہ عشق پرور، ایک تبسم جاں نواز ایک ادائے قبولیت بھی مل سکے تو سولی کے تختے کا طواف کروں، جلاد کے ہاتھوں کو بوسہ دوں، آب شمشیر کو آب حیات سمجھوں! وہ کہ اس کی بڑائی پہ ہمارے ہزاروں درود وسلام پہنچیں۔ جب اپنے انہماک کے ساتھ دعوت اسلام کی راہ میں نکلتا تھا تو صرف زخم ودرد کا ہی بھوکا پیاسا رہتا تھا۔ جب اسے کوئی نیا زخم ملتا تھا تو نئی صدائے شکر اس کے دل سے نکلتی تھی اور جب وہ کسی نئی بردباری، کسی نئی جسمانی تباہی، کسی نئی ضرب شمشیر، اور کسی نئے حلقۂ زنجیر سے دوچار ہوتا تھا تو خوشیاں مناتا تھا کہ آج اپنے خدا کو راضی کرنے کے لئے سب سے بڑی دولت میرے ہاتھ آئی ؎

دو عالم نقد جاں دست دارند　　بیا زارے کہ سودائے تو باشد

باپ کے عشق کا یہ عالم تھا۔ ماں پہلے ہی داغِ مفارقت دے چکی تھی۔ اب فاطمہؓ کی تعلیم و تربیت سوائے معلم حقیقی کے اور کس کے سپرد ہوتی، فطرۃ صالحہ کا درس زیرِ نظر تھا۔ کتاب اللہ کی روشنی نے دل و دماغ منور کر دیئے تھے۔ ماسوا اللہ کے خس و خاشاک سے سینۂ پاک صاف تھا۔ رسول کریمؐ کہنے کو اُمّی تھے لیکن اسرارِ علوم و فنون، خزائن حقائق و معارف سے بہرہ ور تھے۔ پڑھنے پڑھانے والوں کی ظاہری آنکھوں میں نور ہوتا ہے مگر آپؐ کی ظاہری اور باطنی دونوں آنکھیں روشن تھیں۔ آپ کے قلب پر تمام علوم و لطائف کا نقش تھا اسی روحانی علم و دانش کا عکس فاطمہؓ کی سیرۃ صالحہ پر پڑا۔ اور اسی تربیت نے بے پڑھے لکھے باپؐ کی بیٹیؓ کو پڑھے لکھے جہان کا قبلہ بنا دیا!

باپؐ از فرق تا بقدم کیمیا تھا۔ اس کی خاک سونا تھی۔ اسی کی آغوشِ مقدس کو تم فاطمہؓ کی درس گاہ سمجھ لو۔ یہی وہ کالج تھا۔ جس میں زہراؓ نے اپنا نصابِ تعلیم پورا کیا اور فضیلت کے تاج نے آپؓ کے سر کو بوسہ دیا۔ دنیائے علم و فن ہمیشہ کے لئے سربسجود ہو گئی۔ فاطمہؓ کا ذہن پاکیزہ تھا طبیعت ذکی تھی قلب پُر نور تھا۔ فطرت صالح تھی۔ گوشت پوست میں خونِ رسالت کی حرارت تھی۔ نبیؐ کریم کی صحبت میں وہ کچھ حاصل کیا جس کی فکر میں ہماری مستورات عمریں برباد کر دیتی ہیں لیکن نہیں ملتا۔ فاطمہؓ نے آگے چل کر بتا دیا کہ اللہ کے پڑھائے ہوئے ایسے ہوتے ہیں! تم ساری عمر کتابوں کے کیڑے بنے رہتے ہو۔ لطائف و حقائق کے حصول میں فاتر العقل بن جاتے ہو لیکن جب تمہارا امتحان لیا جاتا ہے تو کورے کے کورے نظر آتے ہو۔ برخلاف اسکے فاطمہؓ کی طرف دیکھو کسی مدرسہ میں قدم نہیں رکھا۔ باپؐ اُمّی ہے پھر بھی [illegible]

کی برکت سے علم و فضل کی آفتاب بن گئیں!

این سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی عین حیات میں ایک بار انکے کسی عزیز کی شادی تھی۔ اِس تقریب پر انہوں نے اپنی بچیوں کو نئے کپڑے اور زیور پہنا کر شادی میں بھیجا۔ چونکہ بی بی خدیجہؓ دولتمند اور متمول خاتون تھیں۔ اِس لئے اپنی بچیوں کے لئے عمدہ عمدہ کپڑے اور نفیس و خوبصورت زیورات بنوا دیئے تھے۔ بی بی فاطمہؓ کی عمر اس وقت پانچ سال کے قریب تھی "ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات" ایسی ننھی سی عمر اور ایسی سادگی یا دُنیائے دوں کی طرف سے سیر چشمی۔ کہ آپؓ نے زیور پہن کر شادی میں جانے سے صاف انکار کر دیا۔ حالانکہ اُن کی دوسری بہنیں بن سنور کر گئیں۔ اِس عمر میں نئے کپڑے اور زیورات پہننے کا جس قدر شوق ہوتا ہے وہ ظاہر ہے۔ مگر حضرت سرورِ کائنات صلعم کے پاک خیالات کا اثر آپؓ کے دماغ میں بچپن سے ہی جاگزین ہو چکا تھا۔

حضرت خدیجہؓ کی زندگی ہی میں آپؓ کی تعلیم کی ابتدا ہو چکی تھی اور آپ کی وفات کے بعد بھی لکھنے پڑھنے کا سلسلہ کم و بیش جاری رہا۔ ساڑھے چار سال کی عمر میں ایک دن حضرت فاطمہؓ نے اپنی ماں سے سوال کیا کہ خدا کی قدرتیں تو ہمیں ہر وقت نظر آتی رہتی ہیں۔ کیا خدا کا دیدار بھی کبھی نصیب ہو سکتا ہے۔ اُمّ المؤمنین نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ جب ہم دُنیا میں نیک کام کریں گے اور لوگوں سے اچھا سلوک اور عمدہ برتاؤ رکھیں گے۔ خدا کے احکام کی تعمیل میں کوشاں رہیں گے

اس کے رسولؐ پر ایمان لائیں گے۔ تو فردائے قیامت میں خوشنودئ خدا کے مستحق ہوں گے۔ اور یہی اللہ تعالےٰ کا دیدار ہے۔

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اُمّ المومنین حضرت سودہؓ کے نکاح کے بعد حضرت سرورِ کائناتؐ کو بیٹیوں کی تعلیم و تربیت کی طرف سے اطمینانِ کُلّی حاصل ہو گیا تھا اور اُنہوں نے بھی اس فرض کو ایسی اچھی طرح نبھایا کہ اگر حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ خود زندہ رہتیں تو بھی شاید اس سے زیادہ کچھ نہ کر سکتیں۔



اندازِ رسول صلعم

سرکارِ عالیہ حضرت فاطمہ زہراؓ کو نبی کریم صلعم سے بے انتہا محبت تھی۔ ایک تو اس وجہ سے کہ وہ دنیا بھر میں صرف ایک ہی مقدس انسان تھے جو فاطمہؓ کی اُمیدوں کا مرجع تھے۔ آپ ہی کی ذات سے فاطمہؓ کو عشق تھا اور آپؐ بھی فاطمہؓ کو اپنے جگر کا ٹکڑا کہا کرتے تھے۔ دوسرے جناب فاطمہؓ دیکھ رہی تھیں کہ میرا باپؐ کوئی معمولی انسان نہیں ہے۔ یہ خدا کا برگزیدہ نبیؐ ہے اور اللہ تعالےٰ نے اپنی مخصوص برکتوں اور رحمتوں کا نزول ان پر فرمایا ہے۔ اس لئے جناب فاطمہؓ کو اندازِ رسالت سے بھی بیحد اُلفت تھی اور آپؐ کی ہر ادا سے شانِ رسولؐ کا پرتو ٹپکتا تھا۔ کھانے، پینے، اُٹھنے، بیٹھنے، بول چال، لباس وغیرہ غرضکہ ہر بات میں رسول کریم صلعم کی تقلید کو آپ اپنا فخر سمجھتی تھیں۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ فرماتی ہیں کہ "میں نے تمام حرکات وسکنات میں فاطمہؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری تقلید کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ بلاشبہ میں نے رسول کریم صلعم سے بہت زیادہ مشابہ فاطمہؓ ہی کو پایا ہے" اُم سلمہ کہتی ہیں کہ "رفتار گفتار میں بہترین نمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فاطمہؓ ہیں" آنحضرت صلعم

بھی حضرت زہراؓ سے بہت محبت رکھتے تھے۔ جب کسی لڑائی یا سفر سے واپس آتے تو مسجد میں دوگانہ ادا کر کے سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ کو دیکھنے جاتے اس کے بعد ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے جاتے اور جب کسی سفر کو تشریف لے جاتے تو سب کے بعد آپؐ سے مل کر رخصت ہوتے۔ تاکہ فراق و جدائی کا زمانہ باپؐ بیٹیؓ میں دیگر اہل بیت کی نسبت کم رہے۔ رسول اللہ صلعم فاطمہؓ کی بہت زیادہ عزت فرماتے تھے جب کبھی وہ حاضر خدمت ہوتیں تو آپؐ کھڑے ہو جاتے اور ان کو اپنے پاس بٹھاتے اور انکے سر اور آنکھوں پر بوسہ دیتے[1] ایسا ہی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے گھر جاتے تو وہ کرتیں الغرض باپؐ بیٹیؓ میں بدرجۂ کمال اُنس تھا بلاشبہ یہ اخلاص اُن لوگوں کے لئے بہترین ذریعۂ عبرت ہے جو نہ اپنے والدین کی عزت و حرمت کرتے ہیں اور نہ اپنی اولاد سے محبت رکھتے ہیں باوجود اس قسم کی محبت کے آپؐ نے احتساب امور میں کبھی اپنی لختِ جگر کا لحاظ نہیں کیا۔ ایک دفعہ جب حضرت علیؓ میں اور آپؐ میں کسی قدر شکر رنجی ہوئی تو آپؐ نے اپنی نورِ نظر پر رنج و غصہ کا اظہار فرمایا۔ ایک اور دفعہ کا ذکر ہے کہ قبیلہ مخزوم کی ایک عورت چوری میں ماخوذ ہوئی۔ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کرنے کے لئے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو آمادہ کیا۔ جن کو آپؐ بہت عزیز رکھتے تھے۔ لیکن جب اس واقعہ کے متعلق اسامہ نے آپؐ سے سفارش کی تو آپؐ نے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا۔

انما اهلك الذين قبلكم — اے لوگو تم سے پہلے قومیں اسلئے ہلاک کی گئیں کہ جب
انهم كانوا اذا سرق — ان میں سے کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تھا (چھوڑ دیتے) اور

[1] بروایت تواریخ حبیب السیر جلد اوّل ربیع الاوّل ص ۳۶۷

فیھم الشریف ترکوہ و اذا سرق فیھم الوضیع اقاموا علیہ الحدود ایم اللہ لو ان فاطمۃؓ بنت محمد سرقت لقطعت یدھا (بخاری)

صرف خصوصیت واقعہ کی بنا پر ہے ورنہ اس سے مراد عام جرائم ہیں) تو لوگ اس کو چھوڑ دیتے تھے لیکن جب کوئی عام آدمی چوری کرتا تو اس کو سزا دیتے لیکن خدا کی قسم اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرتی تو اس کے ہاتھ بھی ضرور کاٹے جاتے۔

سیرۃ فاطمہؓ نہایت بلند آہنگی کے ساتھ ہمیں یہ سبق دے رہی ہے کہ اخلاص فیما بین ایک نعمت ہے۔ ایک برکت ہے۔ ایک سعادت ہے ایک شرف ہے۔ ایک امتیاز ہے۔ تم اس شخص کو خوش قسمت باپ نہ کہو جو اپنی اولاد کے جذبات کی عزت نہیں کرتا۔ ان کو عزیز نہیں رکھتا۔ ان سے شفقت و الطاف کا برتاؤ نہیں کرتا۔ اسی طرح تم اس اولاد کو بدبخت اور بے نصیب سمجھو جس کے دل میں والدین کے حقوق کی عزت نہیں ہے جو اپنے والدین کی عزت نہیں کرتی۔ جو ان کے جائز ادب و احترام سے بے نیاز ہے۔ جس طرح فاطمہؓ کے دل میں اپنے مقدس باپ کی عزت تھی جس طرح فاطمہؓ اپنے باپ پر پروانہ وار فدا تھیں اسی طرح اولاد کو اپنے والدین کا احترام کرنا چاہئے۔ ایسا ہی عشق ان کے دلوں میں ہونا چاہئے اور جیسے رسول کریم صلعم اپنے جگر گوشہ کو عزیز سمجھتے تھے اور اس کو بیحد چاہتے تھے اسی طرح والدین کو اپنی اولاد کے ساتھ محبت رکھنے کی ضرورت ہے کاش دنیا کے والدین جناب رسول کریم کے اسوۂ حسنہ سے سبق لیں اور انکی اولاد سیرت فاطمہؓ سے عبرت حاصل کرے! حضرت سرور کائناتؐ کو جس طرح بتولؓ سے بیحد محبت تھی۔ اسی طرح آپ کی ازواج مطہرات کے دل میں بھی

حضرت فاطمہؓ نے اپنی بے نظیر و عدیم المثال ادب و احترام کی وجہ سے گھر کر لیا تھا اور کوئی شخص یہ معلوم نہ کر سکتا تھا۔ کہ حضرتؐ کی دوسری بیویاں آپؐ کی سوتیلی مائیں تھیں یا حقیقی۔ ام المومنین بی بی صفیہؓ جب خیبر سے مدینہ منورہ تشریف لائیں تو انہوں نے فاطمۃ الزہراؓ کو اپنے کانوں کے جھمکے جو بہت ہی بیش قیمت اور جواہرات سے مرصع تھے نذر کئے اور حقیقی سہیلیاں بی بی فاطمہؓ کی تھیں۔ سب کو ایک ایک زیور عنایت فرمایا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کو حضرت فاطمہؓ سے کچھ عناد تھا لیکن یہ خیال بالکل غلط اور کوتاہ بینی و غلط فہمی پر مبنی ہے۔ حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میری آنکھوں نے فاطمہؓ سے بہتر کسی کو نہیں دیکھا اگر آپؐ کو حضرت فاطمہؓ سے کچھ عداوت ہوتی تو اس طرح ان کی تعریف نہ کرتیں۔ علاوہ بریں جب صدیقہؓ کو اپنی سوتوں سے کسی طرح کی عداوت نہ تھی۔ تو فاطمہؓ سے جو رسول اللہ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔ عداوت کیوں ہونے لگی تھی۔

جب امیر معاویہ نے شام سے آکر مدینہ منورہ میں ایک شاندار دربار منعقد کیا۔ تو اس میں حضرت امام حسین علیہ السلام کو بلا کر بیعت کی درخواست کی آپؑ نے انکار کیا۔ اس پر امیر معاویہ کی فوج کے ایک دستہ نے تلواریں سونت لیں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو جب اس کیفیت سے آگاہی ہوئی تو وہ غصہ سے کانپنے لگیں اور فوراً مسجد نبوی میں تشریف لا کر امیر معاویہؓ کو طلب فرمایا اور کہنے لگیں میں نے سنا ہے تو حضرت سرور کائناتؐ کے نواسے امام حسینؑ سے گستاخی کیساتھ پیش آیا ہے۔ دیکھ اگر تو نے اس حرکت سے توبہ نہ کی تو میں تیرا سارا گھمنڈ نکال دوں گی اور تیری طاقت و امارت کو

فنا کردوں گی گو ان کا نانا یا ماں زندہ نہیں مگر ان کی جگہ میں موجود ہوں۔
اگر اُمّ المومنین کو حضرت زہراؓ سے کسی طرح کی رنجش ہوتی تو وہ انکے بچے کی جہ سے کیوں کرتیں؟
حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے وفات سے دو تین دن پہلے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی
خدمت میں حاضر ہو کر التماس کی کہ اگر میرا کوئی قول یا فعل آپؓ کی خلافِ مرضی ہوا ہو۔ تو
مجھ کو للہ معاف فرما دیجئے۔ اُنہوں نے اُٹھکر حضرت فاطمہؓ کو سینے سے لگا لیا۔ اور
رونے لگیں۔ یہ مسلمانوں کے بعض افراد کی خام خیالی ہے کہ وہ ایسی پاک اور مقدس ہستیوں کو
ایسے الزامات سے ملوث کرتے ہیں خدا ان پر رحم کرے۔

اُمّ المومنین حفصہؓ بنت عمرؓ آپؓ کی ہم عمر اور بچپن کی سہیلی تھیں لیکن جب انکا نکاح
حضرت سرورِ کائناتؐ سے ہو گیا تو آپؓ حضرت حفصہؓ کا آپکی شانِ موجودہ کے مطابق
احترام فرمانے لگیں حضرت اُمّ سلمہ آپ سے نہایت محبت و خلوص رکھتی تھیں جب ۶۱ھ
میں امام مظلوم حسینؓ کی شہادت ہوئی تو اُس سے چند روز پہلے ابو رافع کی بیوی سلمہ
آپؓ کے پاس آئیں دیکھا کہ اُمّ المومنین اُمّ سلمہؓ زار و قطار رو رہی ہیں سلمہؓ نے رونے کا
سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے ابھی جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو
خواب میں دیکھا اور اس وحشتناک حالت میں دیکھا کہ آپؐ کے سر اور ریش مبارک کے بال
خون آلود ہیں میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی یہ حالت دیکھ کر عرض کی کہ یا رسول اللہ
آپکا یہ کیا حال ہے فرمایا اے اُمّ سلمہؓ میں ابھی مقتلِ حسینؓ میں گیا تھا وہاں سے آرہا ہوں
جب چند روز بعد امام حسینؓ کی شہادت کی خبر آئی تو آپ نے حد سے زیادہ گریہ و بکا کی
روتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ میں کیا اسی لئے زندہ رہ گئی ہوں کہ رسالت کے پھول کی
پنکھڑیاں باد حوادث سے بکھری ہوئی دیکھوں۔ یہ تھی سچی محبت اور اُلفت کہ فاطمہؓ
کی اولاد سے اُن کے انتقال کے بعد بھی اُمہات المومنین کو فدایانہ تعلق تھا کیا حقیقی
مائیں کو اپنے نواسوں کے ساتھ اس سے زیادہ تعلقِ محبت ہو سکتا ہے۔

فضیلتِ فاطمہؓ

از جناب خان بہادر سید اکبر حسین صاحب سیشن جج مظفر آباد

جنابِ فاطمہؓ کے مرتبے کا کیا کہنا — ہمیشہ چاہیئے امن پر درود خواں رہنا
جنابِ حیدرِ کرارؓ کی وہ ہیں بی بی — حسنؑ حسینؑ کی ماں ہیں رسولؐ کی بیٹی

از مولانا شفق رضوی عمادی

شایانِ صد فضیلت و توقیر کون ہے؟ — شانِ نزولِ آیۂ تطہیر[1] کون ہے؟
قرآں میں جس کا وصف ہے تحریر کون ہے؟ — آیاتِ ھل اتیٰ[2] کی وہ تفسیر کون ہے؟
کس کو لقب ہے عترتِ خیر الانام کا؟
کس کو خدا نے بھیجا ہے تحفہ سلام کا؟

رفعت کو کس کی عزت و عظمت پہ ہے شرف؟ — عظمت کو کس کی عصمت و عفت پہ ہے شرف؟
جودہ سخا کو کس کی سیادت پہ ہے شرف؟ — حلم و حیا کو کس کی شرافت پہ ہے شرف؟

---

[1] آیۂ تطہیر سورہ احزاب کے رکوع کی آیت یداللہ جس کا ذکر اسی فصل میں آئیگا۔ [2] سورہ دہر ۷۶ پارہ ۲۹ رکوع ۱ سورہ دہر یا سورۂ انسان سے موسوم ہے اس سورۃ کے پہلے رکوع کی آیت ویطعمون الطعام علیٰ حبہ مسکیناً ویتیماً

شاداب کس سے گلشنِ آلِ رسولؐ ہے؟
کس کا خطاب پاک جنابِ بتولؓ ہے؟

مخدومۂ وعفیفہ ومعصومۂ زماں — خاتونِ حشر، بنتِ نبیؐ، بانوئے جناں
نورِ خدا، چراغِ حرم، شمعِ لامکاں — یعنی وہ پارۂ جگرِ شاہِ مرسلاں

خیر الوریٰؐ نے بضعۃ منّی کہا جسے
بخشا خدا نے خود شرفِ انّما جسے

درِّ ثمین درجِ سیادت ہیں فاطمہؓ — ماہِ مبین رافت ورحمت ہیں فاطمہؓ
شمعِ حریمِ عصمت وعفت ہیں فاطمہؓ — مہرِ سپہرِ عظمت ورفعت ہیں فاطمہؓ

روشن ہے نامِ پاک کا طغرا لکھا ہوا
عرشِ بریں پہ صاف ہے زہراؓ لکھا ہوا

جنت ہے زیرِ سایۂ دامانِ فاطمہؓ — حوریں ہیں خاکپائے کنیزانِ فاطمہؓ
رضواں ہے میزباں پئے مہمانِ فاطمہؓ — خوانِ خلیل سے نہیں کم خوانِ فاطمہؓ

ٹکڑا اگر ملا کوئی نانِ شعیر کا
حصہ ہوا غریب ویتیم واسیر کا

اللہ رے شانِ فاطمہؓ عفت انتساب — آتا تھا جسکے آگے ملائک کو بھی حجاب
سر سے دمِ سحر جو ہٹا گوشۂ نقاب — نکلا نہ بامِ چرخ پہ غیرت سے آفتاب

روشن کلامِ حق سے ہے توقیر آپؓ کی
تھی پردہ پوش چادرِ تطہیر آپؓ کی

عزّ وشرف جو مریم وحوّا کو تھا ملا — جو مرتبہ کہ ہاجرہؓ وآسیہؓ کا تھا
فضلِ خدا سے آپؓ کو سب کچھ ہوا عطا — باقی نہ کچھ سوائے رسالت کے رہ گیا

پیرو تھے انبیائے سلف جس رسولؐ کے

اُس نے اُٹھائے ناز جنابِ بتولؓ کے

لکھا ہے عمر آپؓ کی تھی تین سال کی — مسجد میں کھیلتی ہوئی آئیں بصد خوشی
تبلیغِ دینِ حق میں تھے مشغول گو نبیؐ — منبر سے اُترے آپ نہ شانِ ایزدی
تعظیم کا محل تھا بظاہر نہ پیار کا
کیا جانے راز کون سا تھا کردگار کا

بخشا گیا پدر کو جو خیر الورا خطاب — بیٹی کو بھی عطا ہوا خیر النسا خطاب
ماں وہ جسے خدیجۂ کبریٰؓ ملا خطاب — شوہر وہ جس نے پایا شہِ لافتا خطاب
نورِ نظر بھی غیرتِ شمس و قمر ملے
صلِ علیٰ حسینؓ و حسنؓ سے پسر ملے

اِس معاملہ میں اختلاف ہے کہ آیا حضرت سیدہ (فاطمۃ الزہراؓ) جناب صدیقہ (عائشہؓ) سے افضل ہیں یا حضرت عائشہؓ جناب زہراؓ سے صاحب تحفۃ المحافل نے تحقیق کرنے والوں کی رائے یہ لکھی ہے کہ خدیجہؓ افضل ہیں عائشہؓ سے اور فاطمہؓ افضل ہیں سب سے سید عبدالجلیل بلگرامی اس معاملہ کا اس طرح فیصلہ کرتے ہیں ؎

وے کسے گفت عائشہ در فضل — بہتر از بنتِ سیدالبشرؐ است
مصرعۂ در جوابِ او گفتم — رشتہ دیگر رگِ جگر دگر است

یعنی کسی نے مجھ سے کہا کہ عائشہؓ فضیلت کے اعتبار سے فاطمہؓ سے بہتر ہے۔ اِس کے جواب میں مَیں نے یہ مصرعہ پڑھا کہ رشتہ دوسری چیز ہے اور کلیجہ کا ٹکڑا دوسری چیز۔ جناب عائشہؓ بلاشبہ مناکحتِ رسولؐ سے سرفراز تھیں لیکن فاطمہؓ رسولؐ کا جگر گوشہ تھیں اور یہ معاملہ ہی دوسرا ہے صاحب "سند السعادات" نے اِس مسئلہ پر کافی بحث کی ہے۔ انکی رائے میں

حضرت سیدہ تمام دُنیا کی عورتوں سے افضل تر ہیں۔ جناب زہراؓ کے لئے یہ شرف کیا کم ہے کہ آپ ہمارے رسول کریم صلعم کا لختِ جگر ہیں۔ اُن کے دل کا سہارا اور آنکھ کا تارا ہیں۔ آپؓ نے رسولِ اکرم کے سایۂ عاطفت میں پرورش پائی ہے۔ آپؓ کے خون سے اُن کا خون ملا ہوا ہے۔ جناب رسالت مآبؐ فرمایا کرتے تھے کہ "خاتونِ جنت" خاتونانِ بہشت کی سردار ہیں آپؓ کے بطنِ مبارک سے وہ مقدس امام پیدا ہوئے جن کی شہادت و امامت نے ایک عالم سے خراجِ اعتقاد و رضا وصول کیا اور جنکے استقلال نے دُنیا جہان کو محوِ حیرت کر دیا۔ یہی وہ اولادِ فاطمہؓ تھی جن کی برکت سے اِسلام سرسبز و شاداب ہوا اور ملّتِ مرحوم کی کھیتی جل بھُن کر ہری ہو گئی ؎

اُمت تری مجرم بھی دوزخ سے بری نکلی
صورت میں تو انساں تھی سیرت میں پری نکلی

فاطمہؓ کی یہ فضیلت بھی کیا کم ہے کہ سلسلۂ سادات انہیں کی بدولت قائم ہوا۔

صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ حضرت سعدؓ[1] بن ابی وقاص فرماتے ہیں۔ کہ

---

[1] سعد بن ابی وقاص عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں۔ یہ تیسرے مسلمان ہیں اور سترہ برس کی عمر میں ایمان لائے تھے۔ خدا کی راہ میں سب سے پہلے انہوں نے تیر چلایا اور سب جہادوں میں شریک رہے۔ یہ مستجاب الدعوات بھی تھے۔ اس وجہ سے لوگ ان سے ڈرتے تھے کہ کہیں بددعا نہ دے بیٹھیں جناب رسول خدا صلعم نے ان کے لئے خاص دُعا فرمائی تھی کہ الٰہی ان کے تیر کو نشانہ سے خطا نہ کیجیو۔ اور انکی دُعا کو قبول فرمائیو۔ آپ کا بدن بھاری اور قد چھوٹا تھا تمام بدن پر بال تھے مدینہ کے قریب اپنے مکان میں فوت ہوئے اور مروان بن حکم نے جو آپ کی وفات کے وقت گورنر مدینہ تھا۔ آپکے جنازہ کی نماز پڑھائی ۵۵ھ ہجری میں آپ کا وصال ہوا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے آپ خلافتِ فاروقی میں کوفہ کے گورنر بنائے گئے کل عشرہ مبشرہ میں آپکا انتقال سب سے پیچھے ہوا (کمال فی اسماء الرجال)۔

جب آیہ کریمہ تدع ابنآئنا وابنآءکم نازل ہوئی تو حضرت سرور کائنات صلعم نے حضرت علیؓ۔ فاطمہؓ حسنؓ و حسینؓ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کو بلایا اور فرمایا۔ کہ الٰہی یہ میرے اہل بیت ہیں تفسیر کشاف میں لکھا ہے کہ یہ آیت نصاریٰ نجران کے ساتھ مباہلہ کرنے کے لئے نازل ہوئی تھی۔ لیکن وہ مباہلہ سے ڈر گئے۔ حضرت مولٰنا عبدالعزیز صاحب دہلوی لکھتے ہیں کہ اس سے زیادہ قوی دلیل حضرت فاطمہؓ اور ان کی اولاد کی فضیلت کی کوئی نہیں ہو سکتی۔ بنی فاطمہؓ ہی آنحضرتؐ کی اولاد ہیں۔

آیہ تطہیر۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ ایک دن صبح کے وقت جناب رسول خدا صلعم ایک منقش چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ کہ جناب حسنؓ تشریف لائے۔ آپؐ نے ان کو چادر کے اندر لے لیا۔ پھر دوسرے صاحبزادے حسینؓ اور ان کے بعد بی بی فاطمہؓ تشریف فرما ہوئیں انکو بھی وہی چادر اوڑھا لی۔ اس کے بعد جناب علی کرم اللہ وجہٗ آئے آپؐ نے انکو بھی چادر میں لے لیا پھر یہ آیت پڑھی انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا (سورہ احزاب رکوع ۴)

ابوسعید[1] خدریؓ کا قول ہے کہ یہ آیت حضرات پنجتن پاک کی شان اقدس میں نازل ہوئی ہے۔ اور ایک صحیح روایت کے مطابق حضرت سرور کائنات صلعم نے ان چاروں حضرات کو اپنی چادر اوڑھا کر فرمایا۔ خداوندا یہ میرے

[1] ابوسعید خدریؓ۔ نام سعد بن مالک خدری انصاری یہ اپنی کنیت ابوسعید سے مشہور ہیں بڑے عالم و فاضل تھے آپؐ سے بکثرت حدیثیں مروی ہیں۔ دس سال قبل ہجرت مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے ۷۴ھ ہجری میں ۸۴ سال کی عمر میں فوت ہو کر جنت البقیع میں مدفون ہوئے جنت البقیع کے سلمی خاکہ میں آپ کے مزار کا مقام خاص طور سے دکھایا گیا ہے۔

اہل بیت ہیں تو ان کو پاک کر اور نجاستِ ظاہری و باطنی ان سے دور فرما۔

حضرت عمر فاروقؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا قیامت کے دن سب نسب بیکار ہوں گے۔ مگر میرا نسب نفع دیگا۔ اور ہر نبی کی دختری اولاد اس کے اصلی باپ سے منسوب ہوگی۔ مگر فاطمہؓ کی اولاد میری طرف منسوب ہوگی اور میری اولاد کہلائے گی۔

صحیح بخاری میں حضرت مسور[۵۱] بن مخرمہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہؓ میرا پارۂ گوشت ہے جس نے اسکو غصہ دلایا اور ناراض کیا۔ اُس نے مجھے ناراض کیا اور غصہ دلایا۔

زید[۵۲] بن ارقم سے روایت ہے کہ حضرت سرورِ کائنات صلعم نے ارشاد فرمایا کہ فاطمہؓ۔ علیؓ اور حسنینؓ سے جس نے لڑائی کی۔ اس سے میری بھی لڑائی ہے اور جس نے اُن سے صلح کی اُس سے میری بھی صلح ہے۔ فتح الباری میں بحوالہ زیدؓ بن ارقم لکھا ہے کہ مسجد کے متصل اکثر صحابہ کرامؓ کے مکانات تھے جنکے دروازے مسجد کے اندر تھے۔ آنحضرتؐ نے مکان حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے

---

[۵۱] مسور بن مخرمہ آپکی کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے قریشی ہے عبدالرحمٰن بن عوف کے بھانجے ہیں مکہ میں ہجرت سے دو سال بعد پیدا ہوئے اور ماہ ذوالحجہ ۶۴ھ ہجری میں مدینہ منورہ میں لائے گئے جب حضور کا وصال ہوا تو آپ آٹھ سال کے تھے حضور سے انہوں نے حدیثیں سنیں اور یاد کیں شہادت تک حضرت عثمانؓ آپ مدینہ منورہ میں رہے۔ پھر مکے چلے گئے یزید کی بیعت سے آپ نے انکار کیا۔ محاصرہ مکہ میں ایک پتھر کے صدمہ سے آپ نے شروع ربیع الاول ۶۴ھ ہجری میں انتقال فرمایا۔

[۵۲] زید بن ارقم آپکی کنیت ابو عمر انصاری خزرجی ہے۔ آپ نے مدینہ منورہ کی سکونت چھوڑ کر کوفہ کی اقامت اختیار کی آپ سے بہت لوگوں نے روایت کی ہے ۶۶ھ ہجری میں آپ کا انتقال ہوا۔

سوائے سب کے دروازے بند کرا دیئے۔ اِس پر صحابہ نے اعتراض کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ مَیں نے بطورِ خود ایسا نہیں کیا۔ بلکہ مجھ کو منجانب اللہ ایسا کرنے کا حکم ملا ہے جس کی مَیں نے تعمیل کر دی۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ جب یہ آیت اُتری لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربی (مَیں تم سے کچھ اُجرت نہیں چاہتا مگر محبت تمام اقربا کی) تو آنحضرت صلعم سے پوچھا گیا کہ یہ کن لوگوں کی طرف اشارہ ہے جن کی محبت واجب کی گئی۔ آپؐ نے فرمایا۔ فاطمہؓ علیؓ اور ان کے دونوں فرزند (مسند امام احمد ابن حنبل) دونوں کی طرف۔

ابو سعیدؓ خدری سے روایت ہے کہ حضرت سرورِ کائنات صلعم حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ اور ان سے فرمایا کہ اے فاطمہؓ میں اور تو اور علیؓ اور حسنینؓ قیامت میں ایک جگہ ہوں گے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لا افضل احداً علی بضعتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنے کوئی بھی جگر گوشۂ رسولؐ فضیلت نہیں رکھتا۔ جب خداوند کریم اپنے کلامِ پاک میں خود ارشاد فرماتا ہے کہ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی و ثلاث و رباع (نکاح کرلو عورتوں سے جو تمہیں پسند ہوں دو تین یا چار) تو اس آیت کے مطابق حضرت علیؓ کو حق تھا۔ کہ وہ اور شادی کرلیں مگر حضرت سرورِ کائنات صلعم نے ان کو منع فرما دیا۔ امام مالکؒ لکھتے ہیں کہ جس طرح چار سے زیادہ شادیاں کرنے کا حکم اور اجازت صرف رسولِ خدا سے مختص تھی اسی طرح فاطمۃ الزہراؓ کی موجودگی میں شیرِ خدا کو دوسری شادی سے روکنا حضرت صلعم ہی کے لئے درست تھا جو صاحبِ شریعت تھے دوسری مستورات کو یہ حق حاصل نہیں۔ نہ کسی اور آدمی کو از روئے شریعت اپنے داماد کو

دوسری شادی سے منع کرنے کا اختیار ہے۔ یہ رعایت رسولِ خدا اور آپکی مقدس اور طاہرہ بیٹی کے لئے ہی جائز تھی۔ نہ ہر ایک باپ کا درجہ رسولِ خدا کا سا ہو سکتا ہے اور نہ ہر ایک بیٹی فاطمۃ الزہراؓ کے فضائل کو پہنچ سکتی ہے۔

حاکمؒ نے اس حدیث کی روایت ابو سعید الخدریؓ سے کی ہے اور اِس کو صحیح حدیث کہا ہے۔ راوی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت فاطمہؓ اہلِ جنت کی بیبیوں کی سردار ہیں مگر مریم بنت عمرانؑ اس سے مستثنےٰ ہیں۔

حاکمؒ نے حضرت عائشہ سے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ اور اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ اُنہوں نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض میں حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ تم کیا اس امر سے راضی نہ ہو گی کہ تم کو اس اُمت کی عورتوں اور تمام مومنین کی عورتوں اور تمام جہان کی عورتوں کا سردار بنایا جائے۔

حاکمؒ نے حذیفہؓ سے اُنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے آپؐ نے فرمایا کہ حضرت جبریلؑ میرے پاس آئے اور کہا حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ اہلِ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔

حارث بن ابی اسامہ نے محمدؒ بن علی سے روایت کی ہے کہ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کُشتی لڑی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمانے لگے اے حسنؓ جلدی کرو حضرت فاطمہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ آپ حسنؑ کی اعانت کرتے ہیں گویا حسنؑ آپ کو حسینؑ سے زیادہ عزیز اور پیارے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام حسین کی اعانت کر رہے ہیں اسلئے میں چاہتا ہوں کہ حسنؓ کی اعانت کروں یہ حدیث مرسل ہے ۵

از سید الشعراء صمیم بلند شہری

تعالی اللہ رتبہ ہے عجب خاتونِ جنت کا — حجابِ عرش سے اعلیٰ ہے پردہ دوقِ محبت کا
سخن زیرِ زباں ہے لب پہ ہے مُہرِ سکوت اب تک — دو عالم میں ہے اسرارِ احد مذکور عصمت کا
جنابِ سیدہؓ فخر النساہیں دین و دنیا میں — انہیں کی چادرِ تطہیر ہے پردہ شفاعت کا
بھرا ہے دامنِ مقصودِ سائل آپؓ کے در پر — دو عالم میں ہے شہرہ آپکے دستِ سخاوت کا
دلِ مومن کو ہے تسکین تسبیحاتِ اربع سے — طریقہ آپ سے ہے ربع مسکونہ میں عبادت کا
مشقت آسیہ سائی کی فضہ کے مساوی تھی — کنیزوں کے برابر بٹ گیا یا رنج و محنت کا
ملائک تھے براقی عرش پر عقد اُن کا ہوتا تھا — علیؑ کے گھر میں جب اُترا ستارا خاص رحمت کا
ہزاروں شب سے افضل ایک ہی وہ عقد کی شب تھی ق — کہ سیپارہ ہے شاہد نور کے پردہ کی عزت کا
خدا نے حلۂ خلدِ بریں ان کے لئے بھیجا — ردائے حور صدقہ ہے انہیں کے فخرِ عصمت کا
جواہر کے طبق میں خلد سے ان کو طلب آئے — کہ رضواں خادمِ ادنیٰ ہے انکے خوانِ نعمت کا
درِ بیتِ نبیؐ بے شبہ مسجودِ ملائک ہے — ازل سے فاطمہؓ پر خاتمہ ہے بس عبادت کا
جنازا شب کو اٹھا آپؓ ہی کا بعدِ پیغمبرؐ — وفاتِ سیدہ کونین تھا کیا داغ فرقت کا

مدینہ میں مزارِ پاک اور بیتُ الحزن دیکھوں
صمیم اِک عمر سے ہے شوق آنکھوں کو زیارت کا

حضرت سیدہؓ سے بہت سی روائتیں منسوب ہیں جن میں سے چند کا تذکرہ کافی ہوگا۔ جناب زہراؓ فرماتی ہیں کہ ایک روز نبی کریم صلعم میرے پاس بیٹھے تھے۔ کہ اسی اثنا میں ایک خادمہ حاضر ہوئی اور کہنے لگی یا رسول اللہ قربانت شوم! میرے آقا تجارت کو باہر گئے ہوئے ہیں اور میرے آقا کی بیوی گھر میں تنہا ہیں وہ مکان کے بالائی حصے میں رہتی ہیں نیچے ان کے ضعیف والدین آباد ہیں۔ میرے آقا نے چلتے وقت نصیحت کی تھی کہ جب تک میں نہ آجاؤں کوٹھے سے قدم نہ اتارنا

اب حال یہ ہے کہ اس بیوی کے والد سخت بیمار ہیں اور اِن کی ماں بھی علیل ہے۔ کوئی شخص ان کی خبر گیری کرنے والا بھی نہیں ہے اِس لئے بیوی نے پوچھا ہے کہ اگر حضور اجازت دیں تو مَیں اوپر سے نیچے اُتر آؤں اور اپنے ماں باپ کی خدمت کروں،

جناب زہراؑ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلعم نے اِس کنیز ک کو اپنے پاس بٹھایا اور فرمایا کہ اپنی بیوی سے کہدے کہ جب تک تیرا میاں نہ آجائے۔ خبردار نیچے قدم نہ اُتارنا" یہ سُنکر وہ کنیز چلی گئی۔ دو گھنٹہ کے بعد پھر آئی اور عرض کرنے لگی کہ حضور اب تو بیوی کے باپ جاں کنی کی حالت میں ہیں حضور اجازت دے دیں تو وہ نیچے اُتر آئیں"؟ آپؐ نے فرمایا کہ اپنی بیوی سے کہدو کہ اگر وہ خدا اور اُس کے رسولؐ کی خوشنودی چاہتی ہے تو چاہے اس کا باپ مرہی کیوں نہ جائے مگر اس کو بغیر اجازتِ شوہر، اوپر سے نیچے قدم نہ اُتارنا چاہئے! کنیز چلی گئی اور اُلٹے پاؤں واپس آکر پھر عرض پیرا ہوئی کہ حضور بیوی کے باپ تو انتقال کر گئے ماں بھی جاں بلب ہے! اب تو حضور اجازت دیدیں! بیوی اوپر پڑی پڑی رو رہی ہیں! لیکن اپنے ماں باپ کے آخری دیدار سے بھی محروم ہیں"۔ جناب رسُول مقبول صلعم نے فرمایا کہ "لڑکی! اچھی طرح سُن لے اور یاد رکھ کہ جب تک اُس عورت کا شوہر خود آکر اُسے نیچے اُترنے کی اجازت نہ دیدے چاہے جو کچھ ہو جائے اُس کو ہرگز نیچے اُترنا جائز نہیں ہے۔ جا۔ اور کہدے کہ خدا اور رسولؐ اور اپنے خاوند کی فرمانبرداری کر۔ تجھے اس کا اجر ملیگا وہ لڑکی بیچاری پھر چلی گئی۔ جناب سیدہؑ فرماتی ہیں کہ ایک عشرہ کے بعد وہ کنیز میرے پاس آئی تو مَیں نے پوچھا تمہاری بیوی کا کیا حال ہے؟ وہ کہنے لگی۔ "قربان جاؤں یا بنتِ رسُول اللہ! ان کے ماں باپ تو اسی روز مر گئے

دو روز کے بعد شوہر آیا اُسے جو سارا حال معلوم ہوا تو وہ سخت پریشان ہوا۔
اُس نے اپنی نیک بخت بیوی کی اس فرمانبرداری پر اظہارِ خوشنودی کیا۔
اُسی دن بیوی نے خواب میں دیکھا کہ اس کے ماں باپ جنت کے محلوں میں
موتیوں کے تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ حوریں سروں پر مور چھل جھل رہی ہیں۔ بیوی
نے اپنے ماں باپ سے پوچھا کہ آپ لوگوں کے اعمال تو دنیا میں ایسے نہ تھے
کہ جنت ملتی پھر یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ بیٹی تو نے جو اپنے شوہر کا اور
خدا کے رسولؐ کا کہنا مانا تو اس کے صلے میں خدا نے ہمیں یہ جنت اور عیش دیا ہے
سبحان اللہ۔ احکام خدا اور رسولؐ کی کس قدر عزت خواتینِ سلف کے دلوں میں تھی؟
ناظرین ذرا اس وفادار اور عفت مآب بیوی کی حالت پر نظر فرمائیے۔ ایک ہی
مکان کی بالائی چھت پر قیام ہے۔ زیریں منزل میں ماں باپ بیمار ہیں آخر
نوبت جاں کنی اور وفات تک پہنچتی ہے لیکن کیا مجال کہ بغیر اجازتِ رسول کریم
اپنے مکان سے بابر قدم بھی رکھ سکے! اُلفتِ مادر و پدر کے سمندر میں غرق تلاطم بپا
ہوا ہوگا۔ جذباتِ اخلاص و محبت میں بلائش بہ ہیجان آیا ہوگا لیکن اعتقاد میں
ذرا بھی تزلزل پیدا نہ ہوا۔ وہ عورت ثبات اور استقلال کی دیوی تھی وفاداری
کی مجسم تصویر تھی۔ قلبِ محزوں پُر ملال تھا۔ مگر اطاعتِ شوہر و عشقِ رسولؐ سے
دل سرشار تھا ارشادِ نبویؐ کے آگے اخیر دم تک سرِ نیاز خم رہا اور اسی حالت میں
دنیا کا سب سے بڑا سایۂ عاطفت (والدین) اس کے سر سے اٹھ گیا۔ ایک وہ
خواتین تقدس مآب تھیں ایک آجکل کی ہماری مستورات ہیں۔ جن کو اگر جائز
امور میں بھی خاوند کوئی نصیحت کرتا ہے یا کوئی مشورہ دیتا ہے تو اُسے کاٹ
کھانے کو دوڑتی ہیں۔ نہ ان میں حیا ہے نہ شرم ہے۔ نہ خوفِ خدا اور رسولؐ ہے
اور نہ اطاعتِ شوہر دل پر روا ہے۔ یہ اپنے آپ کو آزاد اور مستر بے پروا سمجھتی ہیں

نہایت بیباک ہیں۔ اور اسی وجہ سے ناپاک ہیں ۔

جناب سیدہؓ سے ایک اور روایت ہے کہ ایک روز جناب رسالتمآبؐ کسی باغ میں بغرضِ سیاحت تشریف لے گئے وہاں چند بکریاں موجود تھیں جو آپؐ کو دیکھکر تعظیم کے لئے سجدہ میں گر پڑیں۔ اصحاب میں سے ایک صحابی نے عرض کیا کہ حضور جب بے زبان جانور آپ کو سجدہ کر رہے ہیں تو ہمیں بھی اجازت ہو کہ سر خمیدہ ہو جائیں! حضور نے فرمایا "اے لوگو! اگر خدا کے سوا کسی اور کو سجدہ روا ہوتا تو قسم ہے ربّ العزت کی میں تمام دُنیا کی عورتوں کو بلا تکلف حکم دے دیتا کہ اپنے اپنے شوہروں کو سجدہ کیا کریں" اس سے بھی یہ صاف مترشح ہے کہ جناب پیمبرِ خدا کو اطاعتِ خاوند کا کس قدر خیال تھا۔ عورت کے لئے اُس کے خاوند سے بڑھ کر اور کوئی قابلِ تعظیم ہستی نہیں ہے۔ خاوند بیوی کے سر کا تاج ہوتا ہے۔ شوہر ہی اس کا مالک و مختار ہوتا ہے شوہر ہی اس کے حقوق و فوائد کا سربراہ اور امین ہوتا ہے۔ اللہ اور اُسکے رسولؐ کی نظروں میں جب خاوند کا یہ درجہ ہے تو کس قدر بدبخت وہ بیویاں ہیں جو اپنے خاوندوں کی شان میں بے ادبیاں اور گستاخیاں کرتی ہیں۔ سچ پوچھو تو ہمارے نظامِ تمدن کا ڈھانچ ہی درست نہیں رہا جیسا کہ ہم اس کتاب کے آخری صفحات میں اپنی ناچیز رائے ہدیۂ ناظرین کریں گے۔ حقیقت میں دونوں فریق قصوروار ہیں۔ مرد بھی بری الذمہ نہیں ہیں۔ عورتوں کے جو حقوق از روئے شریعت جائز ہیں ان سے مرد بھی بے اعتنائی کا اظہار کر رہے ہیں نہ تو عورتیں مردوں کی عزت کرتی ہیں اور نہ مرد عورتوں سے ہمدردی رکھتے ہیں۔ طرفین کی کشاکشی نے تعلقاتِ فیمابین کو خراب کر رکھا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار



علیؓ ابن ابی طالب آنحضرتؐ کے چچازاد بھائی تھے۔ لڑکوں میں سب سے پہلے اسلام کا شرف انہیں کو حاصل ہوا جس وقت جناب شیر خدا نے اسلام قبول فرمایا ہے آپؓ کی عمر صرف دس برس کی تھی۔ اِس لحاظ سے کہنا پڑتا ہے کہ علیؓ کی فطرت ہی میں اسلام کی نعمت تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ کفار کی سختیاں حد سے زیادہ گذری ہوئی تھیں۔ یہ ملعون طرح طرح سے ہمارے رسول کریم صلعم کو تنگ کرتے تھے۔ ایک روز مجمع قریش کے سامنے رسولؐ کریم نے فرمایا کہ اگر تم میں سے چند آدمی بھی میرے ساتھ ہو جائیں تو دکھا دوں کہ خدا کے احکام کی کس طرح اشاعت ہوتی ہے! اُسی وقت حضرت علیؓ کھڑے ہوئے اور نہایت بیباکی سے کہا کہ اے خدا کے سچے اور برگزیدہ رسولؐ! میں مال و جان سے آپؐ کے ساتھ ہوں! سبحان اللہ! ایک دس برس کا بچہ! زمانہ کے نشیب و فراز سے قطعاً بے خبر، اور ایسی صداقت آفرینی؟ بظاہر تو یہ کلمات علیؓ کی زبان سے نکل رہے تھے لیکن جاننے والے جانتے ہیں کہ وہ الٰہی طاقت تھی جو پس پردہ اس بچے کو لبیک کہنے پر آمادہ کر رہی تھی۔ قریش کے مجمع نے تو اس صدائے مقدس کا تمسخر اُڑایا لیکن رسولؐ کریم نے

علیؓ کو گلے سے لگا لیا۔ اسلام کی تلقین فرمائی اور اُن کی ہمت و جرأت پر آفرین کی۔ اس وقت کون جانتا تھا کہ یہی لڑکا جس کو آج قریش حقارت کی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں۔ ایک روز دنیائے شجاعت و معرفت کا بادشاہ ہوگا۔ قیامت تک بہادری اور ایمانداری اس کے نام کی قسم کھایا کرے گی۔ جناب رسول پاکؐ کی جگر گوشہ بتولؓ اس کی زوجیت میں آئے گی اور کچھ زمانہ بعد تختِ خلافت آپؐ کے قدوم کو بوسہ دیگا۔ حضرت علیؓ کا اسلام قبول کرنا تھا کہ قریش آپؐ کی جان کے دشمن ہو گئے۔ آنحضرت صلعم کو بھی اس عداوت کا علم تھا۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ کفرستانِ عرب اس معصوم نوجوان کی جان کا گولا بن رہا ہے۔ آپؐ کو علیؓ کی حفاظت کا ہر وقت خیال رہتا تھا اور آپ ہمیشہ حضرت علیؓ کو زیرِ نظر رکھا کرتے تھے کہ مبادا کوئی دشمنِ دین و ایمان بے ادبی نہ کر بیٹھے۔ پہلے جناب رسول کریمؐ کو صرف جناب سیدۃ الزہراؓ کا ہی خیال تھا۔ اب شیرِ خدا علیؓ کی نگہداشت بھی فرض ہو گئی۔ آپؐ کا شفیق ہاتھ حضرت علیؓ کے معصوم سر پر تھا جس طرح حضرت علیؓ کے باپ (ابوطالب) نے اپنے یتیم بھتیجے (محمد رسول اللہ) کو لطف و توجہ سے پالا تھا اسی طرح آپؐ نے اپنے سرپرست عم بزرگوار کے نونہال کی پرورش کی۔ حضرت علیؓ آپؐ کو بیحد محبوب تھے۔ آپؐ نے کبھی حضرت علیؓ کو کبیدہ خاطر نہیں ہونے دیا۔ رسولِ خدا حضرت علیؓ کے جذبات کی بہت عزت کیا کرتے تھے۔ آپؐ کو علیؓ سے قدرتی اُنس تھا۔ جب کبھی باہر تشریف لے جاتے تھے تو اکثر حضرت علیؓ کو ہمراہ لے جایا کرتے تھے۔ کفارِ قریش انکو دیکھتے تھے اور حسد و بغض کی آگ میں جلتے تھے۔ ان کو حضرت علیؓ اور رسول کریمؐ کا وجود ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا۔ مخالفت کی آگ ان کے سینوں میں بھڑک رہی تھی رقابت کا خون جوش میں تھا۔ کفر کا سمندر متلاطم تھا۔ حق و صدق کی مخالفت

کی قسم کھا چکے تھے۔ دیانت و امانت کے ساتھ ان کو خدا واسطہ کی عداوت تھی۔ ان سب کی آرزو تھی تو یہ تھی ارمان تھا تو یہ تھا کہ جس طرح بھی ہو سکے دیانت وصداقت کے اِس بوٹے کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکیں۔ قریشی غرور و نخوت کا یہی تقاضا سمجھا جاتا تھا کہ جس طرح بھی ہو سکے عبداللہ کے فرزند کو (نعوذ باللہ) ہلاک کر دیا جائے۔ تاکہ یہ نہ رہے اور نہ ہمارے سر خم ہوں۔ قدرت کو انکی خمیدگی منظور تھی۔ اِس لئے ان کی ہر جاں ستاں کوشش، اور ہر روح فرسا تدبیر بے اثر رہتی تھی۔ اور ان کی متفقہ کارروائیاں اور منصوبہ بازیاں بھی رسول کریمؐ کا بال بیکا نہ کر سکتی تھیں۔ آپؐ کا عزم و استقلال غضب کا تھا۔ جس قدر ان کو ستایا اور دبایا جاتا تھا اسی قدر یہ اور زور سے اُبھرتے تھے اور صداقت کا وعظ نہایت زور شور سے فرماتے تھے۔ ؎

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اُتنا ہی یہ اُبھرے گا جتنا کہ دباویں گے

قریش میں آپؐ نے بڑا زبردست وعظ فرمایا۔ ہر امکانی کوشش فرمائی کہ یہ نامراد کسی نہ کسی طرح راہِ راست پر آجائیں۔ بہتیرا سمجھایا کہ کسی نہ کسی طرح باطل پرستی سے توبہ کر کے آتشِ دوزخ سے محفوظ رہیں لیکن سعادتِ آخروی ان کے حصۂ قسمت میں نہیں تھی۔ اُن[1] کے قلوب پر، اور حواس خمسہ پر بے دینی اور الحاد کی مُہریں لگی ہوئی تھیں۔ ان کا سخت دل کسی تبلیغ سے بھی متاثر نہیں ہوتا تھا۔ ان کے نصیب میں حرمان و خسران لکھا تھا۔ یہ بدقسمت احکامِ الٰہی کو کیونکر مانتے جبکہ ان کے لئے عذاب الیم کا وعدہ تھا۔ بہت سی کشمکش ہوئی لڑائی جھگڑے۔ دنگے فساد برپا ہوئے۔ خوں ریزیاں ہوئیں لیکن بدقسمت

[1] ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلی ابصارھم غشاوۃ ولھم عذاب الیم

کافر، جہاں تھے وہیں رہے، اور اپنی جہالت و بطالت سے باز نہ آئے جب کفار کی سختیاں حد سے بڑھ گئیں۔ اور نبی کریم ان کی اصلاح و فلاح سے مایوس ہو گئے تو آپؐ نے ہجرت کا ارادہ فرمایا۔ مکہ معظمہ کا چھوڑنا کسی معمولی دل گردہ والے انسان کا کام نہیں تھا۔ یہ وہ مقدس جگہ تھی جہاں ہمارے نبی کریم کے بزرگوں کے نشانات تھے۔ اِن کے اسلاف کی یادگاریں تھیں۔ یہی جگہ آپ کا زاد بوم تھا۔ اس کی محبت آپؐ کے رگ و پے میں پیوست تھی۔ اب مکہ میں رہنے کی ایک ہی سبیل تھی وہ یہ کہ آپؐ تبلیغِ اسلام سے دست کش ہو جائیں۔ لیکن آپؐ کو وطن اور عزیز و اقارب اور اسلاف سے بھی بڑھ کر اشاعتِ اسلام کا خیال تھا۔ آپؐ نے یہ گوارا نہ فرمایا کہ اسلام کی اشاعت کا سلسلہ مسدود کر کے یہاں قیام رکھا جائے۔ آپؐ نے ہجرت کو اس قیام پر ترجیح دی اور مدینہ منورہ کو چل کھڑے ہوئے۔ اہلِ مدینہ کا ایک معقول گروہ پہلے ہی آپؐ کی رسالت پر ایمان لا چکا تھا۔ ان کا اصرار تھا کہ حضرت نبی کریم ہمارے شہر میں رونق افروز ہوں۔ چنانچہ اسی اصرار اور کشش کی بنا پر نبی کریم نے مدینہ منورہ تشریف لے جانا منظور کیا۔ مدینہ میں قیام کرنیکے بعد آپؐ نے زید بن[1] حارثہ اور رافع[2] رضؓ کو مکہ میں بھیج کر حضرات فاطمہ رضؓ اور

---

[1] زید بن حارثہ۔ حضرت خدیجہؓ کے غلام تھے جنہوں نے پیغمبرِ اسلام کے نکاح کے بعد زید کو آپ کی نذر کر دیا تھا حضرت سرورِ کائناتؐ نے ان کو بچوں کی طرح پالا تھا اور پھر زینب بنت جحش سے آپکی شادی کر دی جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے۔ غزوہ موتے کے یہ امیر الجیش تھے ان کی مختصر لائف وکیل بک ڈپو امرت سر سے مل سکتی ہے۔

[2] رافع یہ اصل میں قبطی اور آنحضرت صلعم کے غلام تھے۔ عباسؓ عم رسول صلعم نے آپ کی نذر کیا تھا جب حضرت عباسؓ ایمان لائے تو آنحضرت صلعم نے ان کو آزاد کر دیا۔

اُمّ کلثومؓ اور سودہ بنت زمعہ (اُمّ المومنین) اسامہ[۱] بن زید اور ان کی ماں اُمّ ایمن[۲] کو مدینہ میں بلوایا۔ عبداللہ بن ابی بکر معہ اپنی والدہ اُمّ رومان[۳] اور اپنے دیگر عزیز و اقارب کے مدینہ تشریف لائے۔ سب کے آنے کے بعد حضرت اپنے نئے گھر میں رہنے لگے ؂

[۱] اسامہ بن زید۔ آپ زید بن حارثہ کے فرزند اُمّ ایمن کے بطن سے تھے حضور کے انتقال کے وقت اسامہ کی عمر بیس سال کی تھی۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد انہوں نے وادی القرا میں انتقال فرمایا۔

[۲] اُمّ ایمن۔ ان کا نام برکہ ہے۔ عبداللہ کی والدہ ماجدہ حضرت سرور کائنات کی آزاد کردہ کنیز تھیں انہوں نے حضرت سرور دوجہاں کو کھلایا۔ پھر جب آپ نے حضرت خدیجہؓ سے نکاح کیا تو ان کے غلام زید بن حارثہ سے ان کا عقد کر دیا ؂

[۳] اُمّ رومان یعنے وعد بنت عامر بن عمر کنانی اسلام لانے کے بعد انہوں نے دو نکاح کئے پہلا نکاح صدیق اکبرؓ سے ہوا۔ جن سے عائشہ رضؓ اور عبدالرحمٰن رضؓ دو بچے پیدا ہوئے۔ خود حضرت سرور کائناتؐ نے آپ کو قبر میں اُتارا تھا ؂





نکاح

رسول کریم صلعم مکہ سے ہجرت کر کے مدینۂ منورہ آ چکے تھے۔ اب جناب سیدۃ الزہراؓ بھی (ماشاء اللہ) سنِ بلوغت کو پہنچ گئی تھیں۔ سردارانِ عرب کی درخواستیں بغرضِ نکاح آنے لگیں۔ مگر حضورِ انور نے سب کو جواب صاف دیدیا اہلِ نظر کے نزدیک انسان کا شرف دولت کے توڑے اور اصطبل کے گھوڑے نہیں ہیں۔ انسان کا احترام کمالِ شاعری یا نجومی اسرار کا شرمندۂ کرم نہیں ہے انسان کی کسوٹی "انسانیت" ہے۔ انسان کی بزرگی اس کے کیریکٹر میں مضمر ہے۔ جس انسان کی سیرت اعلےٰ اور مقدس ہے وہ بیابانوں اور جنگلوں میں رہ کر بھی اشرف و ممتاز ہو سکتا ہے اور جس کی سیرت میں نقص ہے۔ وہ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا کھا کر اور عالیشان محلوں میں بس کر بھی حیوان ہے۔ کیونکہ اس نے ان چیزوں کو اپنا کعبۂ مقصود بنایا ہے جو فانی ہیں۔ جن کے ثبات پر ہرگز بھروسہ نہیں کیا جا سکتا انسان کے مادی شرف و احترام کو ہر وقت زوال کا خطرہ ہے۔ اس کو چور۔ ڈاکو بدمعاش ایک منٹ میں فقیر بنا سکتے ہیں۔ اس کے عالیشان محلوں کو زلزلہ کی ایک جنبش نیست و نابود کر سکتی ہے لیکن جن خوش قسمت اصحاب کے

حصے میں سیرت و اعمال کی دولت آئی ہے وہ ہمیشہ ممتاز و اشرف ہیں دنیا میں ان کی بزرگی کو کسی تغیر کا خطرہ نہیں۔ ان کے خزائن نہ لوٹے جا سکتے ہیں اور نہ اُن کی روحانی عمارات کو زلزلہ نقصان پہنچا سکتا ہے۔ رسول کریم صلعم جیسے خود اس روحانی دولت سے مالا مال تھے ویسے ہی اپنے ہونے والے داماد کو اعلےٰ سیرت کا مالک دیکھنا چاہتے تھے۔ ان کی یہ خواہش نہیں تھی کہ اپنے جگر گوشہ کو کسی معزز رئیس کی مناکحت میں دیدیں وہ درخواستوں پر کامل غور فرماتے تھے۔ اور بالآخر ان کو نامنظور کر دیتے تھے۔ اسی سلسلے میں اس سعید الفطرت فقیر منش آدمی کا بھی نمبر آگیا جس کے حصۂ قسمت میں ازل سے یہ نعمت لکھی ہوئی تھی۔ یعنی حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے دل میں بھی یہ خواہش ہوئی۔

نبی کریم مجھ فقیر ہی پر توجہ فرمائیں حضرت علیؓ کو دولت تھے۔ ہاں اخلاق و اعمال کا خزینہ اُن کی ملک تھا اور شجاعت اُن کی دولت تھے۔ حضرت علیؓ بار بار فقیر ہوں غریب ہوں مسکین ہوں، ایسا نہ ہو کہ جنا کو بھی میرے فقر و افلاس سے تکلیف پہنچے! دوسرے پاس میں حائل تھا۔ آپؓ کے دل میں جناب زہراؓ کی محبت ضرور تھی لیکن ادب و تعظیم حرفِ مطلب زبان پر نہیں لا سکتے تھے اور جناب رسالت مآبؐ کے رعب و وقار نے ان کی زبان پر مہرِ خاموشی لگا رکھی تھی۔

حضرت ابابکر صدیقؓ اور حضرت عمر خطابؓ نے بھی نکاح فاطمہؓ کیلئے التماس کی۔ ظاہر ہے کہ ان سے فضیلت میں اور کوئی بڑھ کر نہ تھا مگر آپ نے جواب دیا کہ فاطمہؓ کم سن ہے۔ یہ رشتہ میرے خیال میں ٹھیک نہ ہوگا۔

ایک دن جناب صدیق اکبرؓ۔ عمر فاروقؓ۔ سعد بن وقاصؓ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا ذکر کر رہے تھے کہ اکابر قریش و سرداران عرب نے خواستگاری کی درخواستیں بھیجیں ہیں۔ مگر حضور نے کسی کے پیغام کو منظور نہیں فرمایا۔ اب علیؓ باقی ہیں۔ ان کی طرف سے تا حال درخواست نہیں ہوئی۔ شاید ان کا پیغام منظور فرمالیا جاوے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ علیؓ بوجہ افلاس و تنگدستی درخواست کرنے سے رکے ہوئے ہیں اور میرا خیال ہی نہیں بلکہ یقین واثق ہے کہ بی بی فاطمہؓ کا عقد انہیں سے ہوگا۔ اگر آپ میرے ساتھ چلیں تو ہم لوگ علیؓ کو فاطمہؓ کے واسطے درخواست کرنیکی صلاح دیں اور اگر تنگدستی اور فقر و فاقہ مانع خواستگاری و ترسیل پیغام ہو تو ان کی

رومم نزدیک و بینم تا چہ گل خواہد شگفت ایں جا
دریں وادی چو موسیٰ آتشے از دور مے بینم

ں یہ مشورہ کر کے حضرت علیؓ کی تلاش میں نکلے آپ جنگل میں ہے تھے۔ یہ سب وہیں پہنچے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے علیؓ رسول کریمؐ سے جو قربت خصوصی آپؓ کو ہے دوسرے کو نصیب نہیں اور جس قدر محامد حمیدہ و خصائل پسندیدہ اللہ تعالےٰ نے آپؓ کو عطا فرمائے ہیں دوسرے کو میسر نہیں سب سرداران قریش نے فاطمہؓ کے نکاح کا پیا دیا۔ مگر کسی کی عرض قبول نہیں ہوئی۔ ہمارا گمان ہے کہ فاطمہؓ آپ کے ہیں اگر آپ درخواست کریں تو حضرتؐ ضرور منظور فرمالیں گے۔

جناب ابوترابؓ نے فرمایا۔ کہ جب آپؓ کو اور ابوبکر صدیقؓ کو مل گیا ہے تو میں کس بھروسے پر پیغام دوں۔ ایک روایت میں ہے کہ

فاروقِ اعظم کی یہ گفتگو سُنکر آبدیدہ ہوگئے اور فرمایا کہ آپ نے آج میری آتشِ شوق کو جسے مَیں نے عرصہ دراز سے اپنے سینہ میں دبا رکھا تھا مشتعل کر دیا۔ اور جو خیال مَیں نے اپنے دلِ دردمند سے بڑی دشواریوں کے ساتھ رفع کیا تھا آپؓ کی ترغیب و تحریص نے اُسے از سرِ نو قائم کر دیا۔ حضور نبویؐ کی دامادی کی تمنّا اور رغبت جس قدر مجھے ہے وہ میرے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔

آرزوئے کہ پئے عقد بدارد دلِ من
دلِ من داند و من دانم و داند دلِ من

مگر افسوس افلاس و تنگدستی سے مجبور اور فقر و فاقہ کی وجہ سے معذور ہوں۔ ناداری زبان روکتی ہے اور مفلسی یہ آرزو دل میں جاگزین نہیں ہونے دیتی۔ بارہا دل نے کہا کہ استدعا کروں مگر بے زری مانع ہوئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ حضرت سرورِ کائنات صلعم کی نگاہ میں مال و دولت کی کچھ وقعت نہیں آپ تہیدستی کا عذر نہ کریں اور حضور نبویؐ میں حاضر ہو کر درخواست تو پیش کر دیں۔ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ آپؓ کی درخواست رد نہ ہوگی اور حضور صلعم بطیبِ خاطر منظور فرمالیں گے۔

الغرض علی کرم اللہ وجہٗ احباب کے کہنے سُننے سے آمادہ ہوگئے اونٹ کی مُہار ہاتھ میں لی۔ گھر آئے اور اُونٹ باندھ کر خدمتِ نبویؐ میں حاضر ہوئے جناب رسول مقبول صلعم اس وقت اُمّ المومنین اُمّ سلمہؓ کے گھر میں رونق افروز تھے اب ان کا دل پھر دھڑکنے لگا۔ خیر جی کڑا کر کے دروازہ پر دستک دی کواڑ کھلے اور حضرت علیؓ اندر بُلا لئے گئے۔ شرم و حیا کا ان پر غلبہ تھا سب سے الگ ایک گوشے میں سر خمیدہ بیٹھ گئے خاموش تھے اور یا بیں مدہوش تھے جناب رسالت مآبؐ کی نظر کیمیا اثر حجاب ظاہری کو ہمیشہ الٹ دیا کرتی تھی۔

آپ کے سامنے مطالبِ اندرونی ہمیشہ دست بستہ حاضر ہوا کرتے تھے بنابریں آپ حضرت علیؑ کے جذباتِ مخفی سے بھی بے خبر نہیں تھے۔ نہایت شفقت و تلطف سے فرمایا کہ علیؑ! آج یہ کیا کیفیت ہے۔ کہ حیا و حجاب کا اس قدر غلبہ ہے۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ تیرے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی ہیں اور تُو عرقِ انفعال سے تربتر ہے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ آج تم کسی خاص مطلب کیلئے آئے ہو لیکن شرم و لحاظ کی وجہ سے حرفِ مطلب زبان پر نہیں آتا۔ آخر کہو تو سہی بات کیا ہے؟ جناب رسول مقبول صلعم کے ارشادِ گرامی کے جواب میں بھی اگر آپ خاموش ہی رہتے تو یہ ایک قسم کی سوء ادبی تھی۔ آپ نے نہایت ادب و شرم کی حالت میں سر جھکا کر اور دست بستہ ہو کر عرض کیا کہ "یا رسول اللہ! میرے والدین آپؐ پر قربان! امین بچپن سے حضورؐ کا پروردہ اور آوردہ ہوں حضورؐ نے ابتدا سے میرے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھا ہے۔ اور مَیں نے ہمیشہ حضورؐ کو اپنے باپ (ابوطالب) اور اپنی ماں (فاطمہؓ بن اسد) سے زیادہ شفیق پایا ہے۔ دین و ایمان کا سہارا حضورؐ ہیں۔ آپؐ ہی میرے والی و مختار اور سربراہ و امین ہیں۔ حضورؐ ہی کی لطف فرمائیوں کے بھروسہ پر مَیں اس فقر و افلاس میں شاداں و فرحاں ہوں۔ حضورؐ نے ابتدا سے مجھے اپنی کفالت میں لیا ہے اور آج تک آپ میرے لئے شفیقِ مکرم بنے ہوئے ہیں۔ مُدّت سے دل میں آرزو تھی کہ حضور سے فاطمہ زہراؑ کی درخواست کروں۔ مگر شرم اجازت نہ دیتی تھی اور حیا مانعِ سوال تھی۔ آج کمال اضطراب سے بمضمون ؎

کرم ہا بیت مرا گستاخ کردہ
وگرنہ کے مجالِ گفتگو بود

اب خدمتِ عالی میں نہایت ادب سے عرض پرداز ہوں کہ یہ خانہ زادِ قدیم شرفِ فرزندی سے ممتاز فرمایا جائے اور احقر کی یہ استدعائے حقیر شرفِ قبولیت حاصل کرے تو عین ذرہ نوازی ہے۔ رسول کریم صلعم نے تبسم فرمایا اور حضرت علیؓ کو پاس بٹھا کر فرمانے لگے کہ اچھا مطلب تو میں نے سمجھ لیا لیکن یہ تو بتائیے کہ نکاحِ فاطمہؓ کے لئے تمہارے پاس سرمایہ کس قدر ہے؟ رسالتمآبؐ کے اس ارشادِ گرامی نے حضرت علیؓ کی ندامت و حسرت کو مسرت میں تبدیل کر دیا۔ آپؓ نے نہایت ادب سے عرض کیا کہ میرے پاس جناب کی شفقت کی دولت ہی کیا کم ہے؟ جب حضور کے لطف و کرم کا ہاتھ میرے سر پر ہے تو مجھے اور کس نعمتِ فانی کی آرزو ہو سکتی ہے؟ دوسرے میرے پاس جو کچھ بھی ہے وہ حضور سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ایک تلوار ایک اونٹ اور ایک زرہ کے سوا میرے پاس کیا رکھا ہے؟ ہاں آپ کا غلام ہوں اور اس غلامی کے شرف کو ایک لازوال خزانہ سمجھتا ہوں ؎

ترجمہ طبع ملک محمد اسلم خان صاحب ایڈیٹر میندار پنڈی بہاؤالدین

پروائے زر نہیں نہ ہے دولت سے کوئی کام — کچھ میرے پاس ہے تو فقط ہے خدا کا نام
مفلس ہوں تنگدست ہوں پر دل کا ہوں غنی — اک زرہ ہے جو جنگ میں آتی ہے میرے کام
لے دیکے میرے گھر میں ہے یا سید البشرؐ — اک تیغ مشکاف تو شتر ایک خوش خرام
جو کچھ کہ ہوں حضور پہ ہے سب وہ آشکار — کیا کم ہے یہ شرف۔ کہ محمدؐ کا ہوں غلام
دنیا کے جاہ و مال سے کیا واسطہ کہ ہے — وردِ زباں خدا اور رسولؐ خدا کا نام

ذرا حضور نبی کریمؐ کا اسوۂ حسنہ ملاحظہ فرمائیے! بڑے بڑے امیروں اور رئیسوں کی درخواستیں تو رد کر دیں مگر علیؓ جیسے بیکس اور تنگدست کو اپنی عاطفت میں لے لینا منظور فرمایا۔ سبحان اللہ جن کے پاس صبر و قناعت کے

سوا اور کچھ نہ تھا۔ وہ ہی منظورِ نظر ٹھیرے۔ ع

اُس کے سر سہرا رہا جو فکرِ ساماں میں نہ تھا

یہی وہ اسوۂ حسنہ ہے جس کی پیروی کی اُمتِ مرحومہ کو ضرورت ہے اور اسی اسوۂ حسنہ کے فقدان کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ ہمارے خانگی تعلقات میں کشیدگی ظہور پذیر ہے۔ آجکل والدین لڑکے کی سیرت کو نہیں بلکہ اسکی صورت اور دولت کو دیکھتے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ معصوم لڑکی اس بدچلن صاحبزادے کی زوجیت میں آکر ساری عمر والدین کے سوءِ انتخاب کو بددعائیں دیتی ہے۔ بی بی فاطمہؓ کے نکاح میں اربابِ نظر کیلئے یہ ایک بیش قرار نکتہ ہے کہ انتخابِ شوہر کے وقت کسی کی مادی چمک دمک کا لحاظ نہیں کرنا چاہئے بلکہ لڑکے کے کیرکٹر کو پرکھنا چاہئے۔ کیونکہ انسان کا امتیاز اس کا کیرکٹر ہے جناب رسول کریم صلعم نے فاطمہؓ کو حضرت علیؓ سے منسوب کرکے اپنی اُمت کے لئے گویا روشنی کا ایک ضوآفرین مینار قائم کردیا ہے۔ یہ کہنے کی تو ضرورت ہی نہیں کہ حضرت علی کا کیرکٹر نہایت پاکیزہ اور دل آویز تھا۔ کیونکہ اس خصوص میں سب مورخین متحد البیان ہیں ایسا صابر، ایسا متوکل، ایسا جری جس کے زہد و تقوے کا سب کو اعتراف ہو چشمِ فلک نے بہت کم دیکھا ہوگا۔ اس قرآن السعدین پر جس قدر بھی مسرت کا اظہار کیا جائے کم ہے کہ حضرت علیؓ کو بیوی بھی ایسی ہی پاک دامن صابرہ اور رضا و تسلیم کی خوگر ملی۔ سیدۃ الزہراؓ کی شادی نہایت سادہ طور پر عمل میں آئی تکلفات سے اجتناب کیا گیا۔

رسولِ خدا صلعم نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ تلوار تو کام کی چیز ہے کیونکہ آجکل ہر وقت جہاد کی ضرورت رہتی ہے اور آمد و رفت کے لئے

اونٹ پر بھی سوار ہونے کی ضرورت رہتی ہے۔ ہاں ایک زرہ ہے جو گو کارآمد ہے مگر اس کے بغیر گذارہ ہو سکتا ہے۔ اس کو فروخت کر دو شیرِ خدا نے عرض کی کہ وہ تو بہت کم قیمت ہے چار سو درہم کی بھی نہ ہوگی ارشاد ہوا ہمیں یہی قبول ہے۔ جاؤ زرہ فروخت کر کے اس کی قیمت لے آؤ۔ جناب ابو تراب رضؓ حسب الحکم حضور سرورِ کائنات صلعم زرہ فروخت کرنے کو لے گئے دراصل وہ زرہ ایسی نفیس تھی کہ تلوار اس پر اثر نہیں کرتی تھی چار سو درم اور ایک روایت ہے چار سو اسی درم پر جناب عثمانؓ نے خرید کر قیمت آپؓ کے حوالے کی۔ اس کے بعد فرمانے لگے کہ اب تو میں اس زرہ کا مالک ہوں مجھ کو اختیار رہے جو چاہوں کروں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ بیشک زرہ آپؓ کی ملک ہے عثمانؓ فرمانے لگے کہ درحقیقت مجھ سے زیادہ آپ اسکے حقدار ہیں اور میں یہ زرہ بطور ہبہ شرعی آپؓ کو دیتا ہوں۔ یہ آپؓ کو ہی مبارک رہے۔ حضرت علیؓ جنابِ عثمانؓ کی اس سخاوت سے بہت محظوظ ہوئے اور خدمتِ نبویؐ میں حاضر ہو کر تمام ماجرا عرض کیا۔ آپؐ نے حضرت عثمانؓ کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ اور حضرت انسؓ[1] سے ارشاد فرمایا کہ مسجد میں چل کر جملہ اصحاب مہاجرین و انصار کو بلاؤ۔ تھوڑی دیر کے بعد آپؐ بھی تشریف لائے۔ روئے انور خوشی سے مثلِ ماہتاب تاباں تھا۔ انسؓ فرماتے ہیں کہ میں اس وقت خدمتِ نبویؐ میں حاضر تھا۔ بشرۂ مبارک پر آثارِ نزولِ وحی

---

[1] انس بن مالک بن نضر۔ ان کی کنیت ابو حمزہ ضرر جی ہے اور یہ حضور سرورِ کائنات صلعم کے خادم خلوص ہیں انکی ماں کا نام ام سلیم بنت ملحان ہے جب حضرتؐ ہجرت کر کے مدینہ تشریف فرما ہوئے تو آپؐ کی عمر دس سال کی تھی۔ عہدِ فاروق اعظم میں آپ مدینہ چھوڑ کر بصرے چلے گئے۔ ۹۳ھ میں بصرہ ہی میں ایک سو تین سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ آپؓ کے ۹ لڑکے

ظاہر ہوئے جب وحی ہو چکی تو آپؐ نے فرمایا۔ اے انسؓ مجھے اللہ تعالےٰ حکم دیتا ہے کہ فاطمہؓ کا نکاح علیؓ سے کر دوں۔ پھر آپؐ گھر میں تشریف لے گئے اور بی بی فاطمہؓ سے فرمایا کہ علیؓ تمہارے نکاح کے خواستگار ہیں۔ آپؓ سن کر خاموش ہو گئیں پھر حضورؐ مسجد میں تشریف لے آئے۔ اسی سے علمائے کرام کے نزدیک نکاح کے وقت باکرہ کا سکوت بمنزلہ اجازت و رضا مانا گیا ہے۔

جب سب لوگ دربارِ رسالت میں حاضر ہو گئے تو خواجۂ دو سرا صلعم ممبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا۔ اے گروہِ مہاجرین و انصار۔ ابھی حضرت جبرئیلؑ حکم ربِ جلیل میرے پاس لیکر تشریف لائے تھے کہ اللہ تعالےٰ نے ملائک کو بیت المعمور میں جمع فرما کر اپنی کنیز فاطمہؓ بنتِ محمدؐ کا نکاح اپنے غلامِ خاص علیؓ ابن ابی طالب سے کر دیا۔ اور مجھے ارشاد ہوا ہے کہ عقد نکاح کی تجدید کر کے گواہانِ عادل کے روبرو ایجاب قبول کرا دوں پھر آپؐ نے حسب ذیل خطبۂ نکاح پڑھا۔ نکاح ۱۲ محرم کو ہوا۔

الحمد للہ المحمود بنعمتہ المعبود بقدرتہ المطاع بسلطانہ المرھوب من عذابہ و سطوتہ النافذ امرہ فی سمائہ و ارضہ الذی خلق الخلق بقدرتہ و غیرھم بأحکامہ و اعزھم بدینہ و اکرمھم بنبیہ محمد ان اللہ تبارک اسمہ و تعالت عظمتہ جعل المصاھرۃ وسبلا احقا و امرا مفترضا و شیخ بہ الارحام و الزم الانام فقال عز من قائل و ھو الذی خلق من الماء بشرا فجعلہ نسبا و صھرا و کان ربک قدیرا ثم امر اللہ تعالیٰ یجری الی قضایہ تجری الیہ قدرہ و لکل قضاء قدر و لکل قدر اجل و لکل اجل کتاب یمحو اللہ ما یشاء و یثبت و عندہ ام الکتاب ثم ان الیہ عز و جل امر فی ان ازواج فاطمۃؓ من علی بن ابی طالب فاشھدوا بتہ علی اربعۃ مائۃ مثقال فضہ ان رضی علی ذالک۔

جس وقت آپؐ نے نکاح کا خطبہ شروع کیا۔ حضرت علیؓ موجود نہ تھے آپ کسی کام کے لئے بازار تشریف لے گئے تھے خطبہ پڑھنے کے دوران میں ہی تشریف لے آئے۔ حضرت صلعم نے آپؐ کی طرف دیکھکر تبسم فرمایا۔ اور ارشاد کیا۔ کہ میں نے چار سو[1] مثقال مہر کے عوض فاطمہؓ کو تمہارے نکاح میں دیدیا کیا تم کو منظور ہے۔ شیرِ خدا نے عرض کیا "بسر و چشم" تب آپؐ نے دعا فرمائی

جمع اللہ شملکما وعز جلکما وبارک علیکما واخرج منکما کنزاً طیبًا

یعنی خدا تم دونوں کی پراگندگی جمع کرے اور تمہاری سعی مشکور کرے۔ تم دونوں پر برکت نازل کرے اور تم سے پاک اولاد پیدا ہو (المواہب)

یہ نکاح جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے پہلے اللہ تعالےٰ کے حکم سے آسمان پر ہوا۔ پھر روح الامین نے حضرت خاتم النبیینؐ کو منشاء و حکم الٰہی سے آگاہ فرمایا۔ اور اس کے مطابق آپؐ نے زمین پر تعمیلِ حکم خداوندی کر کے اپنی بیٹی کو شیرِ خدا کے عقد میں دیدیا۔ پھر جناب رسولؐ خدا نے ایک مٹھی بھر کر درہم لئے اور حضرت صدیق اکبرؓ سے ارشاد کیا۔ کہ فاطمہؓ کا جہیز خرید لاؤ۔ انہوں نے شمار کئے تو ۳۶ درہم تھے۔ حضرت سلمانؓ[2] و بلالؓ کو بھی ہمراہ کر دیا پھر چھوہارے

---

[1] چار سو مثقال عربی موجودہ انگریزی سکہ کے ۱۶۰ کے برابر ہوتے ہیں اصحاب اہل شیعہ کے نزدیک حق مہر پانسو درہم مقرر ہوا تھا۔

[2] سلمان فارسی۔ انکی کنیت ابو عبداللہ ہے اصل آپ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں اصل انکی فارس کی قوم راہور مز میں سے ہے۔ یہ مذہب کی تلاش میں گھر سے نکلے پہلے دین عیسوی کی کتابیں پڑھ کر مذہب عیسوی اختیار کیا۔ پھر کسی اعرابی نے ان کو پکڑ کر ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا اس نے آپ سے مکاتبہ کر لیا۔ آنحضرت صلعم نے اوقیہ مکاتبہ میں امداد فرمائی جب حضور مدینہ منورہ تشریف فرما ہوئے تو سلمان مسلمان ہو گئے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ سلمان اہل بیت سے ہیں۔ آپ اپنی کمائی کے سوا کچھ نہ کھاتے تھے

(بقیہ حاشیہ کے لئے دیکھو اگلا صفحہ)

ایک طشت منگا کر سب کو اجازت دی کہ لوٹ لو۔ چنانچہ حاضرین نے ہاتھوں ہاتھ لوٹ لئے حسب ذیل اسباب جہیز کا حضرت خاتونِ جنت کو دیا گیا۔ (۱) ایک فرشِ خواب مصری کپڑے کا جس کے اندر اون تھی (۲) ایک فرش چرمی (۳) دو تکیے ایک میں اون تھی دوسرے میں پوست خرما (۴) ایک چادر ریشمی (۵) دو مٹی کے برتن پانی کے واسطے (۶) دو چادریں (۷) دو بازو بند نقرئی (۸) ایک قطیفہ چادر کلاں (۹) ایک چکی (۱۰) ایک مشک (۱۱) ایک پیالہ (۱۲) ایک پلنگ (۱۳) ایک جانماز۔ جب یہ سامانِ جہیز حضرت بتولؓ کا حضور سرورِ عالم صلعم کی نظر سے گذرا تو آپؐ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ خداوندا ان کو برکت عنایت فرما۔ سامانِ جہیز سے جس قدر رقم بچی وہ حضرت رسولِ خدا صلعم نے اُمّ المومنین ام سلمہؓ (اور ایک روائت سے اُم سلیم والدہ انسؓ۔ تفریح الاذکیا صفحہ ۳۶۸) کے حوالہ فرمائی کہ اس سے دیگر ضروریاتِ زنانہ مثل خوشبو و عطر وغیرہ منگوا لو۔ نکاح کے وقت جو ۲ھ ہجری کے اخیر میں ہوا حضرت علیؓ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۹) آپ نے بڑی لمبی عمر پائی بقول بعض ۲۵۰ سال زندہ رہے۔ انکی وفات ۲۵ ہجری میں بمقام مدائن ہوئی۔ ایک روایت کے مطابق آپ حضرت عمرؓ کے وقت بیت المقدس میں شہید ہوئے۔

۵۳ بلالؓ بن رباح حبشی آزاد کردہ حضرت ابوبکر صدیقؓ قدیم مسلمانوں سے ہیں جو ظہورِ نبوت کے وقت ہی مکہ میں اسلام لے آئے تھے۔ بدر اور اس کے بعد کی تمام لڑائیوں میں شریک رہے۔ آخر عمر میں شام چلے گئے اور ۲۰ھ ہجری میں دمشق میں انتقال فرمایا مقبرہ باب الصغیر میں مدفون ہیں۔ آپؓ نے ۶۳ سال کی عمر پائی بعض کہتے ہیں کہ آپؓ نے حلب میں انتقال فرمایا اور باب الاربعین میں دفن ہوئے آپکے کوئی اولاد نہ ہوئی جب آپ پر ایمان لائے تو اُمیہ بن خلف نے آپکو سخت عذاب دیئے۔ آخر وہ بدر کی جنگ میں بلالؓ کے ہاتھ سے مقتول ہوا۔ آپ کے مفصل حالات میں ایک کتاب کارخانہ رسالہ صوفی پنڈی بہاؤالدین میں چھپی ہے اور عمدہ کو مل سکتی ہے ۔

کی عمر اکیس سال اور بی بی فاطمہؓ کی عمر پندرہ سال پانچ مہینہ کی تھی (علامہ ابن حجر)۔

حضرت علیؓ نہ گھوڑے پر چڑھے اور نہ بی بی فاطمہؓ پالکی میں بیٹھیں۔ نہ برات بجی۔ نہ ڈھول تاشے اور گاجا باجا آیا۔ بقول روضۃ الاصفیا وجمیس دعوتِ ولیمہ کیلئے خواجۂ کائناتؐ نے حضرت علیؓ کو ضرما اور مویز عنایت فرمائے حضرت علیؓ نے اِس پر جَو کا دلیا اضافہ کر دیا وہ بھی سادہ، وہی دوستوں کے سامنے لاکر رکھ دیا اور اسی کو سب نے بطیب خاطر نوش کیا۔ اگر آجکل کی سی شادی ہوتی تو طرفین کے ہزاروں روپیہ پر پانی پھر جاتا۔ ناچ رنگ ہوتے۔ آتشبازی چھوڑی جاتی نقال آتے۔ پُرتکلف دعوتیں اور بی بی پاڑیاں دی جاتیں۔ ہزاروں روپیہ مسرفانہ طور پر برباد کیا جاتا۔ لیکن دونوں جہان کے شہنشاہ نے اپنی لڑکی کا بالکل سادہ نکاح منعقد فرمایا اور گویا اپنے طرزِ عمل سے اُمت کو بتا دیا کہ شادی کے ہنگام میں فضول روپیہ برباد کرنا خاصہ خاصان نہیں ہے۔ تاریخِ نکاح میں مورخوں کا اختلاف ہے بعض صفر ۲ھ میں بعض محرم ۲ھ ہجری میں نکاح کا ہونا بیان کرتے ہیں۔ کتاب خمیس میں رجب ۲ھ ہجری لکھا ہے۔ حضرت ابو عمرؓ کے قول کے مطابق غزوہ بدر کے بعد شوال ۳ھ میں نکاح ہوا۔ ایک روایت کے مطابق جنگ احد کے بعد اور حضرت عائشہؓ کی رخصتی کے ساڑھے چار ماہ بعد آپ کا نکاح ہوا[1]۔ نکاح وغیرہ سے رخصت پاکر حضور پُرنور نے (بقول صاحب ناسخ التواریخ) ازواجِ مطہرات کو حکم دیا کہ نکاح فاطمہؓ کی مسرت میں دف بجائیں۔ اور خود بدولت بی بی فاطمہؓ کے پاس تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ آپؓ اُداس اور

[1] طبقات ابن سعد باب النساء۔

معمولی کپڑے پہنے، شرم وحیا سے سر جھکائے بیٹھی ہیں۔ آپؓ کو چپ چاپ اور پریشان بیٹھا دیکھ کر جناب رسول مقبولؐ نے خیال فرمایا کہ شاید علیؓ کے افلاس کا خیال ہے! رسول مقبولؐ نے فرمایا کہ اے پیاری بتولؓ، ملول نہ ہو اہلِ بیت میں علیؓ سے بہتر دوسرا کوئی نہ تھا جسے میں تیرا خاوند بناتا۔ اگر علیؓ تنگدست ہے تو بھی پروا نہیں۔ یہ دُنیاوی افلاس چند روزہ ہے عقبےٰ کی کشائش پر نظر رکھو آخرت کے خزانے تمہاری ملک ہیں۔ پریشان ہونیکی کوئی وجہ نہیں۔ اللہ غنی وانتم الفقراءؑ اس فانی دُنیا میں فقر و افلاس کا احساس ہی فضول ہے! جناب رسالت مآبؐ کے یہ ارشادات تسکین بخش ثابت ہوئے اور جناب سیدہؓ کو رب العزت نے صبر و شکر کی توفیق عطا فرمائی۔ بلاشبہ آخرت کی نعمتیں ان پاک نفس روحوں کی ہی ملک ہیں جو اس دارِ ناپایدار میں صابر و قانع زندگی بسر کرتی ہیں اور تنگدستی یا عسر و افلاس کا شکوہ نہیں کرتیں۔

حضرت شاہ محمد امین الدین صاحب قیصر الہ آبادی یادگار حضرت خواجہ آتش لکھنوی نے شادی کے واقعات کو نظم میں نہایت خوبی سے ادا کیا ہے جو درج ذیل ہے:۔ ؎

جب حکمِ حق سے زینتِ عرشِ علا ہوئی — آوازِ تہنیت کی بپا جا بجا ہوئی
انوارِ شمعِ طور کی ہر سُو ضیا ہوئی — تجویزِ عقدِ حضرتِ خیر النسا ہوئی

مبذول کی جو اپنی عنایت کریم نے
پہنا لباس نور کا عرشِ عظیم نے

رضواں نے ہر روش پہ بچھایا وہ فرشِ نور — جس کی چمک دمک سے بنی روشنیِ طور
پھیلا جو عکسِ آئینۂ قدرت ظہور — مملو تجلیوں سے ہوئے خلد کے قصور

خوشہ جو تھا وہ رشکِ دُرِ شاہوار تھا
کیا فیضِ باغِ قُدرتِ پروردگار تھا

حورانِ پاکباز تھیں آراستہ تمام — رُخ تھے جو رشکِ صبح تو گیسو تھے شکِ شام
تھے بار بار سب کی زبانوں پہ یہ کلام — ہوتا ہے عقدِ دُختِ شہِ عرش احتشام
مریمؑ کی افتخار ہے عفت مآب ہے
وہ نورِ چشمِ سیّدِ عالی جناب ہے

ثانی خدا نے خلق نہ ان کا کہیں کیا — شہرہ ہے اِن کے نورِ مطہر کا جا بجا
اِن سے ازل کے روز سے اضعی ہے کبریا — تعظیم اِن کی کرتے ہیں سردارِ انبیا
پایا نہیں کسی نے جو اِن کا مقام ہے
اِن کا جنابِ سیّدۂ پاک نام ہے

یہ وہ ہیں جبکہ آئے گا ہنگام حشر کا — پردہ کرے گا ان کا وہاں اس طرح خدا
آئے گی بار بار یہی غیب سے ندا — اے اہلِ حشر! آتی ہیں بنتِ مصطفےٰ
ان کا حجابِ عصمت و عفت میں نام ہے
سب بند کر لیں آنکھ ادب کا مقام ہے

فخریہ کر رہی تھیں یہ حوریں ابھی بیاں — پہنچا خدا کا حکم یہ جبرئیل کو کہ ہاں
جا جلد اب حضورِ شہنشاہِ دو جہاں — یوں دے خبر کہ اے مرے محبوبِ رازداں
باندھا ہے مَیں نے عقد یہ اپنے ولی کیساتھ
کر دو نکاحِ فاطمہ زہراؓ علیؓ کیساتھ

بس عقلِ کُل یہ سُنتے ہی فرمانِ کبریا — بشاش و شاد کام چلے سوئے مصطفےٰ
پہنچے بصد سرور کیا عرض مدعا — مژدہ یہ سُن کے شاد ہوئے شاہِ انبیاؐ
آوازِ شکر تا سرِ عرش علا گئی

سُرخی برنگِ گُل رُخِ اقدس پہ آگئی

سجدے میں جا کے حق کا کیا بار بار شکر — فرمایا پھر کہ اے مرے پروردگار شکر
کرتا ہے لاکھ بندۂ طاعت گذار شکر — سہرا بندھا بتولؓ کے یارب ہزار شکر

یہ سچ ہے ہیں بہت ترے لطف و کرم کے گھر
تیری کنیز آئی مرے ابنِ عم کے گھر

وہ ابنِ عم کہ جس کا یداللہ نام ہے — وہ ابنِ عم جو مرجعِ ہر خاص و عام ہے
وہ ابنِ عم جو قاسمِ دارالسلام ہے — وہ ابنِ عم جسے مری اُلفت سے کام ہے

وہ ابنِ عم جو فاتحِ بدر و حنین ہے
وہ ابنِ عم جسے مری راحت سے چین ہے

فرما کے یہ اُٹھائی سرِ خاک سے جبیں — دیکھا تو ہیں علیؓ ولی جلوہ گر وہیں
بولے یہ مُسکرا کے شہنشاہِ مرسلینؐ — سُن لو خدا کے حکم کو آؤ مرے قریں

دارین میں سبب یہی ہوگا فلاح کا
ساماں کرو بتولؓ سے اپنے نکاح کا

گویا ہوئے یہ سُنکے شہِ دیں سے بوترابؓ — اسپِ مُذرہ ہے پاس فقط اے فلک جناب
طفلی سے ہوں جو دولتِ ایماں سے کامیاب — ذرّے کو آپ ہی نے بنایا ہے آفتاب

تکیہ ہے ذاتِ پاکِ خدائے غفور پر
ظاہر ہر ایک حال مرا ہے حضورؐ پر

خیرالوریٰ نے جب یہ سُنا حالِ مرتضیٰؓ — بھیجو زرہ کو جا کے بتا کیدیوں کہا
گھوڑا جہاد کے لئے رہنے دو میں خدا — تا انصرام جلد ہو ارشادِ کبریا

بھولے خدا کے حکم کو بندا نہ چاہیئے
اِس کارِ خیر میں تمہیں وقفہ نہ چاہیئے

تعمیلِ حکمِ شہؐ کو علیؓ فلک وقار — دولت سرا میں آئے بصد جاہ و افتخار
گردوں سے مرحبا کی صدا آئی بار بار — بیچا زرہ کو اور کیا شکرِ کردگار
تھے ٹھیک سب شمار میں زائد نہ کم تھے وہ
لکھا ہے یہ کہ چار سو اسی درم تھے وہ

لائے نبیؐ کے پاس علیؓ جب وہ سب درم — اک مٹھی دے کے اس میں سے بولے شہِ اُمم
ہاں اے بلالؓ جلد اٹھا اپنے اب قدم — خوشبو برائے فاطمہؓ لے آ کہ خوش ہوں ہم
حکمِ خدا سے نکلے گا ارمانِ مصطفےٰ
اب وہ بنی بنے گی جو ہے جانِ مصطفےٰ

ارشادِ شاہ جبکہ سنا یہ بلالؓ نے — خوشبو کی چیزیں مول لیں اُس خوشخصال نے
تعمیلِ حکمِ پاک جو کی ذی کمال نے — فرمایا مرحبا نبیِ ذوالجلال نے
امداد کی عنایتِ ربِّ غفور نے
باقی درم دیئے سلمہؓ کو حضورؐ نے

دیکر درم پھر اُن سے بتاکید یوں کہا — طیار اس سے جلد ہو ساماں جہیز کا
حال اس کا راویوں نے ہے اِس طرح سے لکھا — مٹی کے دو سبو چے تھے اور ایک تکیہ تھا
یہ تھی بعقدِ بنتِ رسالت مآبؐ تھی
چاندی کے بازو بند تھے اک مشکِ آب تھی

تھا اک پلنگ بُرد کی دو چادریں بھی تھیں — تھیں دو نہالیاں بھی کتاں کی قریں قریں
صندل کی طرح واں کی مہکتی تھی سرزمیں — یہ شب میں محرمی تھی کہیں شادیاں کہیں
نعلین ایک جفت بھی تھی اک ردا بھی تھی
اس تاجور کی دولہن کے لئے آسیا بھی تھی

جس دم خدا کے فضل سے ہر رنج ہوئی بہم — اک روز سعد کر کے مقرر شہِ اُمم

بولے یہ پھر بلالؓ سے اے مردِ باکرم کر دے خبر ہر ایک کو یہ چاہتے ہیں ہم
ہو جائے لطف حال پہ میرے ہر ایک کا
ہوگا نکاح آج مری دخترِ نیک کا

شائع ہوئی وہاں جو مسرت کی یہ خبر انصار اور سب شرفائے نکو سیر
حاضر ہوئے جنابِ پیمبرؐ میں ہمدگر حاصل ہوئی سعادتِ کونین سر بسر
آکر مکیں مکاں میں جو وہ جا بجا ہوئے
راضی ہر اک سے حضرتِ خیر الورا ہوئے

اللہ رے اوج واہ رے سامانِ احتشام طبقہ زمیں کا واں کی بنا آسماں مقام
ہر اک ملک تھا عرش کا سرگرمِ اہتمام تھا نور یہ کہ وادیٔ ایمن بنی تھی شام
پرتو فگن ضیا تھی جو قندیلِ عرش کی
دھوکا تھا آسمان کا رفعت پہ فرش کی

رضواں نے چن دیئے تھے جو گلدستے جا بجا اترا رہا تھا بزم میں جھونکا نسیم کا
تھا ہر دماغ نکہتِ فردوس سے بسا نازاں تھی کیا بہار جو پھولوں کا فرش تھا
خوشبو یہ تھی کہ شہر کے کوچے مہکتے تھے
کس کس خوشی سے بلبلِ سدرہ چہکتے تھے

بہتی تھیں آپؐ کے جو پسینے کی نکہتیں غلماں تمام کیسے نہ صلِّ علےٰ کہیں
تھے قول اُن کے یہ کہ سدا ہم یہیں رہیں کیا غم فراقِ خلد کے صدمے اگر سہیں
جنت ملے نہ ہم کو نہ واں کی فضا ملے
پر بوئے جسمِ پاک رسولِ خدا ملے

واللہ وا نکے پھولوں میں ایسی نہیں مہک ہے آپؐ کے پسینے کی خوشبو سما تلک
نکہت میں لاجواب ہے اس میں نہیں ہے شک قسمت ہے اس کو پائیں اگر شیشۂ فلک

اس بوسے کامیاب اسے جبکہ رب کرے
پھر فخر کس طرح نہ زمینِ عرب کرے

کیا شان کیا بہار تھی اللہ رے وقار — تھے خضر پاک بھی اسی مجمع میں آبدار
پائے گا آبرو یہ کبھی درِ شاہوار — وہ ہے صدف کی جان یہ محبوبِ کردگار

یہ شان یہ شکوہ ہے شایانِ مصطفےٰ
شادی ہے اسکی ہے جو دلِ جانِ مصطفےٰ

طیبہ کے سب شریف جو تشریف لائے تھے — رتبے عجیب جلسۂ عالی نے پائے تھے
حوروں نے خوان میوۂ جنت لگائے تھے — آنکھیں بجائے فرش فرشتے بچھائے تھے

ایسی ضیا نہ چرخ پہ تھی ماہتاب میں
کیا روشنی تھی بزمِ رسالت مآب میں

یہ وصف ہو رہے تھے کہ حضرت نے ناگہاں — بلوایا اپنے پاس علیؓ کو بعزّ و شاں
فرمایا پھر یہ اُن سے کہ اے میرے قدرداں — ہے اس طرح سے مرضیِ خلّاقِ دو جہاں

حکمِ خدائے پاک بجا آج لاؤں گا
زہرا سے اب نکاح تمہارا پڑھاؤں گا

فرما کے یہ جو چپ ہوئے شاہِ باصفا — خیر النساء کے کان میں پہنچے یہ کیا سنا
اے وجہِ زندگانیٔ محبوبِ کبریا — اے نورِ چشم تجھ پہ تصدق نبی ترا

داریں کا ثواب مری جان قبول کر
ہوتا ہے عقد ساتھ علیؓ کے قبول کر

سنتے ہی یہ کلام رسولِ فلک وقار — چپ ہو گئیں وہ سیّد و فخرِ روزگار
باہر پھر آئے واں سے شہِ نامدار — خطبہ پڑھا نکاح کا باجاہ و افتخار

ہر اک طرف سے شورِ مبارک بپا ہوا

جاری ہر اک زبان پہ صلِّ علےٰ ہوا

رخصت کیا بتولؓ کو جس دم بچشمِ تر — لائے جنابِ شیرِ خدا اُن کو اپنے گھر
کیا ہو سکے بیان سواری کا کروفر — حوروں کے غول ہاتھ تھے باندھے ہوئے کمر

جاروب کش جناں کی ہوائیں تھیں راہ میں
تحسین و مرحبا کی صدائیں تھیں راہ میں

تھی غیب کی صدا رہے شاداب یہ چمن — نوشہ کے ساتھ خرم و شاداں رہے دلہن
ان پر سدا ہو سایۂ افضال ذوالمنن — آباد ہو یہ خانۂ شاہنشہِ زمن

ان کو نہ کچھ الم ہو نہ یہ دردناک ہوں
یارب یہ جلد صاحبِ اولاد پاک ہوں

جنت بنا تھا واہ رے مشکوئے مرتضیٰؓ — غنچہ نمط کھلا دلِ نیکوئے مرتضیٰؓ
زہراؓ انہیں جو رات کو بانوئے مرتضیٰؓ — اس گل سے مل کے اور بڑھی بوئے مرتضیٰؓ

حسبِ مراد شاہ رسل کام ہو گئے
احکامِ ربِّ پاک سرانجام ہو گئے

اب یاں سے ایک اور روایت ہے معتبر — گھر میں گئے علیؓ کے پیمبرؐ دمِ سحر
دیکھا بتولؓ و شیرِ خداؓ کو جو جلوہ گر — شاداں ہوا کمال دلِ سیدالبشرؐ

دینے لگے دعائیں ترقی ہو جاہ میں
رکھے مرا خدا تمہیں اپنی پناہ میں

دونوں سے پھر حضورؐ نے ارشاد یوں کیا — پانی منگاؤ جلد فدا تم پہ مصطفےٰ
تا میں جو آب ظرف میں بنتِ شہِ ہداؐ — تھوڑا سا اس میں سے دہنِ پاک میں لیا

کلی پھر اس میں کی شہِ عالی جناب نے
چشمے کو اپنے دھو کیا آفتاب نے

چھڑکا ہر ایک پر شہِ والا نے باوقار — یعنی سروں پہ سینوں پہ پشتوں پہ بار بار
ہاتھوں کو پھر اٹھا کے دعا کی کہ کردگار — دونوں کو رکھ پناہ میں اپنے نبیؐ نثار

راہِ وفا میں اپنی چلانا ہر ایک کو
شیطاں کے مکر و شر سے بچانا ہر ایک کو

یارب تو اِن کو صاحبِ اولاد کیجیو — اپنے کرم سے دونوں کے دل شاد کیجیو
گھر ان کا لطفِ خاص سے آباد کیجیو — ہر دم ہر ایک وقت میں امداد کیجیو

افضال پاک کے ترے اُمیدوار ہیں
یارب یہ تیرے بندۂ طاعت گذار ہیں

یارب تو جانتا ہے محبت کا میری حال — ان کو جو ہو گا رنج تو ہو گا مجھے ملال
کھیو ہمیشہ شاد انہیں میرنے والجلال — ہر دم بتولؓ اور علیؓ کا رہے خیال

یارب اُمید مجکو قبولِ دعا کی ہے
دولت یہی جہان میں بس مصطفےٰؐ کی ہے

جز تیرے اے کریم مدد گار کون ہے — اِن کا خبیر اے مرے غفار کون ہے
اے کردگار مالک و مختار کون ہے — تیرے سوا بتا مجھے ستار کون ہے

رحمت کی رکھ نگاہ سدا ان کے حال پہ
کر رحم اے رحیم مرے میری آل پہ

پہنچی درِ قبول پہ جس دم یہ التجا — لبیک کی جناب الٰہی نے دی صدا
آیا یہ حکم اے مرے محبوب غم نہ کھا — دونوں پہ لطفِ خاص ہمیشہ سے ہے مرا

میں ان کا خواستگار یہ محبوب ہیں مرے
میں ان کا طالب اور یہ مطلوب ہیں مرے

وداع

از خان احمد حسین خاں صاحب بی اے ایم آر اے ایس منصف درجہ اول

گلستانِ خلد کی یاد رخ قسمت ہوگئی
دخترِ خیر البشرؐ خاتونِ جنتؓ ہوگئی

خانۂ شیرِ خدا میں دخترِ فخرِ رسلؐ
جلوہ افزا جب ہوئیں اک خاص برکت ہوگئی

آپؓ کا رشتہ علیؓ کے حق میں اک معراج ہے
دونی عزت ہوگئی وہ چند حرمت ہوگئی

نوعِ انساں کو شرفِ خیر البشرؐ سے مل گیا
فاطمہؓ سے طبقۂ نسواں کو زینت ہوگئی

آپؓ کی تائید سے اوہامِ زائل ہوگئے
آپؓ کی تصدیق سے قائم شریعت ہوگئی

تھا روا پاپا آپؐ کی شانِ تحمل کا ظہور
مہر و مہ کو روبرو آنے کی جرأت ہوگئی

آپؓ کے فرقِ مبارک کی ردائے ریشمی
اطلسِ گردوں کے حق میں وجہِ عظمت ہوگئی

آپؓ جب خنداں ہوئیں پھولوں کو ہنسنا آگیا
آنسوؤں سے آپؓ کے شبنم کو وقعت ہوگئی

ہمسرِ شیرِ خدا اے نورِ عینِ مصطفےٰ
دونو پلوں کی یہ اک میزانِ قدرت ہوگئی

آپؓ کے ابا کا ہم سے کوئی پوچھے معجزہ
نام اُن کا جب لیا غائب مصیبت ہوگئی

آپؓ کے شوہرؓ سے سیکھے کوئی فنِ رستمی
ذوالفقارِ حیدریؓ شانِ شجاعت ہوگئی

نعرۂ اللہ اکبر جب دیا کرار کا
جب سنا کفار نے برپا قیامت ہوگئی

خون سے کس کے ہوئی رنگین خاکِ کربلا
اس قدر مستانہ زار میں شہادت ہوگئی

آپؓ کی معصومیت آبِ لالِ قدس تھی — دُھل گئی اور پاکدامن جس سے عفت ہوگئی
پردۂ دُنیا پہ پھر آؤ خدا کے واسطے — ایک مدت سے بُری اُمت کی حالت ہوگئی
محملِ بادِ صبا میں صبح دم آنا حضورؐ — یکلخت پردہ مستعد پھولوں کی نکہت ہوگئی
آپؐ آئیں تو جنابِ مرتضےٰؓ بھی ساتھ ہوں — شعلہ افگن چار سُو برقِ خصومت ہوگئی
ہم غریبوں کے لئے جنت ہی سے کیجے دُعا — بہرِ استقبال آمادہ اجابت ہوگئی

مَیں کہاں قابل تھا اسکے دامنِ لطیفِ بتولؓ
سایہ افگن سر پہ احمدؐ کے سعادت ہوگئی

نکاح کو چھ سات مہینے گذر گئے۔ اور اِس عرصہ میں حضرت علیؓ نے حسبِ ارشاد حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم حارثہ بن نعمان کا ایک چھوٹا سا مکان کرایہ پر لے لیا مگر شیرِ خدا نے شرم کی وجہ سے کبھی ایک لفظ بھی رسالت مآبؐ کی خدمت میں وداع کے متعلق نہ کہا۔ لیکن جب کبھی تنہائی میں مُلاقات ہوتی تھی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ سے فرماتے تھے کہ اے علیؓ تجھے مُبارک ہو تیری بیوی بہت اچھی ہے"۔ آخر ایک روز برادرِ علیؓ، رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم چاہتے ہیں کہ اب رخصت بھی ہو جائے۔ بعض مؤرخین نے اس طرح لکھا ہے۔ کہ ایک دن عقیلؓ اپنے بھائی علی کرم اللہ وجہٗ کے پاس آئے اور کہا کہ ہماری آرزو ہے کہ رسول کریمؐ اپنی لختِ جگر کو اب رخصت دیں۔ علیؓ نے جواب دیا مَیں بھی یہی چاہتا ہوں لیکن حضورِ اکرمؐ صلعم سے عرض کرنے کی جُرأت نہیں ہوتی۔ عقیلؓ حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑے ہوئے رسول کریمؐ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے پہلے ام ایمنؓ سے جو رسالت مآبؐ کی کنیز تھیں مُلاقات ہوئی اور اِس تجویز کو پیش کیا۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ زیادہ بہتر ہوگا اگر پہلے ازواجِ مطہراتؓ

سے مشورہ کر لیا جائے۔ کیونکہ ایسے موقعوں پر عورتوں کا خیال مردوں سے زیادہ پسندیدہ ہوتا ہے۔ پھر اس کے بعد رسول کریم صلعم کی خدمت بابرکت میں عرض کریں گے۔ چنانچہ یہ سب حضرت ام سلمہؓ اور باقی بیویوں کو لیکر عائشہ صدیقہ کے گھر میں آئے۔ جہاں رسول کریمؐ بھی تشریف فرما تھے۔ اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ اُم سلمہؓ نے دورانِ گفتگو میں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا ذکر کیا۔ امورِ خانگی میں ان کا سلیقہ اور انتظام یاد دلایا۔ اور کہا کہ کاش اس وقت وہ زندہ ہوتیں تو فاطمہؓ کی شادی کی انہیں کس قدر خوشی ہوتی؟ ہم کو کسی بات کا تردد نہ ہوتا۔ اور ہم ہنسی خوشی شریک ہوتے۔ علیؓ رخصت کا خواہشمند ہے اور ہم سب کے سب رخصت کرنے کو تیار اور خوش ہیں اب کیا انتظار ہے؟ سرورِ کائناتؐ نے جس وقت خدیجۃ الکبریٰؓ کا نام سنا آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور فرمایا "خدیجہؓ کا مثل کہاں ہے؟ اُس نے میری تصدیق اُس وقت کی جب سب مجھ کو جھٹلا رہے تھے۔ اس نے اپنا سارا مال و متاع میرے واسطے راہِ خدا میں لٹا دیا۔ اور اسلام کی حمایت کی۔" ام سلمہؓ نے عرض کیا "یا حبیبِ خدا آپؐ نے جو کچھ فرمایا درست ہے۔ خداوندِ کریم ہمیں اور ان کو جنت میں ملائے۔ اب آپؐ کا بھائی اور چچا کا لڑکا خواہشمند ہے کہ اس کی بیوی کو رخصت کر دیجئے۔" آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے ام سلمہؓ! علیؓ نے یہ بات مجھ سے نہیں کہی۔ اُم سلمہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! علیؓ شرمیلا اور مؤدب لڑکا ہے جنابؐ کے سامنے حرفِ مطلب زبان پر نہیں لا سکا۔ سرورِ کائناتؐ نے فرمایا کہ اچھا جاؤ اور علیؓ کو بلا لاؤ۔ چنانچہ وہ آئیں اور حضرت علیؓ کو جو باہر کھڑے تھے بلا کر اندر لے گئیں۔ اس وقت سب عورتیں اندر چلی گئیں اور سرورِ کائناتؐ نے فرمایا کہ علیؓ تم کیا چاہتے ہو؟ کیا یہ خواہش

ہے کہ میں تمہاری بیوی کو رخصت کر دوں؟ حضرت علیؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ میں اور میرے والدین حضور پر قربان ہوں آرزو تو یہی ہے! رسالت مآبؐ نے چند درہم حضرت علیؓ کو دیئے اور فرمایا کہ چھوہارے اور پنیر وغیرہ لے آؤ۔ چنانچہ حضرت علیؓ بازار تشریف لے گئے اور آنحضرتؐ سیدہ فاطمہؓ کی وداع کا انتظام فرمانے لگے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے پانچ درہم کا گھی خریدا چار کے چھوہارے۔ ایک کا پنیر۔ اور رسول کریم صلعم کے سامنے لاکر رکھ دیا آپؐ نے دسترخوان طلب کیا اور چند چیزوں کو مرتب کر کے جبیں (روٹی اور گھی کا مخلوط مالیدہ) بنایا۔ اور مجھے (حضرت علیؓ کو) حکم دیا کہ باہر جاؤ اور جس مسلمان سے ملاقات ہو اس کو اندر لے آؤ۔ مہاجر اور انصار کی جماعت آئی اور جبیں کھا کر چلی گئی۔ ایک مٹی کا پیالہ حضرت نبی کریمؐ نے مانگا اور اس کو جبیں سے بھر کر فرمایا کہ یہ فاطمہؓ اور اس کے شوہر کا ہے۔ اس کے بعد ازواجِ مطہراتؓ کو دیا۔ اور پھر فرمایا کہ اے ام سلمہؓ فاطمہؓ کو لاؤ۔ وہ اٹھیں اور سیدۃ النساءؓ کو سامنے لائیں۔ اس وقت حضرت سیدہؓ کے چہرے سے پسینہ بہ رہا تھا اور قدم بمشکل اٹھتا تھا۔ جب قریب پہنچیں تو رسالت مآبؐ نے وہ ردا جو بطور برقعہ چہرہ پر تھی ہٹائی اور بائیں طرف سینہ پر حضرت سیدہؓ کا سر رکھا۔ پیشانی کے درمیان بوسہ دیا۔ اور حضرت علیؓ کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر فرمایا اے علیؓ! پیغمبرؐ کی بیٹی تجھے مبارک ہو اور اے فاطمہؓ تیرا خاوند بہت اچھا ہے۔ اب تم دونوں میاں بیوی اپنے گھر جاؤ۔ دینے دلانے کے لئے پیغمبرؐ خدا کے پاس جو کچھ بھی تھا۔ وہ سب کو معلوم ہے۔ ہاں وعظ و نصیحت کا لاثانی ورثہ اپنے جگر گوشہ کے ضرور حوالہ کیا۔ اور یہ ایسی نعمت تھی۔ جس کی قیمت مروجہ اعداد و شمار سے بھی بدرجہا

زیادہ ہے۔ فاطمہؓ کو اچھی طرح جتا دیا کہ خاوند کے حقوق یہ ہیں اور حضرت علیؓ کو شوہر کے فرائض بتا دیئے جب دین و ایمان کی دولت سے میاں بیوی کو مالا مال کر چکے تو خود دروازہ تک وداع کرنے آئے اور وہاں پہنچ کر حضرت علیؓ کے دونوں بازو پکڑ کر دعائے برکت و جمعیت دی۔ اور حضرت علیؓ معہ سیدہؓ اونٹ پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ اس اونٹ کی لگام حضرت سلمانؓ فارسی پکڑ کر لے گئے۔ اسماء[1] بنت عمیس یا (بقول بعض) سلمیٰ[2] نے اُس وقت عرض کیا کہ یا رسول اللہ، لڑکیوں کو وقت بے وقت کسی عورت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اِس لئے مَیں ساتھ جاتی ہوں۔ سرورِ کائناتؐ یہ سُنکر خوش ہوئے اور اس کے حق میں دُعائے خیر کی۔ حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ دوسرے روز سرورِ عالم ہمارے پاس تشریف لے آئے۔ مَیں اور فاطمہؓ دونوں تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ آنحضرتؐ کی آواز سُن کر ہم نے چاہا کہ اُٹھیں مگر آپؐ نے فرمایا کہ جس طرح بیٹھے ہو اسی طرح بیٹھے رہو۔ آپ ہمارے سرہانے بیٹھ گئے اور اپنے دونوں پاؤں ہمارے بیچ میں کر لئے مَیں نے سیدھے پاؤں کو اور فاطمہؓ نے بائیں پاؤں کو اپنے سینہ پر رکھ لیا۔ کچھ دیر

---

[1] اسماء بنت عمیس۔ آپ جعفر بن ابی طالب کی بیوی تھیں جو ہجرت کر کے حبشہ چلی گئی تھیں وہیں محمدؐ اور عبداللہ اور عون پیدا ہوئے۔ جب حضرت جعفرؓ شہید ہو گئے تو ان سے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے نکاح کر لیا۔ ان کے بعد حضرت علیؓ نے شیرِ خدا سے۔ ان کے گھر یحییٰ پیدا ہوئے۔ اسماء نکاح کے وقت مدینہ منورہ میں نہ تھیں اسلئے سلمیٰ ہی پڑھنا چاہئے۔

[2] سلمیٰ ام رافع۔ آپ ابورافع کی بیوی اور صحابیہ ہیں ان سے ان کے بیٹے عبداللہ بن علی نے روایت کی حضرت ابراہیم حضور سرورِ کائناتؐ کے ولادت کے وقت آپ نے دایہ کا کام دیا اور حضرت فاطمہؓ کو اسماء بنت عمیس کے ساتھ شریک ہو کر انہوں نے غسل دیا تھا۔

باتیں کرتے رہے اور اس کے بعد فاطمہؓ سے کہا کہ تھوڑا سا پانی لاؤ۔ چنانچہ وہ ایک مٹی کے پیالہ میں پانی بھر کر لائیں۔ اس میں سے آپؐ نے کچھ پانی پھینکا اور باقی ہاتھ میں لے کر کچھ دعا کی۔ اور فرمایا اے علیؓ! یہ پانی پی لو۔ اور تھوڑا سا چھوڑ دو۔ چنانچہ میں نے تھوڑا سا پیا اور تھوڑا سا باقی چھوڑ دیا۔ جو باقی رہا تھا وہ میرے سینے اور منہ پر چھڑکا۔ اور میرے واسطے دعا کی۔ اس کے بعد پھر پانی منگوایا اور فاطمہؓ کو اسی طرح پلایا۔ چھڑکا اور دعا فرمائی۔ صاحب ناسخ التواریخ نے لکھا ہے کہ اس وقت سلمیٰ ام رافع جو ساتھ آئی تھیں ان سے رسالت مآبؐ نے فرمایا اب تم یہاں کیوں ہو؟ انہوں نے جواب دیا یا رسول اللہ! جس وقت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰؓ کی حالت خراب ہوئی ہے اور ان کو بچنے کی امید نہ رہی میں ان کے پاس بیٹھی تھی۔ میں نے دیکھا کہ وہ رو رہی ہیں۔ مجھے تعجب ہوا۔ اور میں نے دریافت کیا کہ یا ام المومنینؓ! یہ رونے کا کیا موقعہ ہے؟ آپ پیغمبر آخر الزماں کی بیوی ہیں اور وہ بیوی کہ آپؐ کے احسانات کا خود رسالت مآبؐ نے اعتراف فرمایا ہے۔ پھر آپؓ کیوں دل برداشتہ ہیں؟ اور کیوں آبدیدہ ہیں۔ فرمایا اے ام سلمیٰ! دلہنوں کو شوہروں کے گھر جا کر ابتدا میں عقلمند ساتھ والیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو ہر ضرورت کے پورا ہوتے میں مدد دیں۔ فاطمہؓ بچہ ہے۔ شاید اس کو شائستہ اور عقلمند عورت اس وقت کے لئے میسر نہ ہو! یہ سنکر میں نے عرض کیا ام المومنینؓ! اگر میں اس وقت تک زندہ رہی تو اس خدمت کو بجا لانے کا وعدہ کرتی ہوں خدا کا شکر ہے کہ وہ وعدہ جو میں نے فاطمہؓ کی ماں سے کیا تھا۔ آج پورا ہوا رسول کریم صلعم نے یہ سنکر سلمیٰؓ کے حق میں دعا کی۔ اس کے بعد حضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ گھر کا سارا کام مثلاً روٹی پکانا جھاڑو دینا۔ اور چکی پیسنا تو خاتمہ اپنے

ہاتھ سے کریں اور باہر کا کام سوا اسلف اونٹ چرانا وغیرہ علیؓ یا انکی والدہ فاطمہؓ بن اسد انجام دیں (اسد الغابہ) حضرت فاطمہؓ تزویج سے ساڑھے سات مہینے بعد وداع ہوئیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا مکان دور واقع ہونے سے تکلیف تھی۔ کیونکہ اکثر ان کے دیکھنے کے لئے تشریف لیجایا کرتے تھے ایکدن آپؐ نے سیدہ بتولؓ سے فرمایا کہ میں تم کو اپنے گھر سے نزدیک رکھنا چاہتا ہوں حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ آپؐ کے قرب وجوار میں حارثہ کے بہت سے مکان ہیں۔ اگر آپؐ ان سے فرمائیں گے تو وہ کوئی مکان ہمارے لئے خالی کر دینگے آپؐ نے فرمایا کہ حارثہ تو میرے لئے اس قدر مکان خالی کر چکے ہیں کہ اب مجھے ان سے کہتے ہوئے شرم آتی ہے! یہ خبر حارثہ کو پہنچی۔ وہ حضور کی خدمت میں آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ میں نے سنا ہے آپؐ فاطمہؓ کو اپنے قریب بلانا چاہتے ہیں۔ اس لئے میں یہ مکان جو آپؐ کے متصل ہے خالی کئے دیتا ہوں[1] یا رسول اللہ قسم ہے اللہ اور اس کے رسولؐ کی۔ میں اور میرا سب مال اللہ اور اس کے رسولؐ کے لئے ہے۔ میرا وہ مال جو آپؐ کے کام آئے مجھے زیادہ پیارا معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ مکان انہوں نے خالی کر دیا اور حضرت فاطمہؓ اس میں آگئیں ؎

سیدہ کا جہیز

از میر امجد حسین صاحب ماہ عظیم آبادی

غریب بیکس یتیم و کھیا نبی کے گھر کا مکان جو انؓ رہبر — رسولؐ نے کی تھی آپ باری لگائے تھے وہ باغ زہراؓ

[1] مسجد نبوی میں جو جگہ آجکل بستان فاطمہؓ کے نام سے شمال کی طرف واقع ہے۔ یہ مکان اسی جگہ پر تھا۔ ایک روایت ہے حضرت فاطمہؓ کا مدفن جو روضہ حضرت سرور کائناتؐ صلعم کے شمال کی طرف بتایا جاتا ہے یہ مکان وہاں واقع تھا۔

پدر ہیں عالی مقام انکے پسر ہیں گیارہ امام انکے — خدا نے بھیجا درود ان پر جہاں میں روشن ہیں نام انکے
شفیعِ روزِ جزا کی دختر جہیز اسکو ہو میسّر — کہ ایک چکی اور اک مصلّے اور اونٹ کی کھال کا تھا بستر
اور ایک چادر بہت ہی کہنہ کہ جسمیں ہیں بی بی مریم — جو چند ظرفِ گلی ملے تھے بفخر انمیں تھا کھانا پینا
یہی تھے سامانِ عیش و راحت کے جسکے شکوہ کیے شکایت — خدا کی ہر حال میں عبادت نبیؐ و حیدرؓ کی تھی اطاعت
نہ کیوں ہو ان پر خدا کی رحمت عیال ہے بنتِ خاتمِ نبی کی عصمت — خدا نے دی تھی وہ انکو عزت کہ مہر میں بخشا باغِ جنت
اسی گھرانے کا سب ہے صدقہ دکھا دیا ہے ہر ایک رستہ — ہے اسکی چشمِ خرد پہ پردہ شرف کو انکے جسنے سمجھا

انہیں کی قسمت میں یہ فضیلت انہیں کی حصہ میں یہ محبت
ملی وہ اے ماہ مجھ کو دولت اداہو کس طرح شکرِ نعمت

فائدہ۔ معاشر المسلمین! ذرا فاطمہؓ کے نکاح اور وداع کے حالات پر غور تو فرمائیے۔ کیا آجکل بھی لڑکیوں کی شادیاں اسی نہج پر ہوتی ہیں؟ کیا آجکل بے والدین میں بھی یہی اسلوب ہیں؟ کیا اسی سادگی کے ساتھ اس زمانہ میں بھی نکاح اور وداع ہوتے ہیں؟ کیا آجکل کے ماں باپ بھی یہ گوارا کرتے ہیں کہ انکی لڑکیاں سسرال میں جاکر خود اپنے ہاتھ سے کھانا پکائیں۔ خود ہی آٹا پیسیں؟ خود ہی کپڑے سیئیں اور ان میں پیوند لگائیں؟ کیا جہیز میں آجکل بھی کوئی خوش قسمت سرپرست ارشاداتِ صالحہ کا زیور دیتا ہے؟ کیا اخلاق و اعمال کا نولکھا ہار آجکل بھی زیبِ گلوئے مخدرات کیا جاتا ہے؟ نہیں! ہرگز نہیں!! اخوان الملت! آخر اس محرومیِ قسمت کی وجہ کیا ہے؟ جب ہم مسلمان ہیں۔ اسلام کے نام لیوا ہیں۔ مطیعِ سنتِ نبویؐ ہیں۔ رسولؐ کی غلامی کو اپنا شرف و احترام قرار دیتے ہیں۔ تو پھر ان کی تقلید سے کیوں عار ہے؟ ہمیں اسوۂ پیغمبرؐ کے اتباع سے کیوں ندامت ہے؟ کیا ہمیں ضرورت نہیں کہ اپنی لڑکیوں کا نکاح فاطمۃ الزہراؓ کے اتباع پر کریں۔ ان کو بھاری بھرکم زیور اور بے شمار جہیز دینے کی بجائے

عمدہ نصائح سے مالا مال اور حقوقِ زوجیت و تعلقاتِ فیمابین سے آگاہ کریں۔
اگر لڑکے کو علیحدہ کریں تو لڑکی کے مکارم اخلاق و محاسن صورت و سیرت کا
ذکر چھیڑ کر اس کے دل میں محبت پیدا کریں۔ اگر لڑکی کو بلائیں تو اس کو خاوند
کی عظمت سے آگاہ کریں۔ اور اسی کی فرمانبرداری کی تلقین کریں فاطمہؓ کا
نکاح ان مسلمانوں کے لئے جو اپنی لڑکیوں کی شادیوں میں ہزاروں لاکھوں
روپیہ خرچ کر کے زیر بار ہو چکے ہیں یا ہو رہے ہیں سبقِ ہدایت ہے۔ قرضہ
لے کر ہزاروں کا زیور اور جہیز تیار کراتے ہیں۔ لذیذ اور مرغن کھانے
پکواتے ہیں۔ ناچ مجرے کراتے ہیں نتیجہ اس اسراف کا یہ ہوتا ہے کہ غریب
ہمیشہ کے لئے قرض میں دب جاتے ہیں۔ جائدادیں تباہ ہو جاتی ہیں اور
دو دن کی واہ واہ ان کا ہمیشہ کے لئے دیوالہ نکال دیتی ہے اے معاشر المسلمین
والمسرفین! ذرا غور فرمائیے۔ آخر تم نبی کریم صلعم سے کچھ زیادہ حیثیت نہیں رکھتے
وہ دونوں جہاں کے بادشاہ تھے۔ گو خود مال دنیاوی سے بے نیاز تھے
مگر آپؐ کے صحابہؓ اپنی دولت کو ہر وقت آپؐ پر تصدق کرنے کے لئے
حاضر تھے اگر آپؐ کے صرف ایک صحابی (عثمان غنی رضی اللہ عنہ) چاہتے
تو فاطمہؓ کی شادی میں اس قدر خرچ کر دیتے جس کے وہم و گمان سے بھی ہمارا
تخیل معذور ہے! لیکن آپؐ کو تو عدیم النظیر سادگی کا نمونہ قائم کرنا تھا حضور
نبی کریم صلعم جانتے تھے کہ میری امتِ مرحومہ کو بھی شادیاں کرنی ہیں۔ جہیز
دینے ہیں۔ اگر میں نے اپنی لڑکی کے نکاح میں اخراجاتِ عظیم روا رکھے۔ تو
امتِ غریب کا کیا حال ہوگا؟ وہ بہرحال اپنے رسولؐ کی تقلید کرے گی اور
اس تقلید میں اس کو تکلیف ہوگی۔ ان لوگوں کے لئے کس قدر عبرت اور
شرم کا مقام ہے جو اپنے رسولؐ کے غلام کہلاتے ہیں اور ان کے اتباع

سے بے نیاز ہیں۔ شاید ایسے بزرگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ غلامی کا شرف صرف زبانی دعاوی سے ہی حاصل ہو سکتا ہے! غلامی اور عقیدت، اتباع اور تقلید و پیروی کے سوالات کو بھی جانے دیجئے۔ اپنے سود و زیاں پر نظر کیجئے۔ ہم محض دُنیا کے دکھاوے کے لئے اپنے خزانے خالی کر دیتے ہیں ان اخراجات کی بدولت ہماری جایدادیں تباہ و برباد ہو جاتی ہیں۔ ہماری زندگیاں خستہ و خراب ہو جاتی ہیں۔ ایک دن یا چند گھنٹے کی واہ واہ کے لئے ہم اپنا عزیز ترین سرمایہ بے تکلف قربان کر دیتے ہیں اور اپنی تباہی کا ذرا بھی خیال نہیں کرتے رسم و رواج کی زنجیریں ہمارے پاؤں میں پڑی ہیں۔ تقلید بیجا کا طوق ہمارے گلے میں پڑا ہے۔ ہم ان کاموں پر جان دیتے ہیں جو شرعاً ممنوع و ناجائز ہیں۔ ہم ان لوگوں کی تقلید کرتے ہیں۔ جن کو اسلام سے کچھ نسبت نہیں۔ اور اپنے پیغمبر (روحی فداہ) کے طرزِ عمل کو پسِ پشت ڈالتے ہیں۔ کہنے کو ہم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہیں لیکن عملاً اور فعلاً ہم رسم و رواج کے بندے ہیں۔ یہ سب کچھ اس لئے اور محض اس لئے ہے کہ ہماری قوتِ ایمان ضعیف ہو گئی ہے۔ ہمارے دین پر الحاد کا رنگ غالب آگیا ہے ہمارے قلوب نورِ ایمان سے محروم ہیں۔ ہمارے دلوں سے حُبِ اسلام اُٹھ گئی ہے۔ رسولؐ کی حقیقی عظمت ہمارے دلوں میں باقی نہیں رہی۔ ورنہ ہم اسوۂ پیغمبرؐ سے اس طرح مُنہ نہ موڑتے! فاعتبروا یا اولوالابصار۔



بتولؓ شیرِ خداؓ کے گھر میں

خاتونِ جنتؓ وداع ہو کر اب اپنے قابلِ تعظیم خاوند علیؓ ابن ابی طالب کے گھر میں زندگی بسر فرماتی ہیں۔ دنیا بھر کے محامد و محاسن ان کو سجدہ کرتے ہیں برکاتِ دین و دنیا ان کے طواف میں مصروف ہیں۔ صبر و تسلیم کے جذبات کو ان لعلوں سے عشقی عشق ہے۔ جو پھٹے کپڑوں میں خنداں مثلِ گل ہیں" دنیا بھر کے شدائد و مصائب ان کے حصۂ قسمت میں لکھے جا چکے ہیں لیکن کیا مجال کہ ان کے ابروئے صبر و تحمل پر کبھی بل آیا ہو۔ میاں بیوی کے تعلقات نہایت خوشگوار ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ فرماتے ہیں کہ جب تک فاطمہؓ زندہ رہیں مجھے ان سے کبھی تکلیف نہیں پہنچی اور تکلیف پہنچتی بھی کس طرح؟ جبکہ دونوں طرف فیضِ رسولؐ کا رنگ غالب تھا۔ اللہ کے برگزیدہ نبیؐ کی تعلیمات نے میاں بیوی کو ایک ہی سلک میں پرو دیا تھا۔ اگر کسی معمولی بات پر کبھی شکر رنجی ہو بھی جاتی تو رسالت پناہ ایسی مؤثر نصیحتیں فرماتے کہ وہ بدمزگی فوراً رفع ہو جاتی۔ علل الشرائع میں حضرت فطانؓ سے روایت ہے کہ ایک روز اتفاق سے جناب سیدہؓ اور جناب علیؓ میں کچھ بدمزگی ہو گئی رسالت پناہؐ ملے تو حضور ان کے گھر تشریف لے گئے۔ سیدۃ الزہراؓ کو اپنے بائیں جانب

اور شیر خدا کو دائیں طرف بٹھا کر پند و نصیحت کا دفتر کھول دیا۔ اور ایسی ایسی مؤثر نصیحتیں فرمائیں کہ شکر رنجی پر مصالحت کا رنگ غالب آگیا اور دل صاف ہوگئے وہ شکر رنجیاں اور بدمزگیاں بھی آجکل کی سی نہ تھیں۔ وہ سطحی اور عارضی شکوے ہوا کرتے تھے۔ جن کو ذرا سی فہمائش نصیحت دور کر دیا کرتی تھی۔ فی زمانہ جو کشیدگیاں دیکھنے میں آتی ہیں ان کو کشیدگی یا بدمزگی کہنا ہی بے جا ہے یہ تو حاسدانہ مکّارانہ، اور غدّارانہ، عداوتیں ہیں۔ جن کی تہ میں الحاد و بیدینی اور بدچلنی کام کر رہی ہے اخلاق و ادب کا یہ حال ہے کہ اِدھر ذرا کھٹ پٹ ہوئی اور اُدھر سعادت مند بیوی کوٹھے پر چڑھ گئی اور دلاور میاں لاٹھی سونٹے سے مسلح ہوگئے۔ اگر بیوی ذرا بُردبار ہے تو خیر صلواتوں تک ہی بات رہ گئی ورنہ ادھر سے بھی پاپوش اچھلی اور آن کی آن میں میاں کے سر پہ آ برسی۔ اب طرفین کی جنگ میں وہ اودھم مچا کہ خدا کی پناہ غیض و غضب کی بجلیاں کمزبیں سب و شتم کی ژالہ باری ہوئی اور دونوں کی وہ گت بنی کہ توبہ بھلی۔ اب بیوی کو روکنے والا کون تھا۔ وہ تو میاں کی سربازار تواضع کر چکیں۔ اٹھیں اور سیدھی میکے چلی گئیں۔ وہاں خیالی قصص آفرینیوں سے والدین کو جوش دلایا معاملہ اور بڑھ گیا۔ دو چار بار لوگوں نے خاوند کو اُلٹی پٹی پڑھائی اور طلاق پر آمادہ ہوگئے۔ آخر مقدمات اور عرضی پُرزے تک نوبت پہنچی طرفین کو عدالتوں میں ذلیل و خوار ہونا پڑا۔ چند بدمعاش خاوند کے یار بنے۔ دس پانچ بیوی کے دمساز نکلے۔ پارٹیاں بن گئیں محلہ والوں کو ذریعہ تفریح ہاتھ آگیا دونوں کو خوب چمکایا۔ کسی نے بیوی کو شاطر کسی نے خاوند کو ملزم ٹھہرایا۔ اب کچہری میں برقعہ پوش بی بی کھڑی ہے [illegible] پڑ رہی ہے اور [illegible] قدر رسوائی ہو رہی ہے جس [illegible] ان قاصر ہیں۔ آخر ہمارے

تعلقاتِ زناشوئی میں اس قدر کشیدگی کے اسباب کیا ہیں اس کے جواب میں سو کی ایک بات تو یہ سن لو۔ کہ ہم نے اسلاف کے اسوۂ حسنہ کو نظر انداز کر دیا ہے۔ ہم کو اللہ میاں نے عقل و شعور کے زیور سے آراستہ فرمایا ہے لیکن ہم دیدہ دانستہ بے شعور بنے بیٹھے ہیں۔ کیا ممکن ہے کہ ہم اپنی مستورات کو فاطمہؓ صدیقہ جیسی نیکبخت بی بی کی سیرت پڑھائیں اور جو نہ پڑھ سکیں ان کو پڑھ کر سنائیں اور پھر بھی ایسے رنج اٹھائیں؟ ہرگز نہیں۔ فاطمۃ الزہراؓ کی حیات مقدس روشنی کا ایک مبارک مینار ہے۔ فاطمہؓ تقدس و عصمت کا شمس تاباں تھیں۔ اخلاق و اعمال کا قبلہ تھیں۔ صبر و رضا کا کعبہ تھیں پھر کیوں نہیں ایسی بابرکت ہستی کی لائف سے فائدہ اٹھایا جاتا۔

امام الاولیا حضرت حسن بصریؓ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ فاطمہؓ کثرت سے عبادت کرتی تھیں۔ اس پر بھی گھر کے کام دھندوں میں مجھے کبھی ان سے شکایت پیدا نہ ہوئی۔

حضرت شیر خداؓ کی مالی حالت ابتدا سے اچھی نہ تھی۔ نہایت تنگی سے گذارہ ہوتا تھا اکثر مزدوری کر کے بسر اوقات کرتے تھے ایک دن آپؓ کو کوئی مزدوری نہ ملی۔ دونوں میاں بیوی آٹھ پہر سے بھوکے تھے شام کے وقت ایک تاجر کے اونٹ آئے۔ جسے اپنا اسباب اتروانے کے لئے ایک مزدور کی تلاش تھی۔ حضرت علیؓ نے پہر رات تک اس کے اونٹوں کا اسباب اتارا سوداگر نے ایک درم اجرت دی جسے آپؓ نے بخوشی لے لیا۔ اکثر دکانیں بند ہو چکی تھیں۔ مگر ایک جگہ سے جَو کا آٹا مل گیا۔ ایک درم کے جَو خرید کر گھر لے آئے۔ حضرت بتولؓ نے ہنسی خوشی آپؓ کا خیر مقدم کیا اور آپؓ کی جھولی سے وہ جَو لیکر اسی وقت ان کو پیسا۔ روٹی پکائی اور آپؓ کے سامنے رکھ دی

جب حضرت علیؓ سیر ہو کر کھا چکے تو خود کھانے لگیں۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ کہ مجھ کو اس وقت حضرت سرور کائناتؐ کا یہ ارشاد یاد آیا کہ فاطمہؓ دنیا کی بہترین عورت ہے۔ جس پر میں نے خدا کا شکر ادا کیا۔

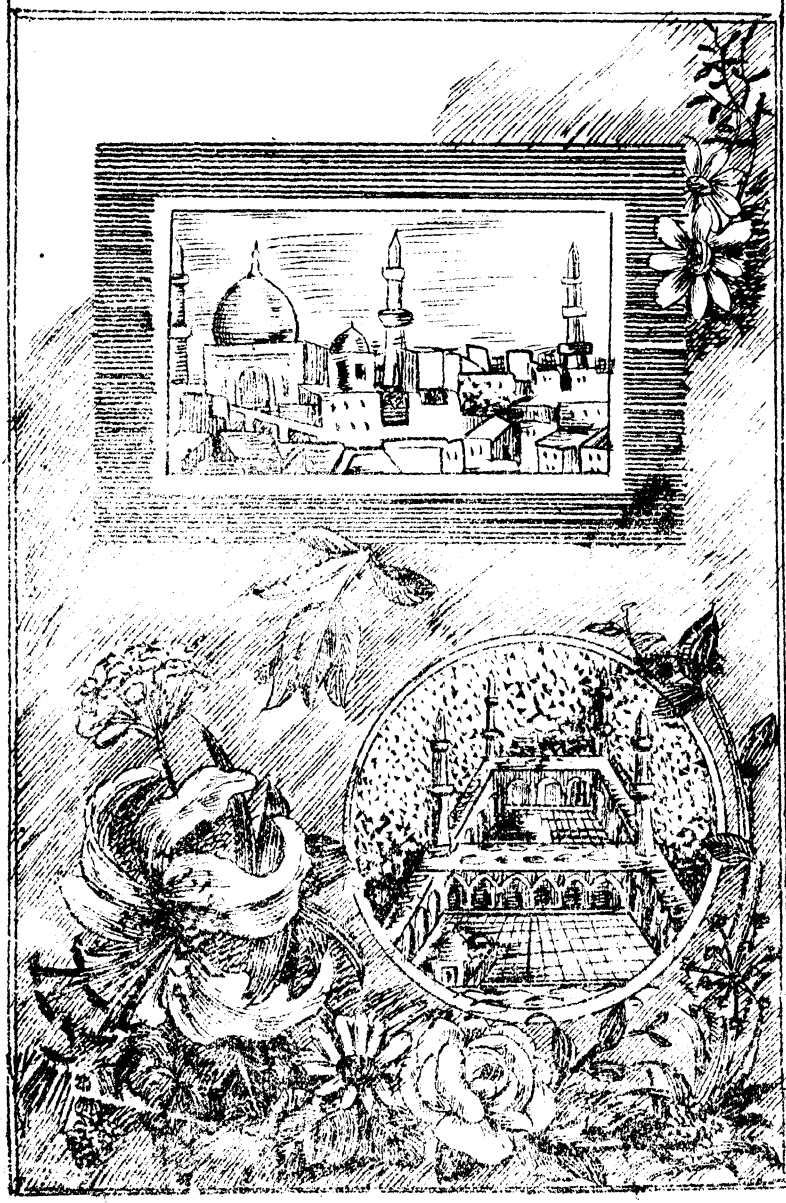
اپنی زندگی کے آخری ایام میں جب حضرت علیؓ دنیاوی مال و دولت سے مالا مال تھے۔ اور آپؓ کا آزاد کردہ غلام ابو رافع داروغۂ بیت المال تھا تو ایک دن آپؓ کی کسی صاحبزادی نے سچے موتیوں کا ہار پہن لیا۔ آپ نے بیت المال کے موتی پہچان لئے اور برہم ہو کر فرمایا۔ کہ یہ موتی کہاں سے لئے ہیں۔ انہوں نے عرض کی ابو رافع نے دیئے ہیں۔ آپؓ نے اُن کو بلا کر تنبیہ کی۔ کہ اگر بیت المال کی کسی چیز سے ہاتھ لگایا تو ہاتھ کٹوا دیئے جائینگے فرمانے لگے جب میں نے فاطمہؓ سے عقد کیا اس وقت میری گذران اسطرح تھی کہ رات کا بستر ایک مینڈھے کی کھال تھی۔ دن میں اپنے اونٹ کو اس پر چارا کھلایا کرتا تھا اور رات کے وقت وہی چمڑا ہمارا فرش خوابگاہ ہوتا تھا خادم غلام کوئی ہمارے گھر میں نہ ہوتا تھا۔ خود ہی سارا کاروبار کر لیتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ سے دریافت کیا گیا کہ فاطمہؓ کا سلوک آپؓ کے ساتھ کیسا تھا۔ آپؓ نے ایک آہ سرد بھری اور فرمایا وہ جنت کا ایک خوشبودار پھول تھیں جس کے مرجھا چکنے پر بھی اسکی خوشبو سے اب تک میرا دماغ معطر ہے۔

جناب سیدہؓ کا یہ دستور تھا۔ کہ پہلے اپنے شوہر اور بچوں کو کھانا وغیرہ کھلایا کرتی تھیں اور ان کے بعد آپ کھایا کرتی تھیں۔ یہ بھی جناب سیدہؓ کا ایک بے نظیر اسوۂ حسنہ تھا۔ اس عادت میں ادب و اخلاق کو بھی دخل تھا۔ اور ایثار کو بھی۔ ادب تو اس نقطۂ نگاہ سے ملحوظ تھا کہ بیوی کو ہر بات میں اپنے

خاوند کی تعظیم لازمی ہے۔ اس لحاظ سے خورونوش میں تقدم وتاخر کا لحاظ ضروری ہے ایثار کا پہلو یہ تھا۔ کہ جناب علیؓ کے گھر فاقوں سے سابقہ پڑتا تھا کیونکہ صبر وشکر کی دولت کے سوا ان کے پاس اور کچھ نہ تھا۔ جنابہ سیدہؓ کے ایثار کا تقاضا یہ ہوا کرتا تھا۔ کہ سب سے پہلے شیر خدا اور معصومین کو کھانا کھلا دیا جائے کیونکہ ممکن ہے پھر نہ بچے خود بسا اوقات بھوکی پیاسی صبر شکر کر کے بیٹھ رہتی تھیں سبحان اللہ حقیقی ایثار وخلوص تو جناب سیدہؓ پر ہی ختم ہو گیا! اپنے خاوند اور بچوں کے لئے کس قدر درد اور تڑپ تھی؟ اپنا پیٹ کاٹ کر ان کو کھلاتی تھیں اور خود صبر شکر کرتی تھیں! کہاں ہیں آجکل کی فیشن پرست بیبیاں؟ کہاں ہیں وہ بیگمات جن کو سب معاملات سے زیادہ اپنے عیش کا خیال ہے۔ جو ملبوسات ومشروبات کو ہی اپنا کعبۂ مقصود سمجھتی ہیں آئیں! اور بی بی فاطمہؓ کے مقدس کیرکٹر کو ملاحظہ فرمائیں! کیا فاطمہؓ کی سیرت کی موجودگی میں ان کے لئے جائز ہے کہ اپنے عیش وسرور کو ہی مطمح نظر بنائے رکھیں؟ کیا ان کو حق ہے بال بچوں اور اپنے شوہروں سے پہلے اپنا پیٹ بھرا کریں؟ کیا یہ سمجھتی ہیں کہ دنیا میں اچھے کپڑے۔ اچھے زیور، اچھے عطر اور نفیس صابون ہی سب کچھ ہیں؟ کیا باقی معاملات کو یہ ہیچ سمجھتی ہیں؟ یاد رکھو۔ یہ جو تم کپڑے پہنتی ہو یہ ایک دن بوسیدہ اور دریدہ ہو جائیں گے۔ یہ جو زیور ہیں جن پر تم ناز کرتی ہو یہ بھی ایک دن گھس کر خراب ہو جائیں گے یہ جو مسرت وعیش ہے خدا سے ڈرو یہ بھی فانی چیز ہے۔ اس کو بھی ثبات نہیں لیکن سیرت کی عمدگی وہ لاثانی نعمت ہے جس کو کبھی زوال نہیں اخلاق واعمال کے زیور کو کبھی چور نہیں لیجا سکتے فطرتِ صالح کے ملبوسات کو بوسیدگی کا ذرا بھی خطرہ نہیں ہے۔ اعمالِ حسنہ کی دولت کبھی ختم نہیں ہوتی کیا ہوا اگر آج تم دنیا کے آرام وجاہ پر مٹی ہوئی ہو کل دیکھنا نہ تم رہو گی نہ تمہاری

حشمت وصولت، لیکن فاطمہؓ کا اسوۂ حسنہ فانی نہیں ہے۔ اس کی خوشبو میں سوا تیرہ سو برس سے ذرا بھی فرق نہیں آیا۔ اور نہ آئندہ قیامت تک آئے گا۔ اِلّا ماشاء اللہ ؂



افلاس و غنا

جناب سیدہؓ کو باپ ملا تو سلطان الفقرا، شوہر ملا تو زبدۃ المساکین، گویا میکے اور سسرال دونوں جگہ افلاس ہی افلاس تھا۔ ایسی حالت میں جناب سیدہؓ کا استقلال نہایت ہی قیمتی تھا تکلیفِ دُنیا اور مصائب کا ان کو ذرا بھی خیال نہ ہوتا تھا۔ اپنے گھر کا تمام کام کاج پیسنا پکانا خود اپنے ہاتھ سے کرتی تھیں۔ اور اس حال میں نہایت خوش تھیں۔

عرب کا دستور تھا کہ لڑائی میں جو لوٹ کا مال ہاتھ آتا تھا اس کا چوتھائی فریق غالب کے سردار کا حق ہوتا تھا اور تین چوتھائی لشکر کا۔ پیغمبر صاحب نے چوتھائی کو گھٹا کر پانچواں حصہ کر دیا۔ اور پانچویں میں ایک انار اور صد بہار واعلموا انما غنمتم من شیئ فان اللہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل[1] ایک دفعہ جب حضرت علیؓ کو معلوم ہوا کہ پیغمبر صاحب کے پاس مالِ غنیمت میں کچھ لونڈیاں آئی ہیں آپ نے حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو خبر دی کہ تم شکایت کیا کرتی ہو کہ چکی پیستے پیستے میرے ہاتھوں میں آبلے اور گٹے پڑ گئے ہیں

[1] اور (مسلمانوں) جان رکھو کہ جو چیز تم (لڑائی میں) لوٹ کر لاؤ اس کا پانچواں حصہ خدا اور رسولؐ کا اور (رسولؐ کے) قرابت داروں کا اور محتاجوں کا اور مسافروں کا ہے۔ ۱۲

اور گھر کے کام کاج سے مجھ کو اتنی فرصت نہیں ملتی کہ بچوں کی خبر لوں۔ ایسے میں جاکر اپنے والد صاحب سے ایک لونڈی مانگ لاؤ فاطمہؓ گئیں انکو پیغمبر صاحب کی عادت معلوم تھی کہ وہ مہاجر مسلمانوں کی تکلیف کے آگے اپنی اور اپنے قرابت داروں کی تکلیف کی پروا نہیں کرتے تھے ہچکچاتی ہوئی پیغمبر صاحب کے پاس تشریف لے گئیں۔ اتفاق سے اس وقت پیغمبر صاحب گھر میں تشریف فرما نہ تھے۔ انہوں نے ام المومنین بی بی عائشہؓ سے اپنا واقعہ بیان کیا اور چلتے وقت کہتی گئیں کہ پیغمبر صاحب کو میرا آنا اور یہ واقعہ یاد دلا دینا پیغمبر صاحب تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے بی بی فاطمۃ الزہراؓ کے آنے کی ضرورت بیان کی۔

پیغمبر صاحبؐ یہ بات سنکر فاطمہؓ کے گھر تشریف لیگئے۔ اس وقت یہ دونوں میاں بی بی سونے ہی کو تھے انہوں نے جو پیغمبر صاحب کی آہٹ پائی تو کھڑے ہونے لگے پیغمبر صاحب نے فرمایا بیٹا لیٹے رہو چنانچہ آپ بی بی فاطمہؓ اور حضرت علیؓ دونوں کے بیچ میں جا بیٹھے اور فرمانے لگے کہ تم نے جس چیز کی مجھ سے درخواست کی ہے اس سے بہتر ایک چیز تم کو بتاتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ جب تم دونوں میاں بی بی سونے کے لئے بچھونے پر آیا کرو۔ تو ۳۳ دفعہ سبحان اللہ ۳۳ دفعہ الحمد للہ اور ۳۴ دفعہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ یہ عمل تمہارے لئے خادم سے بہتر ثابت ہوگا کون کہہ سکتا ہے کہ پیغمبر صاحبؐ کو خوشحال ہونے کے مواقع نہ تھے۔ مواقع تو بہتیرے تھے مگر وہ خود خوشحالی کی زندگی بسر کرنا نہیں چاہتے تھے بلکہ اپنے خاندان کے حق میں خدا سے دعا کیا کرتے تھے کہ اللھم اجعل رزق آل محمد کفافاً یعنے خداوندا محمدؐ کے اہل وعیال کو اتنی روزی دے جس میں وہ سرکش اور مرتکب گناہ نہ ہوں۔

اس واقعہ کو مترجمان حقیقت علامہ شبلی نعمانی مرحوم نے نہایت خوبی کیساتھ

نظم کیا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

افلاس سے تھا سیدۂ پاک کا یہ حال — گھر میں کوئی کنیز نہ کوئی غلام تھا
گھس گھس گئی تھیں ہاتھ کی دونوں ہتھیلیاں — چکی کے پیسنے کا جو دن رات کام تھا
سینہ پہ مشک بھر کے جو لاتی تھیں بار بار — گو نور سے بھرا تھا مگر نیل فام تھا
اٹ جاتا تھا لباس مبارک غبار سے — جھاڑو کا مشغلہ بھی جو ہر صبح و شام تھا
آخر گئیں جناب رسولِ خدا کے پاس — یہ بھی کچھ اتفاق کہ واں اذنِ عام تھا
محرم نہ تھے جو لوگ تو کچھ کر سکیں نہ عرض — واپس گئیں کہ پاسِ حیا کا مقام تھا
پھر جب گئیں دوبارہ تو پوچھا حضورؐ نے — کل کس لئے تم آئی تھیں کیا خاص کام تھا؟
غیرت یہ تھی کہ اب بھی کچھ نہ کہہ سکیں — حیدرؓ نے ان کے منہ سے کہا جو پیام تھا
ارشاد یہ ہوا کہ غریبانِ بے وطن — جن کا کہ صفۂ نبوی میں قیام تھا
میں انکے بندوبست سے فارغ نہیں ہنوز — ہر چند اس میں خاص مجھے اہتمام تھا
جو جو مصیبتیں کہ اب ان پر گذرتی ہیں — میں اس کا ذمہ دار ہوں میرا یہ کام تھا
کچھ تم سے بھی زیادہ مقدم تھا ان کا حق — جن کو کہ بھوک پیاس سے سونا حرام تھا
خاموش ہو کے سیدۂ پاک رہ گئیں — جرأت نہ کر سکیں کہ ادب کا مقام تھا

یوں کی ہر اہلِ بیت مطہرؑ نے زندگی
یہ ماجرائے دخترِ خیر الانام تھا!

لکھا ہے کہ جب جنگ خیبر کے بعد لونڈی غلاموں کی کثرت ہو گئی تو حضرت رسول خدا صلعم نے ایک کنیز فضہ نامی آپؐ کے پاس بھیج دی۔ اور ارشاد فرمایا۔ کہ آدھا کام گھر کا یہ کرے۔ اور آدھا تم کرنا۔ اور دونوں مل کر چکی پیسنا۔ جو کھانا تم خود کھاؤ۔ وہی اس کنیز کو بھی کھلانا۔



تراوشِ طبعِ "لسان الہند" حضرت عزیز لکھنوی

گئے دولتسرائے سیدہ پر ایک دن سلماں
نظر آیا تجلی زار وہ کاشانۂ عرفاں

تجلی نورِ حق کی چھن رہی تھی گوشہ گوشہ سے
در و دیوار پر چھائی ہوئی تھی ہیبتِ یزداں

علیؑ مصحف تھے بچے مصحفِ ناطق کے پارے تھے
زمیں بارِ امانت سے بنی تھی حاملِ قرآں

جبینوں نے یہاں تک خاک کی عزت بڑھائی تھی
شبستاں کا ہر اک ذرہ بنا تھا کوکبِ ایماں

وہ گھر گو پست تر تھا شہر کے اکثر مکانوں سے
مگر تھا کم سے کم پھر بھی ستونِ گنبدِ گرداں

وہ اس کی چار دیواری نہ تھی کچھ ایسی مستحکم
مگر ہاں آج تک روکے ہے نظمِ عالمِ امکاں

متاعِ دنیوی سے پاک مانندِ دلِ عارف
قناعت اور توکل کا مگر سامان ساسامان

نگاہِ زہد پرور سے یہ صورت اس طرح دیکھی
اُبل آیا دلِ سلماں سے اور اک چشمۂ ایماں

امینِ وحی کا شہزادہ اک جانب تڑپتا تھا
نبیؐ کی لاڈلی بیٹی مگر تھی آسیہ گرداں

بکھر جائے لڑی موتی کی جیسے لوحِ مصحف پر
ریاضت سے جبینِ سیدہ تھی یوں عرق افشاں

لہو احمدؐ کا دستِ فاطمہؓ سے بہتا جاتا تھا
محیطِ آسیا تھا اور خونِ پنجۂ مرجاں

یہ حالت دیکھکر سلماں نے کی یہ عرض شہزادیؑ
مشقت اس قدر اس ناتوانی پر نہیں شایاں

کہاں ہے وہ کنیزِ خاص فضہ نام ہے جس کا
اُسے تو بہرِ خدمت دے چکے ہیں سیدِ دوراں

یہ سنکر سیدہ خاتون نے ارشاد فرمایا
ملا ہے بارگاہِ احمدی سے ہم کو یہ فرمان

کروں اک روز گھر کا کام میں اور ایکدن فضہ
یہی ہے مرضیِ مولا یہی ہے مرضیِ یزداں

مساوات اس کو کہتے ہیں یہ ہیں اخلاقِ اسلامی
یہ باتیں ہیں کہ جن پر مظہرِ اسلام ہے نازاں

ایک مرتبہ سرورِ کائناتؐ کسی سفر سے تشریف لائے تو حسبِ معمول پہلے

حضرت فاطمہؓ کے گھر گئے۔ ان کے یہاں ایک رنگین پردہ لٹکا ہوا تھا اور ہاتھ میں حضرت فاطمہؓ نے دو چاندی کے کنگن پہن رکھے تھے۔ آپ یہ دیکھتے ہی واپس چلے آئے حضرت فاطمہؓ آپؐ کے اس طرح واپس چلے جانے سے رونے لگیں۔ اتنے میں آپ کے غلام حضرت ابو رافع وہاں پہنچ گئے۔ انہوں نے حضرت فاطمہؓ کو روتے ہوئے دیکھ کر کیفیت پوچھی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے مکان پر تشریف لائے تھے اور کبیدہ ہو کر نہ معلوم کیوں واپس چلے گئے؟ ابو رافع نے کہا کہ اس کنگن اور پردہ کو دیکھ کر جناب رسول کریم صلعم واپس چلے گئے ہیں۔ حضرت فاطمہؓ نے اسی وقت ان دونوں چیزوں کو حضرت بلالؓ کے ہاتھ حضورؐ کی خدمت میں بھیج دیا۔ اور کہلا بھیجا کہ میں نے ان کو خیرات کر دیا آپؐ جس کو چاہیں دیدیں۔ آپؐ نے ان کو بیچ کر ان کی قیمت اصحاب صفہ کے اخراجات میں صرف کر دی (بخاری بروائت ابن عمر) ذائج میں ابوذر کا بیان ہے کہ ایک دفعہ مجھے سرور کائناتؐ نے حکم دیا کہ میں حضرت علیؓ کو بلا لاؤں۔ چنانچہ میں روانہ ہوا جس وقت گھر پر پہنچا تو دیکھا کہ جناب سیدۃ النساء حضرت امام حسینؑ کو گود میں لئے چکی پیس رہی ہیں۔ اسی طرح ایک اور واقعہ صاحب ناسخ التواریخ نے لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سیدہؓ پر دو دو وقت کے فاقے ہوتے تھے۔ بچے گود میں ہوتے تھے اور چکی پیسا کرتی تھیں۔ ملا جمال الدین محدث لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت سیدہؓ مسجد نبویؐ میں تشریف لائیں اور روٹی کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا سرور کائناتؐ کو دیا۔ رسول کریم صلعم نے وہ ٹکڑا لے لیا اور فرمایا کہ یہ کہاں سے آیا ہے؟ سیدۃ النساء نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ۔ تھوڑے سے جو پیس کر روٹی پکائی تھی جس وقت بچوں کو کھلا رہی تھی اس وقت خیال آیا کہ رسولِ خدا کو

بھی تھوڑی سی کھلا دوں۔ اے خدا کے سچے رسولؐ! یہ روٹی تیرے وقت نصیب ہوئی ہے۔ رسالت مآب صلعم نے وہ ٹکڑا تناول فرمایا اور کہا۔ کہ اے فاطمہؓ! چار وقت کے بعد یہ پہلا ٹکڑا ہے جو تیرے باپ کے منہ تک پہنچا ہے

(از مولانا سیماب صدیقی اوارثی اکبرآبادی)

بیٹی ایسی صابرہ، اور باپ ایسا صبر دوست — آجکل پیدا کہیں ایسی مثالیں ہیں کہاں
فقر گر سلطاں رواداری، کمالِ خوئے اوست — وہ چلن جاتے رہے بالکل، وہ چالیں ہیں کہاں

گو سکونِ قلب مشکل کام ہے افلاس میں — خاطرِ زہراؓ کا اطمینان پیہم دیکھئے
فرق ذرہ بھر نہ آیا صبر کے احساس میں — اُنسِ غربت دیکھئے، مانوسیِ غم دیکھئے

گود میں بچہ رہے، اور ہاتھ صرفِ آسیا — ہے یہ شایانِ ریاضت شانِ زہراؓ ہے یہی
فاقے پر فاقے ہوں، اور آئے نہ ہونٹوں تک گلہ — یا خدا اللہ کے بندوں کا شیوہ ہے یہی

آجکل بگڑا ہوا ہے رنگ مستورات کا — فاقہ کیسا، صبر اب افزائشِ زر پر نہیں
"زیور و زر ہو" یہی قصہ ہے اک دن رات کا — زندگی گویا اجیرن ہے اگر زیور نہیں۔

مال و زر پر شیفتہ ہیں، عاشقِ نام و نمود — اور کنیزیں حضرتِ زہراؓ کی کہلاتی ہیں یہ
فاطمہؓ کے سامنے ہوگا ندامت کا ورود — حشر آنے دیجئے۔ بچکر کہاں جاتی ہیں یہ

یہ کہیں گی "ہم کو دولت سے بچالیں فاطمہؓ — وہ کہیں گی "آج جوشن اور کنگن کیا ہوئے"
پھر یہ جھلائیں گی اور ناموس لیں دیگا ندا — ہائے قسمت ا

قید خانہ ہے یہ دنیا مومنوں کے واسطے — مالِ دنیا میں بھلا عقبےٰ کی زیبائش کہاں
ہے یہ سب سودائے فانی کچھ دنوں کے واسطے — پھر اندھیرا گور کا ہے اس میں آسائش کہاں

"سیرتِ زہراؓ کے جب اوراق دیکھیں بیباں — چاہئے انکو کریں زہراؓ کی وہ تقلید بھی
صبر میں اور فقر میں خوشنودیٔ حق ہے نہاں — ہوں عمل اچھے تو جنت کی رکھیں امید بھی

ان واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت سیدہؓ کی زندگی کس طرح بسر ہوتی تھی۔ باوجود اس افلاس کے صبر و قناعت ہمیشہ ان کے وجود پر ناز کرتے رہے ایکدفعہ امیر المومنینؓ نے فرمایا کہ اگر کچھ موجود ہے تو مجھے کھانے کو دو لیکن گھر میں کچھ بھی موجود نہ تھا۔ چونکہ امیر المومنینؓ کو بھوک شدت سے لگ رہی تھی باہر تشریف لائے کہ کچھ کھانے کا انتظام کریں۔ جب واپس گھر تشریف لیگئے تو دیکھا کہ صابر و شاکر سیدہؓ نماز ظہر سے فراغت پاکر سجدہ میں پڑی ہیں۔ اور معبودِ حقیقی کے دربار میں گڑگڑا رہی ہیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت علیؓ نے دریافت کیا کہ کھانے کے لئے کچھ سامان گھر میں موجود ہے یا نہیں؟ حضرت سیدہؓ نے فرمایا کہ آج تیسرا روز ہے کہ گھر میں ایک جَو کا دانہ تک موجود نہیں۔ حضرت علیؓ نے پوچھا کہ اے سیدہؓ! مجھ سے کیوں نہ ذکر کیا؟ جواب دیا کہ مجھکو میرے باپؐ نے وداع کے وقت نصیحت کی تھی کہ میں کچھ سوال کرکے آپکو کبھی شرمندہ نہ کروں۔

ایثار و سخاوت

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جماعتِ بنی سلیم میں سے ایک شخص ایک دفعہ حضور سرورِ کائنات صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آواز دی یا محمدؐ! یا محمدؐ! آپؐ نے جواب دیا۔ اس نے کہا کہ کیا وہ جادوگر تُو ہی ہے جس کی بابت یہ مشہور ہے کہ اس کا سایہ نہیں پڑتا؟ مجھے اپنے بتوں کی قسم! اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ میری قوم خوش نہ ہوگی تو اس تلوار سے ابھی تیری گردن اُڑا دیتا۔ حضرت عمرؓ یہ سُنکر چاہتے تھے کہ اس کی گستاخی کا جواب دیں لیکن رسول کریم صلعم نے منع فرمایا اور اس سے کہا کہ میں خدا کا بندہ ہوں اور اس کا پیغام پہنچانیوالا ہوں۔ اے بھائی عذابِ آخرت سے ڈر۔ اور دوزخ کی آگ کا خوف کر پرستش صرف اُس ایک خدا کی کر جس کا کوئی شریک نہیں۔ اس گفتگو کا کچھ ایسا اثر ہوا کہ وہ اعرابی ایمان لے آیا اور مسلمان ہوگیا۔ رسالت مآبؐ نے اس وقت اصحاب سے کہا کہ اس کو کچھ آیتیں قرآن کی سکھا دو۔ جب وہ سیکھ چکا تو آپؐ نے فرمایا تیرے پاس کس قدر مال ہے؟ اُس نے کہا قسم ہے اُس پاک ذات کی جس نے تجھ کو پیغمبر بنا کر بھیجا کہ ہم چار ہزار آدمی قبیلہ بنی سلیم میں ہیں لیکن مجھ سے زیادہ فقیر کوئی نہیں! آپؐ نے اصحاب کی طرف دیکھا اور فرمایا تم میں سے

ایسا کون ہے کہ اس کو ایک اُونٹ خرید دے ؟ مَیں ضامن ہوتا ہوں کہ خدا اس کا بہتر بدلہ دیگا۔ سعدؓ بن عباد اُٹھے اور کہا اے خدا کے سچے رسولؐ ! میرے پاس ایک اونٹنی ہے جو مَیں اس کو دیتا ہوں۔ اس کے بعد سرورِ کائناتؐ نے فرمایا کہ اب تم میں سے کون ہے کہ اس کا سر ڈھانک دے اور خدا کو راضی کرے ؟ حضرت علیؑ نے اُٹھ کر کہا کہ میرے ماں باپ فدا، یہ تعمیل مَیں کروں گا۔ اپنا عمامہ اُتار کر اعرابی کے سر پر رکھ دیا۔ اب آپؐ نے فرمایا کہ کون ہے جو اس کو خوراک وغیرہ کا سامان دے ؟ بس سلمانؓ اُٹھے اور اعرابی کو ساتھ لیکر نکلے چند گھروں پر گئے کوئی چیز موجود نہ تھی حالتِ یاس میں نگاہ حضرت سیدۃ النساؑ کے حجرے پر پڑی اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ سیدۃ النساؑ نے دریافت کیا کہ کون ہے ؟ عرض کیا کہ مَیں سلمانؓ فارسی ہوں۔ پوچھا کیوں آئے ہو ؟ سلمانؓ نے تمام واقعہ بیان کیا کہ اس اعرابی کے واسطے کھانے پینے کا سامان جمع کرنے نکلا ہوں۔ کئی گھروں پر ہو آیا کہیں کوئی چیز موجود نہیں طاہرہ، ذاکیہ، راضیہ، مرضیہ، سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراؑ یہ سُنکر روئیں اور فرمایا سلمانؓ قسم ہے اس خدا کی جس نے میرے باپؐ کو پیغمبرؐ کیا آج تیسرا روز ہے کہ ہم سب فاقہ سے ہیں ! دونوں بچے حسنؑ حسینؑ پریشان پھر رہے تھے ابھی ابھی بھوکے سوئے ہیں ! لیکن سائل دروازہ پر آگیا رد نہیں کر سکتی ! اے سلمانؓ ! یہ ایک چادر موجود ہے اس کو لے اور شمعون یہودی کے پاس جا اور کہہ کہ فاطمہؑ محمدؐ کی بیٹی کی چادر رکھ لے اور تھوڑی سی جنس قرض دیدے سلمانؓ اعرابی کو لیکر معہ چادر شمعون کے پاس آئے اور مفصل کیفیت بیان کی۔ یہودی کچھ دیر تک چادر دیکھتا رہا۔ پھر دفعتہً اس پر ایک خاص حالت طاری ہوئی اور کہنے لگا کہ اے سلمانؓ ! ہیں وہ لوگ جن کی خبر ہمارے پیغمبر موسےٰ نے توریت میں دی ہے مَیں فاطمہؑ

کے باپ پر ایمان لایا اور سچے دل سے مسلمان ہوتا ہوں - اسکے بعد اناج سلمانؓ کو دیا اور چادر بھی واپس کر دی - وہ لیکر سیدہؓ کے پاس آئے - آپؓ نے اپنے ہاتھ سے پیسا اور روٹی پکائی - اور سلمانؓ کو دی سلمانؓ نے کہا کہ اس میں سے تھوڑی سی روٹی بچوں کے لئے رکھ لیجئے - فرمایا سلمانؓ! جو چیز خدا کی راہ پر دیچکی وہ اب بچوں کے لئے لینا مناسب نہیں! سلمانؓ وہ روٹی لیکر سرور کائناتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے - اور تمام کیفیت بیان کی - رسول کریم صلعم نے وہ روٹی اعرابی کو دی - اور سیدۃ النساء کے پاس تشریف لائے - چہرہ اداس دیکھا دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ کھانا کھائے ہوئے تیسرا روز ہے! حضرت سیدۃ النساؓ کو اپنے پاس بٹھایا آسمان کی طرف دیکھا اور دعا کی "الٰہی فاطمہؓ تیری لونڈی ہے اس سے راضی رہنا"

(از جناب عبدالمجید صاحب صدیقی)

یہ مفلسی اور آپؓ کے ایثار کا یہ حال — خود بھوکا رہنا کرنا نہ سائل کا رد سوال
زہراؓ تھیں گرچہ دختر سردار دو جہاں — خود چکی پیستی تھیں پکاتی تھیں روٹیاں
شیر خدا کی زوجہ تھیں ہاشم کی پوتی تھیں — پر گھر کے میلے کپڑے بھی وہ آپؓ دھوتی تھیں
تھے کل جو عورتوں کیلئے یہ شریف کام — لگتا ہے آج ان سے بہو بیٹیوں کو نام

صدیقی پڑھ درود ادب سے تو رات دن
صلِّ علیٰ محمدؐ و آلِ محمدؐ

واقعہ مندرجۂ بالا کو میرے مکرم دوست منشی عبدالخالق صاحب خلیق دہلوی نے کس خوبی سے نظم کیا ہے فرماتے ہیں

ہوئی ہیں نیک خصلت بیبیاں اسلام میں کیا کیا — کہ تن من دھن سے پڑتی تھیں خدا کے کام میں کیا کیا
خلل ڈالا ہے اپنے دنیوی آرام میں کیا کیا — بھری تھی باوہ انس و محبت جام میں کیا کیا

جنابہ فاطمہ زہراؓ کا اُن میں نام اوّل ہے
کہ ان کی زندگانی عورتوں میں سب سے افضل ہے

روایت آپؓ کی مشہور ہے سائل نوازی میں — جہاں میں آپؓ تھیں اپنا نمونہ راستبازی میں
ہمہ تن مستعد رہتی تھیں ہر دم کارسازی میں — مثال رکھا تھا گھر ایثارِ نفس اور پاکبازی میں

سُنا ہے ایک اعرابی کو لیکر حضرت سلمانؓ
درِ بنتِ رسولِ پاک پر آئے بصد ارماں

کہا اے فاطمہؓ سارا عرب آباد ہے تم سے — ہمیشہ سیدِ مرسلؐ کا بھی ارشاد ہے تم سے
کہاں اس گھر سے جائیں بیکسوں کی داد ہے تم سے — زمانے کی شکایت چرخ کی فریاد ہے تم سے

سہارا ہو خدائے پاک کے تم نیک بندوں کا
ٹھکانہ آپؓ کے در پر ہے سارے دردمندوں کا

جنابِ مصطفےٰؐ کے حکم کی تعمیل کر دیجے — بنے جس طرح اب اس بینوا کا پیٹ بھر دیجے
ثوابِ آخرت ہے یہ اِدھر لیجے اُدھر دیجے — مناسب ہے یہ حسبِ مقدرت سائل کو زر دیجے

جہاں آواز دی میں نے جوابِ خشک ہی پایا
چلو آگے بڑھو خالی نہیں ہے ہاتھ اے بابا

جنابِ فاطمہؓ آنکھوں میں آنسو سنکے بھر لائیں — دلِ پُر درد سے اِک آہ کھینچی اور گھبرائیں
نہایت نرم لہجہ سے کہا آپے میں جب آئیں — خدائے پاک کی مجھ کو قسم ہے کیا کہوں سائیں

مرے اِس گھر میں تین دن سے فاقہ ہے مہماں
مرے معصوم بچے اور علیؓ فاقے سے ہیں بیجاں

ابھی سوئے ہیں بچے بھوک کے مارے بلکتے تھے — مثالِ نیم بسمل تھے تڑپتے تھے سسکتے تھے
جگر میں آتشِ فاقہ سے انگارے دہکتے تھے — نہایت نا اُمیدی سے مرے چہرے کو تکتے تھے

مگر اِس حال میں بھی رد و کد کرنا نہیں آتا

سوال سائل بیکس کو رد کرنا نہیں آتا

مرے کہنے سے اے سلمانؓ نہ رنجیدہ و مضطر — تجھے دیتی ہوں چادر جا ابھی شمعون کے گھر پر
یہ کہدینا کہ ہے بنتِ رسولِ پاک کی چادر — ہمیں کھانے کا کچھ سامان بھیجو تم اسے رکھکر

غرض سلمانؓ چادر فاطمہؑ کی ہاتھ میں لائے
سنایا ماجرا شمعون کے جس وقت پاس آئے

کہا شمعون نے کیا ہیں یہی وہ لوگ مرنے نے — خبر توریت میں پہلے سے دی ہے جنکی موسیٰ نے
جواہر کی پرکھ جس کو ہو وہ جوہر کو پہچانے — رسول اللہ کا جو مرتبہ ہے کوئی کیا جانے

ادب سے میں اسے کرتا ہوں واپس ہاتھ میں لیجا
تجھے جو جنس ہے درکار اپنے ساتھ میں لیجا

غرض سلمانؓ نے کلمہ پڑھا یا جنس سب لے لی — جو بیتی تھی جنابہ فاطمہؑ سے داستاں کہدی
جنابِ فاطمہؑ بیٹھیں پکانے کے لئے روٹی — کھلایا پیٹ بھر کر ہو گیا جب سیر اعرابی

کہا سلمانؓ نے فاقے کی مصیبت آپ کیوں جھیلیں
اسی میں سے ذرا سا بال بچوں کیلئے لے لیں

خلیق زار کیا اچھا کہا قربان ہمت کے — رسولِ پاکؐ کی بیٹی کی اس عادت کے خصلت کے
انہی باتوں سے تو اطوار ظاہر ہیں شرافت کے — نظر اسلام میں آتے ہیں جلوے پاک صورت کے

کہا سلمانؓ سنو ہے آخرت کی جہاں کھیتی
جو میں نے دیدیا راہِ خدا پھر نہیں لیتی

حضرت امام حسن علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک روز ایک وقت کے بعد ہم سب کو کھانا نصیب ہوا۔ والد صاحب اور ہم دونوں بھائی کھا چکے تھے والدہ صاحبہ (فاطمہ زہراؑ) نے ہنوز نہیں کھایا تھا۔ کھانے کے لئے ابھی نوالہ ہی توڑا تھا کہ دروازے پر آکر ایک سائل نے آواز دی بنتِ رسول اللہ کو سلام امین وقت

کے فاقہ سے ہوں میرا پیٹ بھر دو" آپؐ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدہؓ نے کھانے سے فوراً ہاتھ کھینچ لیا اور مجھ سے کہا کہ جاؤ یہ کھانا سائل کو دے آؤ۔ میں نے تو ایک ہی وقت نہیں کھایا ہے اور اُسے دو وقت کا فاقہ ہے۔ سبحان اللہ ؎

سر دیتے ہیں سائل کو جو بندے ہیں خدا کے
بھر دیتے ہیں فاقوں میں بھی کاسے فقرا کے

اس واقعہ کو حافظ محمد یعقوب صاحب اوج گیاوی نے نہایت وضاحت سے نظم کیا ہے لکھتے ہیں ؎

فرماتے ہیں امام حسنؑ ابنِ مرتضےٰؑ — فاقے پہ ایک وقت کے سب کو ملا طعام
اماں! جنابِ سیدۂ پاک فاطمہؓ — قائل ہیں جنکے جود و سخاوت کے خاص و عام
ہم دونوں بھائی آپؓ سے پہلے تھے کھا چکے — کرتے تھے شکرِ نعمتِ رزّاقِ ذوالکرام
لیکن جنابِ سیدۂ آسمانِ حشمؓ — کھانے کا کر رہی تھیں ابھی اپنے اہتمام
ناگاہ ایک سائلِ بیکس نے دی صدا — بنتِ رسولؐ پاک کو پہنچے مرا سلام
دو وقت سے غذا نہ میسّر ہوئی کوئی — حاضر ہوا ہے آپؓ کی چوکھٹ پہ یہ غلام
مارا ہوا ہوں فاقوں کا میں پیٹ بھر دیں آپؓ — بہرِ خدائے پاک جو حاضر ہو کچھ طعام
کھانے سے ہاتھ روک کے بنتِ رسولؐ نے — فرمایا جا کے دے اُسے اے طفلِ نیکنام
مجھ کو تو ایک وقت سے کھانا نہیں ملا — دو وقت سے ہے بھوکا یہ مسکین و مستہام

تیری ہی ذاتِ پاک پہ جود و عطا ہے ختم
داد و دہش کا شہرہ ہے از روم تا بہ شام

اے ماؤں۔ بہنو بیٹیو۔ لو ان سے تم سبق — بیکار ہے تمہیں ہوسِ جاہ و احتشام
مسکیں۔ یتیم۔ سائل و بیوہ کی رات دن — لیتے رہو خبر کہ قیامت میں آئے کام
جھڑکو نہ سائلوں کو نہ ڈالو جبیں پہ بل — شاہد ہے صاف لفظوں میں اللہ کا کلام

ہر لب پہ ذی حیات کے ذکر مدام ہے

خیرات بزمِ دہر میں شمعِ نجات ہے

ایثار کا مادہ خلاقِ عالم نے بچپن سے ہی آپؓ میں بھر دیا تھا۔ دس سال کی عمر تھی کہ فاطمہ[1] شامیہ آپؓ کی ذکاوت و فراست خداداد کا شہرہ سنکر آپؓ سے ملنے آئیں وہ زبور۔ توریت اور انجیل کی عالمہ تھیں شام سے بہت سے تحائف زیورات۔ جواہرات۔ میوے۔ کپڑے اور کھانے پینے کی چیزیں بافراط اپنے ہمراہ لائیں۔ بنتِ رسولؐ نے نہایت گرمجوشی اور تپاک سے ان کا خیر مقدم کیا اور جب وہ تحائف فاطمہ شامیہ نے آپؓ کی نذر کئے تو حضرت زہراؓ نے ان سے اجازت لیکر وہ سب اسلام کی خدمت کے لئے دیدیئے۔ اور کھانے پینے کی چیزیں اور کپڑے اُن مسلمانوں کی نذر کر دیئے۔ جو اس وقت خدمتِ اسلام میں سرگرم رہتے تھے فاطمہ شامیہ شہزادی کے اس ایثار اور سیر چشمی پر عش عش کرنے لگیں۔ آپؓ کو سینے سے لگا لیا اور جب تک زندہ رہیں ہمیشہ جناب زہراؓ کی تعریف میں رطب اللسان رہیں۔

---

[1] فاطمہ شامیہ ملک شام کے ایک امیر کبیر کی لڑکی تھیں۔ وہ نہایت دیندار اور عبادت گذار تھیں کتب مقدسہ متقدمین و صحف سماوی کی عالمہ تھیں اور علم نجوم سے اچھی طرح واقف تھیں۔ جب انکو معلوم ہوا کہ حضرت خاتم النبیینؐ کی ولادت کا وقت قریب آگیا ہے تو وہ مکہ معظمہ میں آئیں۔ ایک دن عبداللہ سے ان کی ملاقات ہوئی۔ علاماتِ نور ان کی پیشانی پر دیکھ کر نکاح کی درخواست کی۔ انہوں نے جواب دیا کہ بلا اجازت اپنے والد کے میں کچھ جواب نہیں دے سکتا کچھ دنوں بعد جب عبداللہ کی شادی حضرت آمنہؓ سے ہوگئی اور نورِ نبوت صلبِ عبداللہ سے شکمِ آمنہ میں منتقل ہوگیا تو پھر عبداللہ اپنے والد کی اجازت حاصل کر کے فاطمہ شامیہ کے مکان پر گئے اور نکاح کی خواہش ظاہر کی انہوں نے فرمایا۔ کہ اب وہ نور جس کے اشتیاق میں میں نے اس قدر دور کا سفر گوارا کیا تھا۔ آپؓ کے پاس نہیں رہا جسکی تقدیر میں سعادت تھی لیگئی۔ اور مجھے کسی دنیاوی خوشی کے لئے نکاح کی ضرورت نہیں ہے۔

قسمت نہ شد بہ شمشیر تو تقدیر نبود ۔۔۔ ور ذبح از دل بدر جم تو تا خیر نبود

روائت ہے کہ ایک روز جناب سیدہ حضرت فاطمہؓ نماز پڑھ چکی تھیں اور مصلے بچھائے ہوئے اُداس بیٹھی تھیں۔ افلاس کا صدمہ تھا۔ ادھر بچوں کی بھوک کا خیال تھا۔ کبھی سوچتی تھیں کہ خدا نے ہمیں دُنیا میں ناحق پیدا کیا۔ نہ اچھا کپڑا نصیب ہے۔ نہ پیٹ بھر کے روٹی ملتی ہے۔ سر کی چادر میں بچیس پیوند لگے ہیں۔ اگر خدا ہمیں پیدا ہی نہ کرتا۔ تو اس کی خدائی میں کیا کمی آجاتی حضرت فاطمہؓ انہی خیالوں میں اُداس بیٹھی ہوئی رو رہی تھیں۔ کہ ناگاہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کنیز سے اجازت لیکر گھر میں داخل ہوئے اور اپنی بیٹی کا یہ حال دیکھ کر پوچھنے لگے کہ بیٹی کیا ہے اُداس کیسے بیٹھی ہو۔ حضرت فاطمہؓ اپنے والد کو دیکھ کر چونک پڑیں۔ حالت کو سنبھالا۔ کھڑے ہو کر ادب سے سلام کیا اور عرض کرنے لگیں کہ حضرت یوں ہی اپنی افلاس و غربت کا خیال آگیا تھا آپؐ حضرت خاتون جنت کا ہاتھ پکڑ کر وہیں بیٹھ گئے اور فرمایا فاطمہؓ ذرا اپنا مصلے تو اُلٹ۔ حضرت سیدہؓ نے تعمیلِ ارشاد کی اور مصلے کا ایک گوشہ اُلٹ دیا۔ کیا دیکھتی ہیں کہ اس کے نیچے ایک نہر چاندی کی اور ایک سونے کی بہ رہی ہے۔ حضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔ کہ فاطمہؓ لو جس قدر چاہو سونا لے لو جس قدر چاہو چاندی لے لو۔ اب تمہارے اختیار میں ہے۔ اچھے سے اچھا کھاؤ۔ اچھے سے اچھا پہنو۔ محل بنواؤ۔ قلعے چنواؤ۔ نوکر چاکر رکھو۔ غرض کہ جو چاہو کرو۔ مگر یہ خوب سمجھ لینا کہ یہ آرام دُنیا میں صرف چند روزہ ہے اور پھر عقبےٰ میں ملنے ملانے کو خاک بھی نہیں ہے۔ یا تو دُنیا میں لے لو یا عقبےٰ کے لئے رکھ چھوڑو حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا کہ ابا جان! میں اپنے خیالات سے تائب ہوں اب کبھی انشاء اللہ ایسا وسوسہ دل میں نہ لاؤنگی۔ مجھے دُنیا کی دولت کی ضرورت نہیں۔ یہ کہکر اپنے مصلے کا گوشہ سیدھا کر دیا۔

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالیؒ احیاء العلوم جلد ثالث میں ارقام فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت فاطمہ زہراؑ بیمار ہوگئیں۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرانؓ بن حصین سے جو ایک ذی منزلت صحابی تھے۔ فرمایا کہ اے عمرانؓ تو ہمارے نزدیک ذی مرتبہ و ذی جاہ ہے آ فاطمہؑ کی عیادت کو چلیں۔ چنانچہ وہ بہ تعمیلِ حکمِ نبویؐ ہمراہ روانہ ہوئے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہؑ کے دروازہ پر دستک دی۔ اور فرمایا السلام علیکم اجازت ہو تو اندر آؤں بنتِ رسول صلعم نے عرض کی کہ تشریف لائیے۔ آپؐ نے فرمایا کہ میرا ایک اور ساتھی بھی ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ آپؐ کے ساتھ کون ہے۔ ارشاد ہوا کہ عمرانؓ بن حصین۔ حضرت فاطمہؑ نے عرض کی میرے پاس ایک عبا کے سوا کوئی کپڑا نہیں۔ آپؐ نے دست مبارک کے اشارہ سے ارشاد فرمایا کہ اس عبا کو بدن سے اس طرح لپیٹ لو۔ زہراؑ نے عرض کی کہ بدن تو میں نے چھپا لیا۔ مگر سر اس کپڑے سے نہیں چھپ سکتا۔ آپؐ نے اپنی پرانی چادر مبٹی کی طرف پھینک دی اور فرمایا کہ یہ سر پر رکھ لو۔ اس کے بعد حضرت فاطمہؑ نے گھر میں آنے کی اجازت دی۔ آپؐ نے اندر جا کر حال پوچھا۔ حضرت زہراؑ نے عرض کی کہ شدتِ درد سے بے چین ہوں اور اس پر طرہ یہ ہے کہ گھر میں کوئی چیز کھانے کو موجود نہیں۔ بھوک نے مجھ کو نڈھال کر رکھا ہے۔ آپؐ نے فرمایا گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ میں نے تین دن سے کھانا نہیں کھایا اور تیری نسبت خدا کے نزدیک میرا رتبہ زیادہ ہے۔ میں خدا سے جو کچھ مانگتا وہ مجھ کو ضرور عطا کرتا لیکن میں نے آخرت کو دنیا پر ترجیح دی پھر آپؐ نے اپنا ہاتھ اُن کی پشت پر پھیر کر فرمایا کہ تم جنت کی عورتوں کی سردار ہو۔ تمہیں دنیا کے مصائب سے بیدل نہ ہونا چاہیئے ؎

زندہ دل کب گلۂ جور و جفا کرتے ہیں
صبر سے ہر مرضِ غم کی دوا کرتے ہیں

ایثار کی بے نظیر مثالیں

(از جناب سیماب صدیقی الوارثی اکبرآبادی)

ہوئے کو سینکڑوں ہوئیں دنیا میں عورتیں
ایثارِ فاطمہؓ کی نہ لیکن ملی مثال

محروم کوئی بھی نہ پھرا در سے آپؓ کے
سائل کا آپؓ نے نہ کبھی رد کیا سوال

کھانے سے پہلے دیکھتیں جا کر پڑوس میں
بھوکا پیاسا ہو نہ کوئی اور خستہ حال

فاقہ سے دیکھتی تھیں کسی کو اگر کبھی
پہلے اُسے کھلاتی تھیں نہرائے خوشخصال

اس خُلق اس عطا کی مدینہ میں دھوم تھی
پڑھتا تھا کلمہ آپؓ کا ہر پیرو خورد سال

اِک روز خدمتِ شہِ طیبہ میں اِک گدا
آیا اور اتفاق سے موجود تھا نہ مال

فرمایا اُس سے آپؓ نے زہراؓ کے پاس جا
اور اُس سے جا کے نامِ خدا کر کوئی سوال

مجبور ہوں کہ کچھ نہیں اس وقت میرے پاس
مسرور ہوں کہ دیگی ترا حال وہ سنبھال

القصہ آیا خدمتِ زہراؓ میں وہ فقیر
اور وہی صدا کہ فاطمہؓ بی بی جنیں یہ لال

بھوکا ہوں اور غمزدۂ روزگار ہوں
للہ کر دو زخمِ مصیبت کا اندمال

سُن کر صدا فقیر کی گھبرائیں فاطمہؓ
سوچا کہ آج گھر میں نہ آٹا ہے اور نہ دال

دو روز ہو گئے کہ ہے فاقہ سے گھر کا گھر
بچوں کا میرے بھوک کے مارے ہے جی نڈھال

لیکن فقیر، غمزدۂ روزگار ہے — دوں گی جواب صاف تو ہوگا اسے ملال
دیکھا اِدھر اُدھر جو اٹھا کر نگاہ کو — آئی نظر پڑی ہوئی مینڈھے کی ایک کھال
سوتے تھے اس پہ رات کو آکر حسن حسینؓ — نورِ نگاہِ مرتضویؓ فاطمہؓ کے لال
لاکر وہ کھال آپؓ نے اُس سے کہا کہ لے — اللہ اور دے گا وہ ہے ازقِ تعال
بولا فقیر کھال ہے موزوں لباس کو — اور اس سے پہلے بھوک کا مَیں نے کیا سوال
کھانا نہ پیٹ میں ہو تو کپڑوں کی فکر کیا — کھانا بھی ہو عطا تو پھر احسان ہو کمال
یہ سُن کے اپنی کنٹھی اُتاری بتولؓ نے — جو ہدیتاً کسی نے ابھی دی تھی بے مثال
کہنے لگیں کہ لے مری کنٹھی یہ بیچ لے — قیمت جو کچھ ملے اُسے کیسے میں لے ڈال

کھا، پی، کھِلا، پِلا، جو ترے جی میں آئے کر
بابا خدا کے نام پہ حاضر ہے جان و مال

(از جناب مولوی نواب علی صاحب ایم اے پروفیسر بڑودہ کالج)

سخت بیمار تھے بچپن میں جو حسنینؓ اِک بار — فرطِ اُلفت سے نہ تھا فاطمہ زہراؓ کو قرار
رو کے کہنے لگیں اے پالنے والے سب کے — تین روزے میں رکھوں گی جو ہو یہ دُور آزار
ہوئی صحت تو رکھا نذر کا پہلا روزہ — کچھ نہ تھا پاس مگر شام کو بہرِ افطار
حال یہ دیکھ کے رہن اپنی زرہ کو رکھ کر — اِک یہودی سے علیؓ تھوڑے سے جَو لائے اُدھار
روٹیاں بنتِ نبیؐ نے جو پکا کر رکھیں — ایک مسکیں نے صدا دی کہ ہوں بھوکا بیمار
روٹیاں دے کے اُسے سو رہیں پانی پی کر — صبح روزے سے تھیں۔ تھے ضعف کے پیدا آثار
وقتِ افطار نمودار ہوا ایک یتیم — بے تامل اُسے سب روٹیاں دیں کر کے پیار
تیسری صبح کو روزے سے ہوئی یہ حالت — تھرتھری جسم میں لب خشک بہت زار و نزار
ناگہاں شام کو دروازہ پہ اِک آیا اسیر — پھر بھی زہراؓ نے دکھادی اُسے شانِ ایثار
آپ پانی کا پیا گھونٹ گریں غش کھا کر — شہِ لولاکؐ لما آئے جو بہرِ تیمار

اشک بھر آئے یہ احوال جو بیٹی کا سُنا آئے جبریلؑ کہ فرماتا ہے ربِّ غفار

تا قیامت نہیں بھولے گا زمانہ یہ سبق

سورۂ دہر پڑھیں عاشقِ آلِ اطہار

اسی واقعہ کو مولانا شفق رضوی نے بھی نظم کیا ہے۔ جو بجائے خود نہایت دلچسپ ہے۔ گو واقعہ ایک ہی ہے مگر نہایت لطیف پیرائے میں لکھا ہے۔ جو ناظرین کو قندِ مکرر کا مزہ دیگا ؎

سخت بیمار تھے سبطینِ رسول الثقلینؐ تین دن فاطمہؓ نے روزے کی مانی منت

شیرِ مرتضویؓ کو بھی اُسی روز تھا صوم خادمہ نے بھی وہیں روزے کی کر لی نیت

تین افطار کا گھر میں کوئی سامان نہ تھا ہوئی طیار فقط نانِ جویں با وقت

ایک مسکین نے ناگاہ صدا دی در پر دن کے روزے سے ہوئی فاقہ شب کی نوبت

دوسرے دن بھی یتیم ایک پکارا آکر دیدیا سامنے جو کچھ تھا زراہِ شفقت

تیسرے دن جو اسیر ایک ہوا فریادی پھر سخاوت تھی وہی اور وہی تھی ہمت

ہو گیا وحی یُتِیْمًا وَّاَسِیْرًا کا نزول لائے جبریلؑ امیں خلد سے خولانِ نعمت

ایسے ایثار کی مشکل ہے ملے کوئی مثال

اہلِ بیتِ نبویؐ ہی کی تھی یہ خاص صفت



عبادت و ریاضت

فقر و بے نوائی کا یہ عالم تھا۔ کہ فاقوں پر فاقے ہوتے تھے۔ مگر ریاضت عبادت کے اوصاف ہمیشہ جناب سیدہؓ کی سیرت کے درخشاں باب رہے ہیں۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ سیدہؓ کی عبادت اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ تمام رات خدا کے حضور میں کھڑی رہتی تھیں۔ سلمانؓ کا بیان ہے۔ کہ میں ایک دفعہ آنحضرت صلعم کے حکم سے سیدہؓ خاتون کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ بچے پڑے سوتے تھے اور ان کی بزرگ ماں چکھا جھل رہی تھی۔ مگر زبان سے کلام اللہ کی تلاوت جاری تھی۔ یہ دیکھ کر مجھ پر ایک خاص حالت طاری ہوگئی۔ اور میں نے سوچا کہ معمولی عورتیں اپنی زندگی عیش و آرام سے بسر کرتی ہیں لیکن رسولؐ کی بیٹی اس درجہ سعادت مند اور عابد و زاہد ہے! صاحب علل الشرائع کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت علیؓ گھر میں تشریف لائے۔ دیکھا کہ جناب خاتونِ جنتؓ روٹی پکانے میں مصروف ہیں اور زبان سے ذکرِ خدا جاری ہے عبادت کا یہ حال تھا۔ ریاضت کے بارے میں کچھ لکھنا ہی تحصیل حاصل ہے کیونکہ ساری عمر ریاضت و مشقت میں گذر گئی۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ جس وقت کلام اللہ میں عذاب دوزخ کے متعلق آیت نازل ہوئی تو سرورِ کائنات صلعم

شدت سے روئے اور اتنا روئے کہ آنحضرت صلعم کی یہ کیفیت دیکھ کر محبت کی وجہ سے اکثر صحابہؓ رونے لگے۔ چونکہ کسی کو گریۂ آنحضرتؐ کا سبب معلوم نہ تھا اس لئے سب خاموش تھے۔ رسالت مآبؐ کی یہ عادت تھی کہ سیدۃ النساءؓ کی صورت دیکھ کر ہمیشہ خوش ہو جاتے تھے لوگوں نے سوچا کہ کسی طرح اُس پاک بی بی کو بُلا کر لائیں کہ آنحضرتؐ کا رنج و غم اور گریہ کم ہو۔ اور خیالات بدل جائیں۔ سب مل کر حضرت سیدہؓ کے مکان پر آئے۔ سلمانؓ اندر گئے تو دیکھا کہ آپؓ چکی پیس رہی ہیں اور ایک آیت کا ذکر جاری ہے مفصل کیفیت عرض کی۔ اور درخواست کی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلئے۔ سیدۃ النساءؓ یہ سُن کر اُٹھیں اور ایک کمبل اوڑھا جس میں بارہ سے زیادہ پیوند تھے۔ یہ حالت دیکھ کر سلمان کا دل بھر آیا۔ اور کہا کہ قیصر و کسریٰ ریشم و حریر کا لباس پہنیں اور پیغمبرؐ آخر الزماں کی بیٹی کے لباس میں اتنے پیوند ہوں۔ یہ کہتے تھے۔ اور روتے تھے جس وقت رسالت مآب صلعم کی خدمت میں سب لوگ حاضر ہوئے۔ تو جناب سیدہؓ نے واقعہ بیان کیا اور کہا کہ میں چکی پیستی جاتی تھی۔ اور یہ آیت پڑھتی جاتی تھی قسم ہے خدا کی پورے پانچ برس ہو گئے۔ کہ میرے اور علیؓ کے پاس بکری کی کھال کے سوا کوئی چیز بچھانے کو نہیں۔ یہ سُن کر رسالت مآب صلعم نے فرمایا۔ کہ فاطمہؓ میری بیٹی ہے کے صبر کا بدلہ خدا کے پاس امانت ہے۔ اس کے بعد جناب سیدہؓ نے عرض کیا کہ اے والد بزرگوارؐ! کس چیز نے آپؐ کو اس قدر رُلایا۔ رسول مقبول صلعم نے وہ آیت سُنائی۔ سُنتے ہی بنتِ رسولؐ خوفِ خدا سے گر پڑیں بار بار اس آیت کو پڑھتی تھیں اور روتی تھیں۔ خدا کو ان کا یہ انداز پسند آیا۔ تو دوسری آیتِ رحمت نازل ہوئی۔ اور حضرت سرورِ کائناتؐ نے سجدۂ شکر

ادا کیا۔

صاحب علل الشرائع حضرت امام حسنؓ کے الفاظ یوں بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی ماں سیدہ فاطمہؓ کو شام سے صبح تک خدا کے آگے گریہ وزاری کرتے اور اس کے بعد نہایت عاجزی سے خدا کے حضور میں دعا مانگتے دیکھا ہے۔ اس دعا میں میں نے یہ کبھی نہیں دیکھا کہ اپنے واسطے کوئی درخواست کی ہو ؎

(از ماسٹر سید محمد باسط علی صاحب باسط بھوانی)

بارہا دیکھا ہے خود حضرت حسنؓ نے سالہا — سیدہ۔ خاتونِ جنتؓ یعنی اُن کی والدہ
بیشتر وقفِ عبادت رہتی تھیں بعد از عشا — صبح تک کرتی تھیں وہ یونہی یادِ خدا
کیا کہوں تھا اُنکے دل میں کس قدر خوفِ خدا — ہچکی بندھ جاتی تھی اُنکی روتے روتے برملا
عرض کرتی تھیں برائے خلق وہ صبح و مسا — ہاں کبھی مانگی نہیں اپنے لئے کوئی دعا

اشکباری کام تھا اور آہ و زاری کام تھا
ہائے اِس پردے میں بھی دیکھو تو فیضِ عام تھا

بندگانِ حق کی خاطر صرف مالِ زر نہ تھا — بلکہ اُن کیواسطے تھا اور بھی اِسکے سوا
اِک بڑا حصہ دعا کا تھا اُنہیں کیواسطے — اور کچھ حضرت علیؓ اور اپنے بچوں کیلئے
تھی نہ اپنے واسطے اُن کو کوئی بھی آرزو — ہر گھڑی لیکن رضائے حق کی رہتی جستجو
یوں دعا فرمائیں رو رو کر جس گھڑی بنتِ رسولؐ — کیوں نہ وہ بارگاہِ حق تعالیٰ میں قبول

داستاں زندہ ہے باسط فیضِ دربار کی
اِس سے بڑھ کر ہو گی کیا اب انتہا ایثار کی

جابرؓ انصاری کا بیان ہے کہ ایک دفعہ رسالت مآب صلعم نے دیکھا۔ کہ حضرت سیدہؓ کے جسم پر اونٹ کی کھال کا لباس تھا۔ ایک ہاتھ سے چکی پیس رہی

تھیں۔ اور دوسرا ہاتھ امام حسن علیہ السلام کو دودھ پلانے میں مصروف تھا۔ یہ حالت دیکھ کر آنحضرتؐ کی آنکھ سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور فرمایا کہ "فاطمہؓ دنیا کی تکلیفوں کا صبر سے خاتمہ کر۔ اور آخرت کی خوشی کی منتظر رہ" حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ مجھ کو گھر کے کام دھندوں میں کبھی فاطمہؓ کے متعلق کوئی شکایت نہ ہوئی ایک دفعہ جب چکی پیستے پیستے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے اور حضرت علیؓ نے یہ فرمایا کہ فاطمہؓ مشکیں اٹھاتے اٹھاتے میرا بدن تھک گیا اس وقت کچھ قیدی آنحضرت صلعم کے پاس آئے ہوئے ہیں جاؤ اور درخواست کرو کہ ایک لونڈی کام کاج کے واسطے ہمیں بھی دے دیں۔ آپؐ رسالت مآبؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اپنی اور علیؓ مرتضےٰ کی حالت بیان کی اور ایک لونڈی کی درخواست کی جو نہ ملی۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ فاطمہؓ! اس وقت مسجد میں چار سو آدمی ایسے موجود ہیں جن کے پاس کھانے کو ٹکڑا ہے نہ پہننے کو چیتھڑا۔ گھر کے کام خود انجام دو۔ اور بیوی ہونے کی فضیلت کو قائم رکھو۔ ایسا نہ ہو کہ کل قیامت کے روز علیؓ تجھ سے اپنا حق طلب کریں! رسول کریم صلعم فرمایا کرتے تھے۔ کہ اے لختِ جگر! اس بات کا کبھی غرور و تکبر نہ کرنا کہ میں پیغمبرِ خدا کی بیٹیؓ ہوں! تجھ سے قیامت کے دن باز پرس نہ ہوگی! ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ خداوند قدوس کا احتساب عالمگیر ہے۔ اور پرسش اعمال سے ماؤ شما محفوظ نہیں رہ سکتے۔ وہ ایک ایسی بارگاہِ عالی ہے جہاں امیر فقیر کی مطلق تمیز نہیں کی جاتی۔ وہاں کسی کا حسب نسب کچھ بھی کام نہیں دیتا" جناب سیدہؓ یہ کلمات سنتیں۔ اور زار زار روتیں اور پہلے سے بھی زیادہ عبادت میں مصروف ہو جاتیں! ہر وقت خدا و رسولؐ کے خوف سے لرزاں رہتیں۔ گھر میں صبر و شکر ہی کا سہارا تھا۔ کئی کئی روز چولھے میں آگ بھی نہ جلتی تھی۔ یہ

دونوں میاں بیوی دُنیا کی طرف رُخ بھی نہ کرتے تھے۔ اور فقر و فاقہ ہی کو اپنے لئے دولت و حشمت سمجھتے تھے۔ باوجودیکہ دین و دنیا کے سردار کی لختِ جگر تھیں۔ شیرِ خدا کرم اللہ وجہہٗ کی خاتونِ محترم تھیں۔ باایں ہمہ ساری عمر ایک چٹائی پر لیٹ کر کاٹ دی۔ سُننے والوں کو تعجب ہوگا۔ کہ رسالت پناہ کی بیٹی اپنے ہاتھ سے چکی پیستی تھیں۔ اور خود ہی گھر کا سب کام کرتی تھیں لیکن تعجب کی کیا وجہ ہے؟ خاصانِ خدا کو ریاضت و مشقت سے قدرتی عشق ہوتا ہے دُنیا کی تکلیفوں کو وہ لوگ چند روزہ خیال کرتے ہیں۔ اور یہاں کے عیش و عشرت کو فانی سمجھتے ہیں۔ ان کی قوتِ ایمان زبردست ہوتی ہے۔ جن نعمتوں کا خدا نے ان سے وعدہ کیا ہے وہ گویا ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں۔ اور یہ تھوڑے دنوں کی تکلیف اس طرح گزار دیتے ہیں جیسے رات کے انتظار میں اور افطار کی خوشی میں روزہ دار صبر کے ساتھ روزہ پورا کرتا ہے۔

مساواتِ اسلامی

(تراوش طبع "لسان الہند" حضرت عزیز لکھنوی)

گئے دولتسرائے سیدہ پر ایک دن سلمان
نظر آیا تجلی زار وہ کاشانۂ عرفان

تجلی نورِ حق کی چھن رہی تھی گوشہ گوشہ سے
در و دیوار پر چھائی ہوئی تھی ہیبتِ یزدان

علیؓ مصحف تھے بیچے مصحفِ ناطق کے پارے تھے
زمیں بارِ امانت سے بنی تھی حاملِ قرآن

جبینوں نے یہاں تک خاک کی عزت بڑھائی تھی
شبستاں کا ہر اک ذرہ بنا تھا کوکبِ ایمان

وہ گھر کو پست تر تھا شہر کے اکثر مکانوں سے
مگر تھا کم سے کم پھر بھی ستونِ گنبدِ گردان

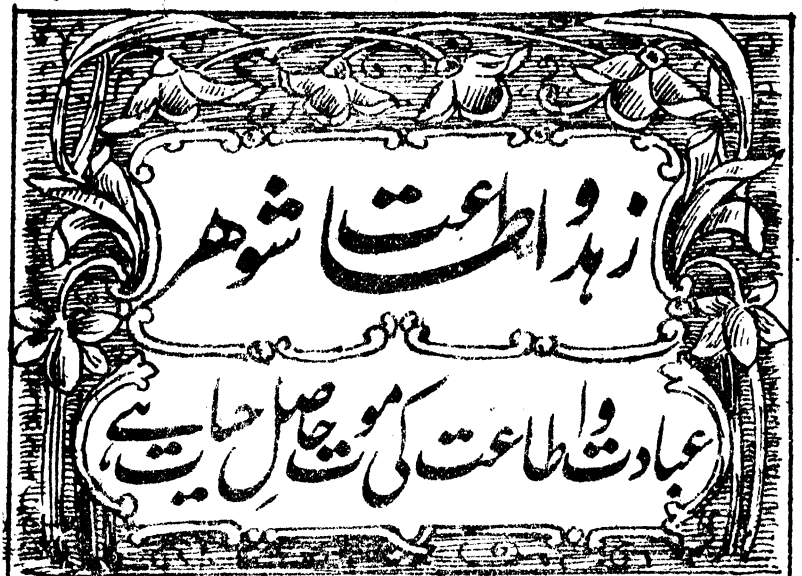
وہ اسکی چار دیواری نہ تھی کچھ ایسی مستحکم
مگر ہاں آج تک روکے ہے نظمِ عالمِ امکان

سراسر دنیوی سے پاک مانندِ دلِ عارف
قناعت اور توکل کا مگر سامان سا سامان

نگاہِ زہد پرور سے یہ صورت اس طرح دیکھی — اُبل آیا دلِ سلماں سے اور اک چشمۂ ایمان
امینِ وحی کا شہزادہ اِک جانب لیٹتا تھا — نبیؐ کی لاڈلی بیٹی مگر تھی آسیا گردان
بکھر جائے لڑی موتی کی جیسے لوحِ صفحہ پر — ریاضت سے جبینِ سیدہ تھی یوں عرق افشان
لہو احمدؐ کا دستِ فاطمہؓ سے بہتا جاتا تھا — محیطِ آسیا تھا اور خونِ پنجۂ مرجان
یہ حالت دیکھ کر سلمانؓ نے کی یہ عرض شہزادی — مشقت اس قدر اس ناتوانی پر نہیں شایان
کہاں ہے وہ کنیزِ خاص فضہ نام ہے جس کا — اُسے تو بہرِ خدمت دے چکے ہیں سیدِ دوران
یہ سُنکر سیدہ خاتون نے ارشاد فرمایا — ملا ہے بارگاہِ احمدی سے ہم کو یہ فرمان
کروں اک روز گھر کا کام میں اور یک دن فضہ — یہی ہے مرضیٔ مولا یہی ہے مرضیٔ یزدان

مساوات اسکو کہتے ہیں یہ ہیں اخلاقِ اسلامی
یہ باتیں ہیں کہ جن پر مطمحِ اسلام ہے نازاں





زہد و اطاعت شوہر

عبادت و اطاعت کی موت حاصل حیات ہے

(مصورِ جذبات مولانا سیماب صدیقی الوارثی اکبرآبادی)

حیدرِ صفدر علیؓ مرتضےٰ شیرِ خدا
خود ہی فرماتے ہیں اوصافِ جنابِ فاطمہؓ

قول ہے اُن کا کہ جب تک زندگی باقی رہی
میرے حق میں اُس نے ذرہ بھر نہ فرق آنے دیا

ختم ہو جاتا تھا دن بچوں کی خاطر میں یونہی
رات بھر رہتی تھیں مصروفِ عباداتِ خدا

گھر میں ہوتا تھا اگر موجود سامانِ طعام
وقت پر تیار کر دیتی تھیں کھانا بامزا

اِک دفعہ کا ماجرا ہے سیدہؓ بیمار تھیں
اور تیمم کی بھی آیت سے نہ تھے گوش آشنا

سیدہؓ اُٹھیں اُسی حالت میں اِک رکعت کے وضو
ہو گئیں استادہ پڑھنے کو نمازِ بے ریا

رات بھر مجھ کو نہ آئی نیند اُس دن کرب سے
صبح کے ساتھ آ گئی "اللہ اکبر" کی صدا

میں اُٹھا اور جانبِ مسجد گیا بہرِ نماز
پھر وضو کر کے نمازِ باجماعت کی ادا

واپس آ کر دیکھتا کیا ہوں کہ اطمینان سے
ہو گئیں مصروف چکی پیسنے میں سیدہؓ

رحم آیا مجھ کو اور بولا کہ اے بنتِ رسولؐ
اب کرو آرام بھی، یہ وقت ہے آرام کا

اس قدر مصروفیت اور اس قدر اشغال سے
ہو نہ ضعیف مرد میں مشکلوں کا سامنا

آپؓ بولیں یا علیؓ یہ تو مجھے معلوم ہے — ہوں بہت کمزور، بیماری ہے میری جاں گزا
ہے مگر میرے مرض کا سب سے بہتر یہ علاج — آپؓ کی طاعت ہو اور تعمیلِ احکامِ خدا
ہو اگر دونوں میں کوئی میرے مرنے کا سبب — تو بھلا اس موت سے بہتر ہے کوئی موت کیا
زندگی کا ماحصل یہ ہے کہ صرفِ فرض ہو — طاعتِ شوہر کروں اور بندگیٔ کبریا

موت اِسی حالت میں آ جائے۔ تو اے خوش قسمتی!
مَیں تو ایسی موت پر کرتی ہوں سو جانیں فدا





اُلفتِ رسولؐ

رسول کریم صلعم کو جناب سیدۃ الزہراؓ سے بے حد محبت تھی۔ اور اسی طرح خاتونِ جنتؓ بھی اپنے مقدس باپؐ پر جان دیتی تھیں۔ احد کی لڑائی میں جب سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سخت زخمی ہوئے حتیٰ کہ مدینہ منورہ کی گلیوں میں آپؐ کی شہادت کی خبر اڑ گئی تو مدینہ کی چودہ عورتیں بغرض دریافتِ حال میدانِ جنگ کو روانہ ہوئیں۔ ان عورتوں میں جناب سیدہؓ بھی تھیں وہاں پہنچ کر رسالت پناہؐ کو زخموں کی تکلیف سے خاک پر بیہوش پایا۔ جناب سیدہؓ نے بابا جانؐ کا سرِ مبارک اپنے زانو پر رکھ لیا اور رونے لگیں۔ حضرت علیؓ ڈھال میں پانی بھر بھر کر لاتے تھے اور جناب سیدہؓ آپؐ کے خون آلود چہرۂ مبارک کو دھو دھو کر صاف کرتی تھیں اور زخموں میں بوریہ جلا کر اس کی راکھ بھر بھر دیتی تھیں۔ یہاں تک کہ آپؐ کو ہوش آیا۔ اور آپؐ نے تسکین آمیز کلمات فرما کر سب کو رخصت کر دیا۔ صبح کے وقت جب حضور سرورِ کائناتؐ نماز کے لئے مسجدِ نبویؐ میں تشریف لاتے اور حضرت فاطمہؓ کی چکی کی آواز کانوں میں آتی تو آپ بے اختیار ہو کر خدا سے دعا کرتے کہ الٰہی فاطمہؓ کو اس ریاضت و قناعت کا اجر دے۔ اور اسے حالتِ فقر میں ثابت قدم رہنے

کی توفیق عطا فرما، ایک روز جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے حاضرین پر خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ کہ سامنے سے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نمودار ہوئے۔ اور آتے ہی قدم بوس ہوئے۔ ابھی اپنی جگہ بیٹھنے بھی نہ پائے تھے۔ کہ حضور سرور کائنات صلعم نے دریافت کیا "کیوں علیؓ! تم نے کبھی ہمیں بھی دیکھا ہے؟" عرض کیا۔ یارسول اللہ! میری جان صدقے، اور میرے والدین قربان ہوجائیں۔ میں نے آپؐ کو دیکھنے کی طرح دیکھا ہے! جنگ احد میں، جنگ بدر میں، جنگ حنین میں، غرض کہ بڑے بڑے معرکوں میں حضورؐ کی دلیری۔ شجاعت اور نبوتؐ کی نشانیاں دیکھ چکا ہوں۔ اپنی خوش نصیبی سے ہر وقت حضور کے ہمرکاب بھی رہتا ہوں۔ اور اس وقت بھی حضورؐ کو دیکھ رہا ہوں! جناب رسالت پناہیؐ نے فرمایا کہ نہیں! علیؓ تم نے ہمیں نہیں دیکھا۔ نہیں دیکھا! نہیں دیکھا!! ان الفاظ کی تپش اور انداز کے غضب نے علیؓ کو بیقرار کیا۔ اور اسی وقت ان کو بخار ہوگیا۔ جسم میں لرزہ تھا۔ قلب پر دہشت تھی۔ رسول مقبول صلعم سے اجازت لی۔ اور گھر واپس آگئے۔ جناب خاتون جنتؓ سے یہ سارا واقعہ بیان کیا اور گریہ وزاری شروع کردی۔ جناب سیدہؓ نے آپؓ کو ایک کمبل اوڑھا دیا۔ اور آپؓ لیٹ گئے۔ جناب سیدہؓ نے ایک کنیز کو بلا کر خدمتِ والا میں بھیجا کہ ابا جان سے کہو اگر فرصت ہو تو گھڑے کھڑے ذرا یہاں ہوجائیں کنیز گئی اور پیام پہنچایا۔ آپؐ اسی کے ہمراہ مسجد نبویؐ سے اٹھ کر چلے آئے گھر پر آکر پوچھا کہ فاطمہؓ! کیوں بلایا ہے؟ بنت الرسولؐ نے نہایت ادب سے عرض کیا کہ ابا جان آج آپؐ نے شیرِ خدا کا دل توڑ دیا۔ انہیں بخار آگیا ہے۔ اب میری خاطر سے انہیں اپنا جمال باکمال دکھا دیجئے! جناب

رسول کریم صلعم اسی وقت صحن مبارک میں کھڑے ہوگئے۔ ایک ہاتھ دوشِ فاطمہؓ پر رکھا۔ اور فرمایا کہ علیؓ آؤ اس ہاتھ کے نیچے سے نکل کر ہمیں دیکھو۔ حضرت علیؓ نے ایسا ہی کیا جس وقت سامنے آئے تو بیہوش ہو کر گر پڑے۔ اور جب ہوش میں آئے تو فرمانے لگے کہ حاشاء للہ میں نے اس سے پہلے حقیقت میں آپؐ کو نہیں دیکھا تھا۔" ؎

"مَنْ رَآنِیْ" میں چھپا تھا پر تو رازِ "اَلَسْتُ"
جلوۂ حُسنِ قدم آئینۂ فانی میں تھا

اس واقعہ سے یہ حقیقت بے نقاب ہو جاتی ہے کہ جناب رسول مقبولؐ کو اپنی نور نظر بتولؓ کی کس قدر خاطر منظور تھی؟ جس بات کی جناب سیدہؓ سفارش فرماتی تھیں وہ رسول مقبول صلعم ضرور منظور فرما لیتے تھے۔ بنت الرسولؓ بلاشبہ اپنے غمگسار باپؐ کی آنکھ کا تارا تھیں۔ اور ہر دل ملول کا سہارا تھیں۔ رسول کریم صلعم فرمایا کرتے تھے کہ فاطمہؓ میرے دل کا ٹکڑا ہے! جب آیہ کریمہ وانذر عشیرتک الاقربین نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے اپنے تمام قبیلہ اور تمام خاندان کو جمع کر کے ایک پیغمبرانہ لہجہ میں اس حکم الٰہی کو سنایا:۔

یا معشر قریش یا معشر بنی عبد مناف! یا معشر بنی عبد المطلب! اے فاطمہؓ محمدؐ کی بیٹی تم سب اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ کیونکہ قیامت کے روز کوئی کسی کے کام نہ آئے گا۔ ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ ایک رات کو اٹھے اور فرمایا سبحان اللہ آسمان سے فتنہ و فساد دور ہو گئے ہیں اور برکات و فضائل کے خزانے کھل گئے ہیں۔ حجروں میں سونے والیوں (ازواج مطہرات) کو جگا دو۔ کیونکہ دنیا کی بہت سی کپڑے پہننے والی

عورتیں آخرت میں برہنہ نظر آئیں گی۔[۱]

آپؐ ایک مرتبہ شب کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت فاطمہؓ کے پاس آئے اور فرمایا تم لوگ اُٹھ کر تہجد کیوں نہیں پڑھتے؟ حضرت علی علیہ السلام نے جواب دیا یا رسولؐ اللہ ہماری نیند اور بیداری تو خدا کے اختیار میں ہے اگر وہ جگائے گا تو جاگیں گے۔" آنحضرتؐ خاموش ہو گئے۔ مگر اپنی ران پر افسوس کے ساتھ ہاتھ مارا اور یہ آیت پڑھی۔ کان الانسان اکثر شی جدلا آدمی بڑا ہی جھگڑالو ہے؟

صحیحین میں لکھا ہے۔ کہ مسلمان تحفہ تحائف زیادہ تر حضرت بی بی عائشہؓ کی باری کے دن حضور انورؐ کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے۔ دوسری ازواج مطہرات نے آپؐ کی صاحبزادی بی بی فاطمۃ الزہراؓ سے کہا کہ تم جاکر حضور نبوی میں عرض کرو۔ کہ تحفہ تحائف میں ابو قحافہ کی پوتی کے ساتھ اور ازواج کو بھی شریک کرنا چاہئے۔ چنانچہ فاطمۃ الزہراؓ ان کے حسب الحکم اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اور ازواج کا پیغام پہنچایا حضورؐ نے جواب دیا کہ اے بیٹی مسلمان خود عائشہ کی باری میں بلا میری تحریک تحائف بھیج دیتے ہیں۔ میں نہ ان کو منع کرنا چاہتا ہوں۔ نہ کبھی میں نے یہ خواہش ظاہر کی ہے۔ کہ نذر و نیاز کا سامان ان کی باری میں بھیجا جاوے۔ لیکن کیا تم اُس سے محبت نہیں کرتیں جس سے میں محبت کرتا ہوں۔ عرض کیا کیوں نہیں حضورؐ نے فرمایا کہ بس تو عائشہؓ سے محبت کرو۔

ایک مرتبہ جناب رسول کریم صلعم کو معلوم ہوا کہ علیؓ اور فاطمہؓ میں کچھ اَن بَن ہے آپؐ کبیدہ خاطر ان کے گھر پہنچے اور دیر تک بیٹھے رہے یہانتک

---

[۱] بخاری ج ۲ صفحہ ۳۰۱ (۲) صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۵۰۰

کہ ان دونوں میں صلح کرادی۔ اس کے بعد بشاش اور خوش نکلے۔ لوگوں نے خوشی کا سبب پوچھا آپؐ نے فرمایا کہ میں نے ان دو شخصوں میں صلح کرائی ہے جو دنیا میں مجھ کو سب سے زیادہ پیارے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت علیؓ نے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہا۔ لڑکی والوں کو اندیشہ ہوا کہ شاید آنحضرت صلعم کو ناگوار ہو۔ اس لئے آپؐ سے اجازت لینے آئے۔ ادھر فاطمہؓ نے بھی عرض کیا کہ دیکھئے سب لوگ اپنی لڑکیوں کی حمایت کرتے ہیں۔ مگر آپؐ کچھ خیال ہی نہیں فرماتے! اب علیؓ ابوجہل کی بیٹی سے شادی کر کے مجھ پر سوت لانا چاہتے ہیں۔ اس حال کو سننے اور فاطمہؓ کو غمگین دیکھنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر چوٹ لگی۔ مسجد میں جا کر منبر پر کھڑے ہوئے اور لوگوں سے فرمایا کہ "ہشام بن المغیرہ کے خاندان کے لوگ مجھ سے اجازت لینے آئے تھے کہ علیؓ سے اپنی لڑکی کا نکاح کر دیں۔ میں ہرگز اجازت نہیں دیتا یہ نہیں ہو سکتا کہ رسولؐ اللہ، اور خدا کے دشمن (ابوجہل) کی بیٹی ایک گھر میں جمع ہوں۔ یاد رکھو! فاطمہؓ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ اس کے رنج سے مجھے رنج ہوتا ہے اور اس کی تکلیف سے تکلیف" رسول اللہ صلعم کی یہ ناراضی دیکھ کر علیؓ نے کانوں پر ہاتھ رکھا۔ اور جب تک فاطمہؓ زندہ رہیں کبھی دوسرے نکاح کا نام نہ لیا۔ عائشہؓ کہتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چند روز پہلے ایک مرتبہ ہم سب مکان میں تھے۔ فاطمہؓ آئیں تو آپؐ نے اپنی عادت کے موافق بہت پیار سے اپنے پاس بٹھا لیا۔ اور فاطمہؓ کے کان میں آہستہ سے کوئی بات کہی۔ جسے سن کر وہ رونے لگیں۔ پھر آپؐ نے کچھ اور فرمایا تو ہنسنے لگیں۔ مجھے تعجب ہوا اور وہاں سے اٹھنے کے بعد فاطمہؓ سے پوچھا کہ بتاؤ تو سہی یہ آج رونے اور جلدی سے ہنس دینے میں

کیا بھید تھا؟ فاطمہؓ نے کہا کہ جس بات کو آپؐ نے چھپایا ہے میں اسے ظاہر نہ کروں گی۔ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد میں نے کہا کہ لو فاطمہؓ! اب تو وقت گزر گیا۔ اب تو بتا دو۔ فاطمہؓ نے کہا کہ ہاں اب کچھ مضائقہ نہیں۔ اب بتائے دیتی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا تھا کہ جبریلؑ مجھ سے ہمیشہ رمضان میں ایک مرتبہ قرآن مجید کا دور کیا کرتے تھے۔ اس سال دو مرتبہ کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میری وفات کا وقت قریب ہے اس کو سُنکر میں بے اختیار رو پڑی۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ دیکھو سب رشتہ داروں سے پہلے تم مجھ کو جنت میں جا کر ملو گی۔ اور تم جنت کی عورتوں کی سردار ہو گی اس بات سے مجھے خوشی ہوئی اور ہنسنے لگی۔ آنحضرت صلعم کو جیسی اپنی بیٹیؓ سے محبت تھی۔ اسی طرح داماد اور نواسوں پر بھی نہایت شفقت اور پیار فرماتے تھے۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے۔ کہ جو میرا دوست ہے علیؓ کا بھی دوست ہے۔ کبھی فرماتے تھے کہ اے علیؓ تم دُنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔ نواسوں کی محبت کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔ اس سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے کہ دونوں کو آپؐ اپنے مُبارک کاندھوں پر بٹھاتے تھے کبھی دونوں کو گود میں بٹھاتے اور دیکھ کر خوش ہوتے۔ ایک روز آپؐ فاطمہؓ کے یہاں تشریف لائے فاطمہؓ لیٹی تھیں حسینؑ نے پانی مانگا۔ آپؓ اُٹھ کر پانی پلانے لگے تو حسنؑ پینے کو آ گئے۔ آپؓ نے ان کو ہٹا کر حسینؑ کو پلا دیا۔ فاطمہؓ نے پوچھا کہ یا حضرت! آپؐ کو حسینؑ سے زیادہ اُلفت ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ نہیں دونوں برابر ہیں۔ اور دونوں میرے دل کی راحت ہیں لیکن حسینؑ نے پہلے مانگا تھا۔ اِس لئے ان کو پہلے پلا دیا۔ اے فاطمہؓ تم اور تمہارا خاوند اور تمہاری اولاد میرے ساتھ جنت میں سب ایک جگہ ہوں گے۔ رسول مقبول صلعم فرمایا کرتے تھے کہ فاطمہؓ میری ریحانہ ہے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں۔ کہ

میری آنکھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فاطمہؓ سے بہتر کسی کو نہیں دیکھا۔ ایک مرتبہ کسی نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ کس کے ساتھ محبت رکھتے تھے انہوں نے کہا کہ فاطمہؓ کے ساتھ۔ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ حضرت فاطمہؓ جنتی خواتین کی ملکہ ہیں۔ صحابہؓ نے ایک مرتبہ پوچھا کہ یا رسول اللہ! عورتوں میں کس کا درجہ بلند ہے؟ آپؐ نے چار خط زمین پر کھینچے۔ اور فرمایا۔ مریمؑ، خدیجہؓ، فاطمہؓ، آسیہؓ، (آسیہؓ فرعون کی بیوی کا نام ہے۔ مؤلف) اس امر میں محدثین کا اختلاف ہے۔ کہ اس اُمت میں فضیلت کس کو ہے کسی نے حضرت عائشہ رضؓ کو افضل قرار دیا ہے اور کوئی کہتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ سب سے بہتر ہیں۔ اگر ہم سے پوچھو تو اپنی اپنی جگہ سب افضل و بزرگ تھیں۔ ہم حضرت فاطمہؓ کی سیرت میں حضرت عائشہؓ کے تقدس اور فضیلت سے انکار نہیں کر سکتے۔ اور نہ سیرتِ عائشہ کا مؤلف جگر گوشۂ رسولؐ کے احترام سے چشم پوشی کر سکتا ہے! ہاں جناب فاطمہؓ کے کیرکٹر میں جو نمایاں پاکیزگی اور صبر و قناعت تھا۔ اس نے رسول کریمؐ کو آپؓ کا بیحد مداح بنا دیا تھا اور حضرت نبی کریمؐ اپنی نیکبخت بیٹی سے بیحد اُلفت فرمایا کرتے تھے۔ علاوہ اس ذاتی شرف و احترام کے چند اور خصوصیتیں ہیں جن پر خدامِ فاطمہؓ بجا طور پر فخر و ناز کر سکتے ہیں یعنی (۱) آپؓ رسول کریم کا جگر گوشہ اور نورِ نظر تھیں (۲) آپؓ کے شوہر (علیؓ ابن ابی طالب) رسول اکرمؐ کا چچا زاد بھائی اور شیرِ خدا تھا۔ اور جس طرح جناب فاطمہؓ صبر و توکل اور زہد و تقوے کی مالکہ تھیں اسی طرح بتولؓ کا خاوند بھی قناعت و شجاعت کا مالک تھا (۳) فاطمہؓ کے بطن سے حسنؑ حسینؑ پیدا ہوئے جن کی شہادت کے واقعات قیامت تک اُمت کو مصروف گریہ و شیون رکھیں گے۔ اور جن سے سلسلۂ سادات دُنیا میں قائم ہوا۔



استجابتِ دُعا

آپؓ کثرتِ ریاضت وعبادت کی وجہ سے مستجاب الدعوات ہوگئی تھیں یعنی آپؓ کے پُرخلوص دل سے جو دعا نکلتی تھی وہ بارگاہِ ایزدی سے قبولیت کا شرف حاصل کرتی تھی۔ ایک دن کا ذکر ہے عید کا مبارک روز تھا۔ آپؓ نمازِ فجر سے فارغ ہوچکی تھیں۔ اور چکی پیس رہی تھیں۔ کسب حلال اور صدق مقال آپؓ کو پنکھا جھل رہے تھے۔ ریاضت ومشقت آپؓ کی بلائیں لے رہی تھی۔ نفس کشی آپؓ کے قدم کو بوسہ دیتی تھی۔ آپؓ کے دونوں لعل پیارے۔ اور نانا کے دُلارے (حسنؓ حسینؓ) باہر کھیل رہے تھے۔ ان کو جب یہ معلوم ہوا کہ آج عید کا دن ہے تو بے تحاشا دوڑے ہوئے آئے اور آکر اماں جان سے لپٹ گئے اور کہنے لگے کہ اماں! کیا تمہیں معلوم نہیں ہے؟ کہ آج عید ہے؟ آج وہ دن ہے کہ امیر فقیر سب کے سب خوشی منائیں گے۔ آج کا دن ہمارے نانا کی اُمت کے لئے خوشی کا دن ہے۔ آج عیدگاہ میں ہمارے نانا کے نام کا خطبہ پڑھا جائے گا۔ اور قریش کے بچے اچھے اچھے کپڑے پہنیں گے خوشبوئیں لگائیں گے اور اپنے تکلفات پر اترائیں گے۔ یہ لوگ اونٹوں پر سوار ہونگے۔ اونٹوں کو سجائیں گے اور ان کو زیور پہنائیں گے۔ کیا ہم اسی حالت میں

رہیں گے ؟ لاؤ ہمیں بھی اچھے اچھے کپڑے پہناؤ۔ تاکہ ہم بھی عید گاہ کو جائیں۔ جناب سیدہؓ بچوں کی یہ باتیں سنتی تھیں اور دل میں بیقرار ہوتی تھیں کہ اب ان لڑکوں کو کپڑے کہاں سے پہناؤں ؟ اور کس طرح ان کا دل بہلاؤں ؟ گو دل میں پریشان و متفکر تھیں لیکن زبان سے برابر تسلی دیتی تھیں۔ اور کہتی تھیں کہ اچھا ذرا بیٹھو میں آٹا پیس لوں۔ پھر تمہیں نئی پوشاک پہناتی ہوں۔ لیکن بچوں کو یہ توقف بھی ناگوار تھا۔ وہ برابر ضد کر رہے تھے۔ مجبوراً چکی بند کرنی پڑی۔ بچوں سے کہا۔ کہ اچھا جاؤ۔ اور خوب نہاؤ۔ دیکھو اب درزی آتا ہے اور تمہارے کپڑے لاتا ہے بچے یہ سن کر خوش ہو گئے اور نہانے کے لئے چلے گئے۔ ادھر جناب فاطمہ نے مصلّے بچھایا اور گریہ وزاری شروع کی۔ آپؓ روتی جاتی تھیں اور درگاہ رب العزت میں دعا کرتی تھیں کہ بار الٰہا میری عزت و شرم تیرے ہی ہاتھ ہے۔ اب تیرے سوا اور کون ہے جو نبیؐ کے نواسوں کو تسکین دے۔ اور میرے قول و اقرار کو پورا کرے۔ تیری ذات شہنشاہ ہے۔ تیرے دریائے فیض و کرم سے بے شمار تشنہ لبوں کی سیرابی ہوتی ہے آج حسنینؓ مجھ سے نئے کپڑے مانگتے ہیں۔ اور میرا یہ حال ہے کہ پیوند لگے بھی میسّر نہیں۔ ان معصوموں پر فضل کی نگاہ کر اور غیب کے خزانہ سے ان کیلئے لباس بھیج دے۔ کہ آخر یہ تیرے محبوب کے نواسے ہیں تیری نظرِ کرم کے صدقے میں ان کا دل خوش ہو جائے گا تو غنی ہے مسبب الاسباب ہے۔ تو دینا چاہے تو اسباب کی کیا کمی ہے۔ یہ معصوم نبیؐ کے نواسے ہیں۔ علیؓ کی آنکھوں کے تارے اور میرے دل کے سہارے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ان کا دل ٹوٹ جائے اگر یہ اس سقیم الحالی میں عید گاہ گئے تو ان کی سبکی ہو گی۔ قریش کے بچے ان پر انگلیاں اٹھائیں گے۔ اور ان کو حقارت کی نظر سے دیکھیں گے میں نے اپنی ذاتی عیش و راحت کے لئے کبھی سوال نہیں کیا۔ نہ اب کرتی

ہوں۔ صرف حسنینؓ کے لئے تیرا دروازہ کھٹکھٹاتی ہوں۔ میرا سوال پورا کر۔ کہتے ہیں کہ ابھی دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ دروازہ پر کسی نے دستک دی اور بلند آواز سے پکارا "یہ کپڑے لے جاؤ" بچے جلدی جلدی دوڑے جا کر دیکھا کہ ایک اعرابی جو صورت شکل میں درزی معلوم ہوتا تھا۔ ایک خوان لئے کھڑا ہے جو ڈھکا ہوا ہے یہ خوان لیکر جلدی سے واپس آئے۔ وہ سلام کر کے رخصت ہوا۔ سیدۃ النساءؓ سجدہ میں پڑی ہوئی تھیں کہ جناب حسین علیہ السلام کہنے لگے کہ اماں اٹھو درزی ہمارے کپڑے لے آیا ہمیں جلدی سے پہنا دو۔ جناب خاتونؓ خدا کا شکر کرتی ہوئی اٹھیں اور بچوں کو کپڑے پہنا کر عید گاہ کی جانب رخصت کر دیا۔ سبحان اللہ۔

اس واقعہ کو "کیسر باغ" کی بلبل ہزار داستان مولانا سیماب اکبر آبادی نے کس خوبصورتی سے نظم فرمایا ہے۔ ؎

منعم بچشمِ غور رخِ واقعات دیکھ — ہاں گوشِ ہوش کھول کے یہ داستان سن
ہوتی تھی عید عہدِ نبوتؐ میں کس طرح — کرتا ہوں اہلِ بیت کا تجھ سے بیان سن
حاصل تھی دو جہان کی زینت انہیں مگر — اربابِ فخر فقر کی رکھتے تھے شان سن
غربت میں شکر کرتے تھے کیونکر خدا کا دیکھ — نامِ خدا پہ دیتے تھے کس طرح جان سن
اندازۂ توکلِ آلِ رسولؐ کر — تا عمر کیسے سخت دیئے امتحان سن
جو وادیوں میں ملکِ عرب کی ہوئی فنا — اُس گونج سے بھرے ہوئے ابتک مکان سن

تو مبتلا ہے کیوں ہوسِ عز و جاہ میں
وقعت تری نہیں ہے نبیؐ کی نگاہ میں

آتی ہے عید تیرے لئے زینتوں کیساتھ — پھرتا ہے شاد تو طبقِ زر لئے ہوئے
کرتا ہے کنبے والوں کو تقسیم نعمتیں — جاتا ہے خوان ہاتھ میں گھر گھر لئے ہوئے

حاصل ترے لباس کو ہے شانِ افتخار — پیکر ترا لباسِ معطّر لئے ہوئے
صرفِ خرامِ ناز ہے تو شوکتوں کیساتھ — بیٹھی ہیں گھر میں عورتیں زیور لئے ہوئے
احباب اِرد گرد ہیں پروانوں کی طرح — ساتھ اپنے خادموں کا ہیں لشکر لئے ہوئے
رکھتا نہیں زمین پہ تو پاؤں فخر سے — ہے نشۂ غرور اک تری ٹھوکر لئے ہوئے

اللہ رے غفلتیں کہ خوشی کا مُرید ہے
گھر تیرا "عید گاہ ہے" تو محوِ عید ہے

عیدِ سلف پہ ڈال ذرا غور کی نظر — آئی ہے عید زہرہؓ[۵۱] ملکِ حجاز میں
پہنے ہوئے ہیں کپڑے بہت قیمتی قریش — اونٹوں کو دیکھئے تو ہیں پوشیدہ ساز میں
چکّی کے پیسنے میں ہیں مصروف فاطمہؓ — بالکل خوشی نہیں ہے دلِ پاکباز میں
پیوند دار سر پہ ہے اک چادرِ کہن — سجدہ میں ہیں کبھی کبھی بیخود نماز میں
آنکھوں سے موجِ موج رواں ہے سرشک اشک — لُطف آرہا ہے لذّتِ راز و نیاز میں
بیداریوں کا چشمِ تمنّا پہ ہے اثر — مستی ذرا نہیں نگہِ نیم باز میں

ہوں بیخودِ مسرّت ظاہر محال ہے
اولادِ مصطفےٰ ہیں خدا کا خیال ہے

آتے ہیں بچے کھیل کے باہر سے ناگہاں — کہتے ہیں "اماں جان اُٹھو روزِ عید ہے"
پہنائیے ہمیں بھی نیا آج تو لباس — منظور عید گاہ کے جلسے کی دید ہے
کہتی ہیں فاطمہؓ کہ "ذرا صبر کیجئے" — "درزی ضرور لائے گا کپڑے اُمید ہے"
سجدہ میں سر کو رکھکے یہ پھر کرتی ہیں دُعا — پروردگار تُو ہی خدائے مجید ہے
سامان میرے بچّوں کی دلجوئی کا نہیں — دل کو اس انتشار سے صدمہ مزید ہے
اپنے لئے مَیں تجھ سے نہیں مانگتی ہوں کچھ — ہاں بیکسوں کا صدمۂ غربت شدید ہے

---

۵۱ مُراد از مدینہ۔

الفاظ فاطمہؓ کے عجب رنگ لاتے ہیں
ملبوس لیکے خلد سے جبریلؑ آتے ہیں

اصحاب اور سیدِ ابرار کے انیس — اور خود جنابِ سیدِ ابرار، روزِ عید
سادہ لباس رکھتے تھے، گھر میں دھلا ہوا — کرتے نہ تھے وہ فخر کا اظہار، روزِ عید
دھوتے تھے اپنے ہاتھ سے کپڑے سب اہلبیت — رکھتے تھے یادِ حق سے سروکار، روزِ عید
جاتے تھے چل کے پاؤں سے تا صحنِ عیدگاہ — خود بھی جنابِ احمدِ مختار، روزِ عید
اپنی خوشی کا کرتے نہ تھے کوئی اہتمام — خوشنودیٔ خدا کے طلبگار، روزِ عید
خیرات اور صدقہ تھا اک شغلِ اہلِ بیت — بنتے تھے اہلِ درد کے غمخوار، روزِ عید

اسبابِ عیش کب تھے ندیموں کیواسطے
اُٹھتے تھے اُن کے ہاتھ یتیموں کیواسطے

ہے تجھ کو اہلِ بیت کی تقلید لازمی — جو کچھ کیا نبیؐ و علیؓ نے وہ کام کر
تُو اپنے اہلِ بیت کا اتنا کرے خیال — رویا کریں یتیم کلیجوں کو تھام کر
یہ رسم یہ طریقہ غفلت خراب ہے — اسلام کی ہے چاہ، تو اسکو سلام کر
مانا کہ "عید" روزِ مسرت ہے دہر میں — لیکن نہ جاہلوں کی طرح دھوم دھام کر
مرتا ہے کیوں دو روزہ مسرت کیواسطے — نظمِ حیات جس سے ہو وہ انتظام کر
شادی ہو یا ہلالِ محرم ہو یا ہو عید — تُو پیروی رسولؐ ہی کی صبح و شام کر

اتنا بھی چاہئے نہ اثر روزِ عید کا
دل میں ترے خیال نہ آئے وعید کا





از سید الشعرا سید محمد نوح صاحب شہیر آنریری مجسٹریٹ و تعلقدار مچھلی شہر ضلع جونپور

آسمانی فرشتے سیدۃ النساءؓ کی غلامی میں

اُمّ ایمنؓ سے روایت ہے بہ اسنادِ صحیح
جس سے ثابت فاطمہ زہراؓ کی عظمت ہے صریح

کہتے ہیں اِک دن گئی تا خانۂ بنتِ النبیؐ
گرمیوں کے دن تھے اور سورج کی حدت تھی بڑھی

دھوپ تھی سخت اور گرمی تھی ہوا میں اس قدر
ذرہ ہائے ریگ تابش میں نہ تھے کم از شرر

بند تھا اندر سے دروازہ مکانِ پاک کا
آ رہی تھی کان میں چکی کے چلنے کی صدا

جھانک کر دیکھا شگافِ در سے تو آیا نظر
سو رہی ہیں متصل چکی کے زہراؓ خاک پر

ہے برابر خود بخود گردش میں سنگِ آسیا
آپ ہی گہوارۂ شبّیرؑ بھی ہے ہل رہا

قربِ دستِ فاطمہؓ ہے اک ملک مسبح بکف
ذکرِ حق کرتی ہیں گویا زوجۂ شاہِ نجفؓ

دیکھ کر یہ ماجرا حیرت ہوئی حد سے سوا
جا کے کی عرضِ حقیقت پیشِ محبوبِ خدا

سُن کے فرمایا یہ حضرتؐ نے نہیں اسکا عجب
میں بتائے دیتا ہوں تجھ کو ابھی سارا سبب

فاطمہؓ روزے سے ہے اور آج گرمی ہے بڑی
دھوپ بھی اے اُمّ ایمنؓ دیکھ کیسی ہے کڑی

رحمتِ حق نے نہ چاہا اُسکو زحمت ہو سوا
نیند کو اُس پر کرم سے اپنے غالب کر دیا

تا نہ ہو محسوس سو جانے سے کرب تشنگی
اس طرح ہو جائے کم تکلیف و ایذا بھوک کی

نیز گھر کے کام دھندوں میں نہ واقع ہو خلل
یہ ملائک کو ہوا حکم خدائے عزوجل

فاطمہؓ بنت نبیؐ کے کام تم انجام دو
پیاری بیٹیؓ کو مرے محبوبؐ کی آرام دو

ہے مری لخت جگر پر رحم و فضل کردگار
ان کے بدلے ہیں فرشتے عرش کے مصروف کار

آسیا کے کام پر مامور میکائیلؑ ہے
مہد جنبانی کی خدمت کیلئے جبریلؑ ہے

دست اسرافیلؑ میں ہے خاص تسبیح بتولؓ
سب مفاد دین و دنیا فاطمہؓ کو ہیں حصول

چادر زہراؓ ایک یہودی خاندان کی نجات کا باعث ہوئی

آدم و جن و ملک سب ہیں جو مصروف ثنا
تو بھی اک شمہ نہ حق وصف زہراؓ ہو ادا

جس کی قرآن و احادیث نبیؐ پر ہے نظر
رتبہ بنت النبیؐ سے کچھ وہی ہے باخبر

تھیں جناب فاطمہؓ روح روان مصطفےٰ
پیکر زہراؓ میں تھی در اصل جان مصطفےٰ

طاہرہ معصومہ صدیقہ ذکیہ آپؓ تھیں
معنی و مفہوم مرضیہ رضیہ آپؓ تھیں

تھیں جناب سیدہؓ اس وجہ سے خیر النساؓ
شامل اہل کبا تھیں داخل آل عبا

چادر تطہیر تھی زیب سر و دوش بتولؓ
رجس و ناپاکی سے بالکل پاک تھیں بنت الرسولؐ

نور حق سے خلقت زہراؓ تھی کوئی شک نہیں
مانتے ہیں اسکو جان و دل سے ارباب یقیں

حصر و احصائے ثنائے فاطمہؓ دشوار ہے
جو کتابوں میں لکھا ہے مشتے از خروار ہے

ہے روایت قطب دیں سے ایکدن شیرؓ خدا
گھر میں باہر سے جو آئے تو یہ دیکھا ماجرا

بھوک سے بیتاب ہیں دونوں دل و جان رسولؐ
ہیں گرسنہ شبرؓ و شبیرؓ زہراؓ ہیں ملول

زینب و کلثوم ہیں جو دختران خورد سال
تاب لا سکتی نہیں فاقہ کی ہیں از بس نڈھال

پوچھنے پر سُسکے یہ حضرت ہوئے اندوہگیں
ایک دانہ آج کے دن گھر میں کھانے کو نہیں

اپنے بھوکے پیاسے رہنے پر نہ ہوتا تھا خیال
گریۂ اطفال سے لیکن ہوا صدمہ کمال

شیر دل صابر بہت تھے گو علیؓ مرتضےٰ
غم ہوا ایسا کہ گویا شق کلیجہ ہوگیا

مُنہ سے جُز شکرِ خدا گو کچھ نہ کہتے تھے علیؓ
چہرے سے ہوتی تھی ظاہر پھر بھی دل کی بیکلی

تابعِ شوہر دل و جاں سے جو تھیں خیر النساؓ
ہر گھڑی پاسِ رضا جوئی بھی تھا حد سے سوا

ہے یہ امرِ واقعی ہوتی ہے دل سے دل کو راہ
کی محبت کی نظر سے جانبِ حیدرؓ نگاہ

دلدہی سے پاس آکر لائیں لب پر یہ سخن
غم نہ اپنی مفلسی کا کھائیے اے بوالحسنؓ

ہے روا موجود میری آپؓ لے لیجائیے
رہن رکھکر جس قدر جو مل سکیں لے آئیے

حکمِ حق سے واقفِ سرِ علن تھے مرتضےٰؓ
سوچ کر دل میں مآلِ کار کو لے لی روا

اِک یہودی کے یہاں لیجا کے چادر رہن کی
ڈھائی سیر اُس نے دیئے جو جس کو گھر لائے علیؓ

پیس کر آٹا پکائیں فاطمہؓ نے روٹیاں
ہوگئے بچے نمک کیساتھ کھا کر شاد ماں

اُس یہودی نے اُدھر حضرت سے لیکر وہ ردا
اپنے گھر لیجا کے اِک حجرہ کے اندر رکھ دیا

ہوگئی جب شب تو کچھ ایسی ضرورت آپڑی
زوجۂ مردِ یہودی داخلِ حجرہ ہوئی

قدرت و شانِ خدا اُس کو وہاں آئی نظر
دیکھتی کیا ہے کہ ہیں پُر نور سب دیوار و در

حجرۂ تاریک میں پھیلی ہے ایسی روشنی
دیکھنے سے جس کے کرتی ہیں نگاہیں خیرگی

چادرِ پُر نور زہراؓ ہے منوّر مثلِ ماہ
روکشِ تارِ شعاعِ مہر ہے تارِ نگاہ

دیکھ کر یہ ماجرا شوہر کو دی جا کر خبر
طور کا جلوہ وہاں موسائی کو آیا نظر

تابشِ برقِ تجلّی یا وہ اُس کو آگئی
بند آنکھیں ہوگئیں حیرت سے چھائی بیخودی

تابع و چاکر لواحق اُسکے جتنے تھے وہاں
سب کو لاکر اُس نے دکھلایا یہ نورانی سماں

اِک یہودی اور اسّی تن تھے اُسکے تابعین
لائے سب ایمان کامل از رہِ صدق و یقین

کلمۂ حق پڑھتے آئے سب کے سب پیشِ نبیؐ
چادرِ زہراؓ ادب سے نذرِ زہراؓ جا کے کی

جان و دل قربانِ اعجازِ ردائے فاطمہؓ
من شہیرِ خلق گشتم از ثنائے فاطمہؓ

حضرت رسولِ خداؐ کا معجزہ یا فاطمۃ الزہراؓ کی کرامت

ہے روایت حضرتِ جابرؓ سے یہ اک معتبر — بھوکے تھے اک مرتبہ دو روز سے خیر البشرؐ
بادشاہِ دو جہان و سرورِ ہر دو سرا — حاکمِ کل تابع و محکومِ مرضیِ خدا
نعمتِ الفقر فخری سے بباطن گو تھے سیر — ہو گئی تھی پر غذائے ظاہری ملنے میں دیر
بھوکھ کی شدت سے غالب ضعف کا تھا یہ اثر — ہو گئے تھے خشک لب زردی تھی روئے پاک پر
اُمہات المومنینؓ کے بھی گھروں میں کچھ نہ تھا — وقت تھا پیغمبری ہر ایک پر گویا پڑا
فاطمہ زہراؓ سے تب جا کر کہا یہ آپؐ نے — بیٹی کچھ کھایا نہیں دو دن سے تیرے باپ نے
لاؤ جو موجود ہو گھر میں تمہارے ماحضر — خشک روٹی کا ہو ٹکڑا یا ترہ ہو سبز و تر
ہو گئیں بنتِ نبیؐ محجوب سنکر یہ کلام — تھرتھری تھی بھوکھ سے خود اُنکے اعضا میں تمام
اُڑ گیا غیرت سے رنگِ چہرۂ پُر نور اور — دیکھی بیٹی کی یہ صورت جب پیمبرؐ نے بغور
پوچھا اے جانِ پدر کیوں شرم سے چپ ہو گئیں — کوئی ٹکڑہ سوکھی روٹی کا بھی کیا گھر میں نہیں
عرض کی زہراؓ نے قرباں آپؐ پر ہو میری جان — کچھ نہیں ہے بھوکھے ہیں اطفال تک اے باباجان
سنکے یہ حضرتؐ تشفی دیکے اپنے گھر چلے — فکر یہ تھی شبر و شبیر کو کھانا ملے
آپؐ کے جاتے ہی آئی اک کنیزِ باتمیز — جان و دل سے خاطرِ زہراؓ جو رکھتی تھی عزیز
تھی عقیدت مند کیونکر آتی خالی ہاتھ وہ — تھوڑا سا کھانا بھی لے آئی تھی اپنے ساتھ وہ
ایک ٹکڑا گوشت کا تھا اور تھیں دو روٹیاں — پاکے یہ تحفہ ہوئیں زہراؓ نہایت شادماں
بخشی اُس عورت کو عزت کر لیا ہدیہ قبول — پیارے بیٹوں سے کہا جو تھے دل و جانِ رسولؐ

جاؤ نانا جان کو اپنے بُلا لاؤ شتاب — بھوکے ہیں تم سے زیادہ حضرتِ ختمی مآبؐ
پہنچے صاحبزادے ہنستے جد امجد کے تئیں — ہو گئے خوش دیکھتے ہی اُن کو ختم المرسلینؐ
الغرض پھر خانۂ زہراؓ میں آئے مصطفےٰ — عرض کی خیر النساؓ نے اے حبیبِ کبریاؐ
شکر و احسانِ خدائے دو جہاں ہو کیا بیاں — آپؐ کے جاتے ہی کھانا حق نے بھجوایا یہاں
آپؐ کے باعث سے ہے مجھ پر یہ فضلِ کردگار — نعمتیں دیتا ہے ہر حیلہ مجھے پروردگار
کہکے یہ پیشِ پدر زہراؓ اُٹھا لائیں طعام — نوش جاں فرمائیں اس کو حضرتِ خیر الانامؐ
اب جو دیکھا قدرتِ معبود یہ آئی نظر — ہے بہت اُس سے زیادہ جس قدر تھا پیشتر
دیکھکر حضرتؐ نے یہ حال اور سب یہ ماجرا — سجدۂ شکرانہ رازق کیا فوراً ادا
پھر بُلا کر مرتضےٰؓ کو کہہ سُنایا حال سب — اور ازواجِ مطہر کو بھی فرمایا طلب
طیب و طیب پاک و پاکیزہ تھا وہ رزقِ حلال — خوش مزہ ایسا کہ دُنیا میں نہ تھی جسکی مثال
سب نے مل کر سیر ہو کر کھایا باذوقِ تمام — بچ رہا مقدار میں پھر بھی زیادہ وہ طعام
سرورِ کونینؐ نے تب جس قدر تھا بچ رہا — کر کے حصّہ حصّہ ہمسایوں میں سب بٹوا دیا

واہ زہراؓ کی بدولت خوب ہی دولت ملی
اپنے گھر بیٹھے ہر اک کو نعمتِ جنّت ملی





شرم و حیا

حضرت ابو ہریرہؓ کا ارشاد ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حیا ایمان کی ایک شاخ ہے اور اہلِ ایمان بہشت میں ہونگے بیحیائی ظلم ہے۔ (ترمذی)

مشکوٰۃ کی ایک صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ حیا و ایمان لازم و ملزوم ہیں۔ جب کسی شخص سے ان دونوں میں سے ایک اُٹھا لیا جاتا ہے تو دوسرا خود بخود اُٹھ جاتا ہے۔ یا خود بخود اس کے پیچھے چلا جاتا ہے۔

لیکن ہماری ہندوستانی بیبیوں نے باستثنائے چند اس صفت کو بالائے طاق رکھ دیا ہے وہ نہ صرف خود نئی آزادی کا شکار ہو رہی ہیں بلکہ اپنی دوسری بہنوں کو بھی جو پُرانے خیال کی متشرع اور شرم و حیا والی مستورات ہیں مروجہ ناجائز آزادی کا سبق دیتی ہیں۔ موجودہ نصاب تعلیم یا انگریزی فیشن سے جو آزادی حاصل ہوتی جاتی ہے وہ بیحیائی کے درجہ تک پہنچ گئی ہے۔

مگر یہ نئے فیشن کی لیڈیاں (کیونکہ ان کو بیبیاں کہلانے سے عار ہے) کہتی ہیں کہ "جس نے کی شرم اُس کے پھوٹے کرم۔ جس نے کی بیحیائی اُس نے کھائی دودھ ملائی"۔

لیکن سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کا اسوۂ حسنہ اس خصوص میں ہماری تمام لڑکیوں۔ بہنوں اور بیویوں کے لئے قابلِ تقلید ہے۔ حضرت سرورِ کائناتؐ نے جب ان سے ایک دفعہ دریافت فرمایا۔ کہ عورت کی سب سے اچھی صفت کونسی ہے۔ تو وہ فرمانے لگیں "کہ نہ وہ کسی غیر مرد کو دیکھے۔ نہ کوئی غیر مرد اس کو دیکھنے پائے"۔

ان کی یہ شرم و حیا خدا کو بھی بے حد پسند تھی۔ چنانچہ ابونعیم نے یہ روایت حضرت ابوہریرہؓ سے بیان کی ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن جب بنت الرسولؐ پل صراط سے گذریں گی تو فرشتہ منادی کرے گا۔ کہ لوگو اپنے سر جھکا لو اور آنکھیں بند کرلو۔ فاطمہؓ بنت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم پل صراط سے گذر کر جنت میں تشریف لے جاتی ہیں۔

آپؓ فرمایا کرتی تھیں کہ کوئی عورت بلا اشد ضرورت کے دوسری عورت کو بھی ننگے بدن نہ دیکھے نہ دو عورتیں ننگے بدن ایک چادر میں لیٹیں اور اگر کوئی عورت دوسری عورت کو ننگے بدن دیکھ لے تو اس کے اعضا اور بدن کی بناوٹ کی اپنے خاوند کے سامنے تعریف نہ کرے۔ اسی حیا کا تقاضا تھا کہ آپ نے مرض الموت میں وصیت فرمائی تھی کہ میرا جنازہ رات کو اٹھایا جائے اور رات کے وقت بھی جنازہ پر پردہ ڈال لیا جائے۔ اور سوائے بی بی اسماء زوجہ صدیق اکبرؓ کے (جو آپؓ کی محرم راز اور نہایت نیکبخت خاتون تھیں) کوئی دوسری عورت میری میت کو غسل نہ دے آپ سن چکے ہیں کہ عمرانؓ[1] بن حصین کو ایک دفعہ حضرت سرورِ کائناتؐ بی بی فاطمہؓ

[1] عمران بن حصین ان کی کنیت ابونجید خزاعی کعبی ہے۔ فتح خیبر کے سال میں اسلام لائے تھے۔ اور (بقیہ حاشیہ کے لئے دیکھو اگلا صفحہ)

کے گھران کی عیادت کی غرض سے اپنے ہمراہ لے گئے۔ لیکن سیدہؓ نے جب تک اپنے والد بزرگوارؐ کی چادر لیکر سارے بدن کو پاؤں سے چوٹی تک ڈھک نہ لیا عمران کو اندر آنے کی اجازت نہ دی۔

ایک بار عبداللہ[1] ابن ام مکتوم نابینا صحابی کسی ضرورت سے پیغمبر صاحبؐ کو تلاش کرتے تھے۔ رسول کریمؐ سیدہ کے گھر تشریف رکھتے تھے۔ وہ یہیں آ گئے۔ بی بی فاطمۃ الزہراؓ نے ان کو دیکھا اور دوڑ کر کوٹھڑی میں چلی گئیں۔ جب وہ کام سے فارغ ہو کر واپس آئے تو سیدہؓ باہر تشریف لے آئیں جناب رسول مقبول صلعم نے ارشاد فرمایا کہ بیٹیؓ ام مکتوم تو نابینا ہیں۔ تم نے پردہ کی کیوں تکلیف کی۔ آپؓ فرمانے لگیں۔ آباجانؐ وہ اندھے تھے لیکن میں تو اندھی نہ تھی کہ غیر محرم کو دیکھتی رہتی۔ ہمارے فاضل دوست سید محمد نوح صاحب شہیر تعلقدار و آنریری مجسٹریٹ مچھلی شہر نے اس واقعہ کو نہایت سلیس زبان میں بڑی صفائی سے نظم کیا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۱)۔ بعدہٗ بصرے میں قیام اختیار کیا۔ انتقال ۵۲ھ ہجری میں ہوا۔ اور بصرہ میں دفن کئے گئے۔ یہ فاضل صحابہ اور فقہا میں شمار ہوتے تھے ؛

[1] عبداللہ ابن ام مکتوم نابینا تھے۔ ایک بار مکہ معظمہ میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رؤسائے مشرکین کو جن میں ابوجہل بن ہشام عتبہ بن ربیعہ ابی و امیہ بن خلف وغیرہ معتدر لوگ تھے۔ دعوت اسلام دے رہے اور ان کے شکوک کو رفع فرما رہے تھے۔ کہ عبداللہ ابن مکتوم بھی آ گئے۔ اور کچھ پوچھا۔ یہ قطع کلام حضرت سرور کائناتؐ کو ناگوار گذرا۔ آپؐ نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اور ان کی عرض پر التفات نہ کیا۔ اور ناگواری کی وجہ سے آپؐ چیں بہ جبیں ہوئے۔ جب آپ اس مجلس سے اٹھ کر آئے تو سورۂ عبس (پارہ ۳۰) نازل ہوئی۔ آپؐ نے عبداللہ کو بلا کر ان کی دلجوئی کی۔ اس کے بعد جب وہ آپؐ کے پاس آتے تو آپؐ بڑی خاطر و مدارات سے پیش آتے ؛

خانۂ زہراؓ میں اک دن جلوہ فرما تھے رسول
مہبطِ انوارِ حق تھی منزلِ پاک بتولؓ

پیاری بیٹی جانؓ و دل سے بھی جو پیاری تھی سوا
کر رہے تھے اُس سے باتیں پیار کی خیر الوریٰ

آئی آواز اک صحابیؓ کی پسِ دیوار سے
بوڑھے ہونیکے علاوہ جو کہ نابینا بھی تھے

نام عبداللہؓ تھا کنیت تھی اُن کی ابوالبشیر
عالمِ پیری و کوری میں عصا تھا دستگیر

ابنِ مکتومؓ اُن کو عرفِ عام میں کہتے تھے سب
تھا زباں زد نام و کنیت سے نہ ایدیہ لقب

ایسے تھے جن کا کہ ذکرِ خیر ہے قرآن میں
آیا ہے ان جاءہ الاعمیٰ انہیں کی شان میں

چشمِ ظاہر بند تھیں پر دل کی آنکھیں تھیں کھلی
رکھتے تھے ان پر نگاہِ رحمت و شفقت نبیؐ

عرضِ حاجت کی ضرورت سے تھے جو پائے نبیؐ
تا مکانِ سیدہؓ تقدیر نے کی رہبری

سُن کے آواز اُن کی حضرتؐ نے پکارا آیئے
گھر میں داخل ہو جئے کہنا ہو جو فرمایئے

فاطمہ زہراؓ اُٹھیں جلدی سے سُن کر یہ کلام
بہر پردہ ایک گوشہ میں کیا جا کر قیام

اذنِ پاکر ابنِ مکتومؓ آئے کہہ سُنکر چلے
ہو گئے طے آمد و شد کے جو سارے مرحلے

گوشہ سے پیشِ نبیؐ پھر آگئیں بنت النبیؓ
لطف و شفقت سے رسول اللہ نے پوچھ کی

بھا گئیں عبداللہؓ کے آنے سے اے جانِ پدر
وہ تو نابینا ہیں ان کو کچھ نہیں آتا نظر

عرض کی صدیقۂ کبریٰؓ نے تب یہ باادب
مجھ کو اس ارشادِ عالی پہ نہ کیوں آئے عجب

بوالبصیرؓ اندھے سہی پر میں تو نابینا نہیں
بیٹھی رہتی کس طرح اے رحمۃ اللعالمینؐ

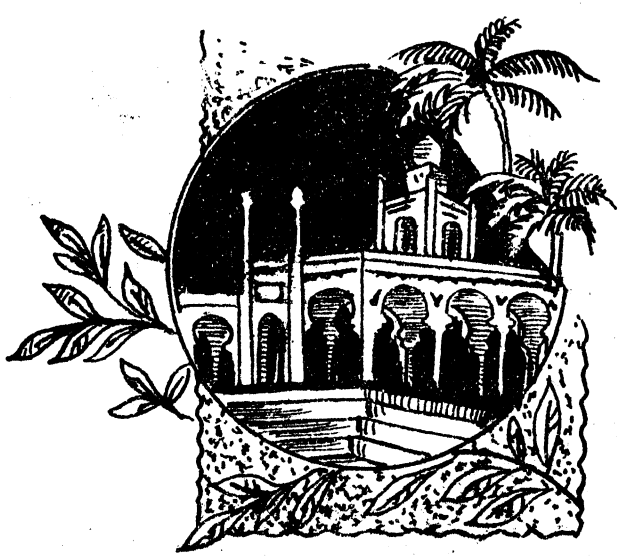
پڑتی نامحرم پہ آخر کچھ نہ کچھ میری نظر
کیوں نہ کرتی شرم قبلہ آپؐ کی لختِ جگر

خوش ہوئے سُنکر یہ پیمبرؐ یہ جوابِ باصواب
دی دعا تجھ پر ہو نازل رحمتِ حق بیحساب

پیش گاہِ حق سے مژدہ لائے تب روح الامینؑ
فاطمہ زہراؓ ہے سردارِ نساء العالمین

آپؓ کی شرم و حیا کا ایک اور واقعہ مشکوٰۃ شریف سے نقل کیا جاتا ہے
ایک دفعہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک نابالغ غلام کے ساتھ جو

آپؐ نے اپنی نورِ چشم حضرت فاطمہؓ کو ہبہ کر دیا تھا تشریف لائے حضرت فاطمہؓ ایسا چھوٹا سا کپڑا اوڑھے ہوئے تھیں کہ اگر اُس سے سر ڈھکتیں تو وہ کپڑا ان کے پاؤں تک نہ پہنچتا۔ اور اگر اس سے پاؤں ڈھکتیں تو سر ننگا ہو جاتا آپؐ نہایت اضطراب کی حالت میں اس کپڑے سے سارے بدن کو چھپانے کی کوشش کرتی تھیں۔ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا۔ اے فاطمہؓ! کچھ ڈر نہیں جن سے تُو شرما رہی ہے وہ صرف تیرا باپؐ اور تیرا نابالغ غلام ہے۔ یہ حدیث ابوداؤدؒ نے روایت کی ہے۔





(از مولانا سیماب صدیقی الوارثی اکبرآبادی)

شمعون، یہودی اک ہمسایۂ زہراؓ تھا
ایامِ جہالت میں، دشمن جو علیؓ کا تھا

تکلیف، نہ تھی کوئی جو اُس سے نہ پہنچی ہو
جو اُس سے نہ پہنچا ہو، وہ کوئی نہ صدمہ تھا

توفیقِ الٰہی نے آخر اُسے للکارا
آغاز سے انجامِ تقدیر کچھ اچھا تھا

اِسلام کے جادو نے تسخیر کیا اُس کو
مومن وہ ہوا آخر جو کفر پہ شیدا تھا

جتنے تھے عزیز اُسکے سب اُس سے ہوئے برہم
اور دشمنِ جاں اُس کا ہر اپنا یگانہ تھا

اسبابِ تجارت کے مسدود ہوئے رستے
اُس میں بھی پڑا ٹوٹا جو کام وہ کرتا تھا

افلاس نے آگھیرا، نکبت نے کیا پھیرا
اللہ تری قدرت کیا ہوگیا اور کیا تھا

تھی اُس کی جو اِک بیوی اُسکو بھی قضا آئی
آفت پہ یہ آفت تھی صدمے پہ یہ صدمہ تھا

ہمدم نہ کوئی مونس یا یار نہ کوئی حامی
شمعون تھا یا گھر میں بیوی کا جنازہ تھا

اِتنا بھی نہ تھا کوئی آکر اُسے نہلاتا
بیکس کی نگاہوں میں تاریک زمانہ تھا

اِس واقعے کی آخر زہراؓ نے خبر پائی
لونڈی نے کہا آکر جو واقعہ گذرا تھا

وہ رات کا سناٹا، عالم پہ ہوا طاری
وہ عالمِ تاریکی، ہر سمت اندھیرا تھا

زہراؓ اٹھیں اور سر پہ جلدی سے ردا ڈالی
اُس گھر کا لیا رستہ جس گھر میں وہ رہتا تھا

پہنچیں تو وہاں جا کر خود ہی اُسے نہلایا
کفنائی گئی میت جیسا کہ طریقہ تھا

کی فاطمہؓ نے اپنے ہاتھوں سے یہ اک خدمت
شمعون سے گویا کہ اُن کا کوئی رشتہ تھا

سب بھول گئیں قصّے گذرے تھے جو کچھ پہلے
سینے میں نہ تھا کینہ، دل تھا تو مصفّا تھا

دشمن سے بھی ہوتا تھا اِس درجہ سلوک اُن کا
غمخواری و ہمدردی سادات کا شیوہ تھا

غُربت میں مصیبت میں ہمسایہ کے کام آنا
یہ مسلکِ زہراؓ تھا یہ مشربِ زہراؓ تھا



احتیاط و استغنا

(تراوشِ فکر جناب سیماب صدیقی الوارثی اکبرآبادی)

اِک یہودی کا مکاں تھا آپؓ کے ہمسائے میں
اُسکی لڑکی حضرتِ زہراؓ پہ تھی دل سے نثار

غیر مذہب تھی تو وہ لیکن حقیقت میں اُسے
ملّتِ بیضا سے تھا اِک اُنس اُنسِ اُستوار

خُلقِ زہراؓ نے مسخر کر لیا تھا یوں اُسے
جس طرح شاہین کے قابو میں آ جائے شکار

آ کے پہروں بیٹھتی تھی اور سُنتی تھی کلام
تھی وہ گویا زر خریدی آپؓ کی خدمت گذار

ایک دن تھوڑا سا حلوا لائی زہراؓ کے لئے
اور کہا فرمایئے اِس کو قبول اے فخرِ وقار

حضرتِ زہراؓ نے سوچا ہے یہودی کا یہ مال
اس کا کھانا ناروا ہے اس کا لینا ناگوار

اور اگر انکار کرتی ہوں تو دل جائیگا ٹوٹ
جانے کیا دل میں کہے اپنے یہ لڑکی شرمسار

الغرض یہ سوچ کر حلوا خوشی سے لے لیا
اور وہ لڑکی روانہ ہو گئی منّت گذار

جب ہوا معلوم فضّہ کو یہ سارا واقعہ
کون فضّہ؟ آپؓ کی پیاری کنیزِ نامدار

عرض کی اصحابِ صفّہ کو یہ بھجوا دیجئے
تا کہ یہ خیرات ہو خوشنودیٔ پروردگار

آپؓ نے ارشاد فرمایا کہ فضّہ! غور کر
کیا خدا کو دوں وہ شے جو خود ہے مجھ کو ناگوار

جا کوئی راہب یہودی مفلوک حلوا اُسکو دے
مستحق اس کا وہی ہے، ہم نہیں ہیں زینہار

لائی پھر اک دن یہ لڑکی چند دینار و درم
اور کہا لے لیجئے بنتِ رسولِ کردگار

آپؓ نے یہ کہکے وہ دینار واپس کر دیئے
یہ پرائے ہیں نہیں ان پر تمہارا اختیار

تم اجازت باپ سے لیکر نہیں لائیں یہ مال
دشمنِ اسلام ہے وہ، یہ نہیں اس کا شعار

پس یہ ظاہر ہے کہ چوری کے درہم لائی ہو
مال چوری کا مسلمانوں کو کب ہے سازگار

جاؤ لیجاؤ نہ کرنا پھر تم ایسا بھول کر
الفتِ اسلام کا اس پر نہیں ہے انحصار

تم اگر محتاج ہو، تو کوئی رنج و غم نہیں
صرف نیت دیکھنے والا ہے وہ پروردگار

احتیاطِ اسلام میں ہے اک اصولِ بہتریں
تھا جو اہلِ بیت کا دورِ نبوتؐ میں شعار

اور استغنا کا یہ عالم، توکل کی یہ شان
ہے جہاں میں فاطمہ زہراؓ کی زندہ یادگار





اسوۂ کاملہ

از "ترجمانِ حقیقت" جناب ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب ایم۔ اے
پی۔ ایچ۔ ڈی۔ بیرسٹر ایٹ لاء لاہور

مریمؑ از یک نسبتِ عیسےٰ عزیز — از سہ نسبت حضرتِ زہراؓ عزیز
نورِ چشمِ رحمۃ اللعالمینؐ — آں امامِ اوّلین و آخرین
آنکہ جاں در پیکرِ گیتی دمید — روزگارِ تازہ آئیں آفرید
بانوئے آں تاجدارِ ھل اتیٰ — مرتضےٰؑ مشکل کشا شیرِ خداؓ
پادشاہ و کلبۂ ایوانِ او — یک حسام و یک زرہ سامانِ او
مادرِ آں مرکزِ پرکارِ عشق — مادرِ آں کارواں سالارِ عشق
آں یکے شمعِ شبستانِ حرم — حافظِ جمعیتِ خیر الاممؐ
تا نشیند آتشِ پیکار و کیں — پشتِ پا زد بر سرِ تاج و نگیں
واں دگر مولائے ابرارِ جہاں — قوتِ بازوئے احرارِ جہاں
در نوائے زندگی سوز از حسینؑ — اہلِ حق حریت آموز از حسینؑ

سیرتِ فرزندہا از اُمہات — جوہرِ صدق و صفا از اُمہات
مزرعِ تسلیم را حاصل بتولؓ — مادراں را اسوۂ کامل بتولؓ
بہرِ محتاجے دلش آنگونہ سوخت — یا بیوہ‌ئے چادرِ خود را فروخت
نوری و ہم آتشی فرمانبرش — گم رضایش در رضائے شوہرش
آں ادب پروردۂ صبر و رضا — آسیا گرداں و لب قرآں سرا
گریہ‌ہائے او ز بالیں بے نیاز — گوہر افشاندے بدامانِ نماز
تنگ او بر چید جبریل از زمیں — ہمچو شبنم ریخت بر عرشِ بریں
رشتۂ آئینِ حق زنجیرِ پاست — پاسِ فرمانِ جنابِ مصطفےٰ است
ورنہ گردِ تربتش گردیدمے
سجدہ‌ہا بر خاکِ او پاشیدمے

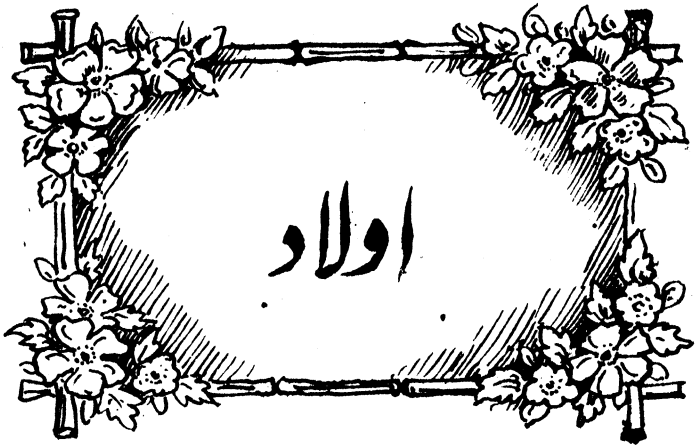
اے ردائے[1] پردۂ ناموسِ ما — تابِ تو سرمایۂ فانوسِ ما
طینتِ پاکِ تو ما را رحمت است — قوتِ دین و اساسِ ملت است
کودکِ ما چوں لب از شیرِ تو شست — لا الٰہ آموختی او را نخست
می ترا شد مہرِ تو اطوارِ ما — فکرِ ما گفتارِ ما کردارِ ما
برقِ ما کو در سحابت آرمید — بر جبل رخشید و در صحرا تپید
اے امینِ نعمتِ آئینِ حق — در نفسہائے تو سوزِ دینِ حق
دورِ حاضر تر فروش و پُر فن است — کاروانش نقدِ دیں را رہزن است
کور و یزداں ناشناس ادراکِ او — ناکساں زنجیرِ پیچاکِ او
چشمِ او میباکِ و ناپروا ستے — پنجۂ مژگانِ او گیرا ستے
عہدِ او آزاد خواند خویش را — کشتۂ او زندہ داند خویش را
آب بند از نخلِ جمعیت توئی — حافظِ سرمایۂ ملت توئی

[1] ردا - چادر

از سرِ سود و زیاں سودا مزن — گام جز بر جادۂ آبا مزن
ہوشیار از دستبردِ روزگار — گیر فرزندانِ خود را در کنار
ایں چمن زاداں کہ پر بکشادہ اند — زآشیانِ خویش دور افتادہ اند
فطرتِ تو جذبہ ہا دارد بلند — چشمِ ہوش از اسوۂ زہرا مبند

تا حسینے شاخِ تو بار آورد
موسمِ پیشیں بگلزار آورد





اولاد

اِس میں خدا تعالیٰ کی کوئی بڑی حکمت تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولادِ نرینہ زندہ نہیں رہی صرف دخترؓی اولاد سے آپؐ کی نسل دُنیا میں پھیلی لیکن بیٹیوں میں بھی صرف فاطمہؓ کی اولاد باقی رہی ان کی بہن ام کلثومؓ کے تو اولاد ہی نہیں ہوئی۔ سب سے بڑی بہن زینبؓ کے ایک لڑکا ہو کر تھوڑی عمر میں مرگیا تھا۔ ایک لڑکی امامہ زندہ رہی تھی جس سے حضرت علیؓ نے فاطمہؓ کے بعد نکاح کیا تھا۔ مگر ان کا سلسلۂ اولاد بھی دو پشتوں سے زیادہ نہ چلا تیسری بہن رقیہؓ سے بھی اولاد نہیں ہوئی۔ جناب سیدہؓ کے تین بیٹے تھے حسنؓ حسینؓ محسنؓ اور تین بیٹیاں زینبؓ۔ ام کلثومؓ اور رقیہؓ۔

فصل الخطاب میں لکھا ہے۔ کہ حضرت ام کلثومؓ کا نام رقیہ اور کنیت ام کلثومؓ تھی۔ اس حساب سے آپؐ کی اولادِ اناث صرف دو بیٹیاں تھیں لیکن پہلی روایت میرے خیال میں صحیح ہے۔ اور رقیہؓ کا انتقال بہت چھوٹی عمر میں ہوگیا تھا ام کلثومؓ کی شادی حضرت علیؓ نے اپنی رضا و رغبت سے حضرت عمرؓ بن خطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ سے کر دی تھی۔ جن سے ایک لڑکا زید اور ایک لڑکی رقیہؓ نامی پیدا ہوئی لیکن دونوں کا چھوٹی عمر میں

انتقال ہوگیا۔ حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد عون ابن جعفر نے ام کلثومؓ سے نکاح کیا۔ ان سے کوئی اولاد نہ ہوئی پھر محمدؐ بن جعفر کے نکاح میں آئیں۔ ان سے ایک بیٹا ہوا جو لڑکپن میں مرگیا۔ بعد محمدؐ کے عبداللہ ابن جعفرؓ سے نکاح کیا۔ اُن سے بھی کوئی اولاد نہ ہوئی اور انہیں کے پاس ام کلثومؓ نے وفات پائی۔

حضرت ام کلثوم کی مزید تفصیل جو مخدوش ہے

زینبؓ کی شادی عبداللہؓ بن جعفر سے ہوئی جس سے علیؓ ایک لڑکا اور ام کلثومؓ ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ ام کلثومؓ قاسم بن محمدؐ بن جعفرؓ کے نکاح میں آئیں جن سے بکثرت اولاد ہوئی۔ اور علی بن عبداللہؓ سے بھی سلسلۂ اولاد بکثرت چلا جو جعفری فاطمی کہلاتے ہیں۔

۱۵ ماہ رمضان المبارک اور بقول بعض ۱۵ شعبان المعظم ۳ھ ہجری کو حضرت امام حسنؓ رونق افروزِ آغوشِ مادر ہوئے۔ دیگر روایات بھی اِس باب میں ہیں۔ مگر مقدم الذکر سب میں صحیح ہے۔ حضرت امام زین العابدینؓ سے روایت ہے کہ جب آپؓ کی ولادت کا وقت قریب آیا تو حضور سرورِ عالم صلعم نے حضرت اسما بنت عمیسؓ اور ام ایمنؓ کو جناب سیدہ فاطمہ زہراؓ کے پاس بھیج دیا اور فرمایا تم آیۃ الکرسی اور معوذتینؑ پڑھ پڑھ کر فاطمہؓ پر دم کرتی جانا۔ ولادت آپؓ کی عصر کے بعد ہوئی۔ اسما بنت عمیسؓ کہتی ہیں کہ جس وقت حسنؑ پیدا ہوئے۔ ان کے پیدا ہونے کے بعد میں نے خون نفاس حضرت فاطمہؓ کے نہ دیکھا۔ مجھ کو تعجب ہوا اور خدمتِ نبویؐ میں عرض کی۔ حضورؐ نے فرمایا میری بیٹی فاطمہ زہراؓ پاک ہے بعد ولادت غسل فرما کر آپؓ نے اُسی دن شام کی نماز پڑھی۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حسنؓ کا عقیقہ جناب سرورِ عالمؐ نے کیا۔ اور فاطمہؓ کو حکم دیا کہ حسنؓ کا سر منڈوا کر بالوں کے ہموزن چاندی

خیرات کر دینا۔ وہ بال تولے گئے تو ایک درم یا کچھ کم ہوئے۔

حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے۔ کہ ایک ران بکری کی اور ایک درم دائی کو دیا گیا۔ حضرت ثابت عمیشؓ سے روایت ہے۔ کہ ساتویں دن امام حسنؓ کا عقیقہ ہوا۔ دو مینڈھے ذبح کئے گئے اور دائی کو ران دی گئی حسنؓ کا سر منڈوا کر بالوں کے برابر چاندی خیرات ہوئی پھر حضور نبویؐ نے دست مبارک سے حسنؓ کے سر پر خوشبو لگائی اور فرمایا۔ اے اسماء لڑکے کے سر پر خون لگانا رسم جاہلیت ہے۔ خوشبو عطر ان وغیرہ لگا دینا چاہیئے پھر دوسرے برس ۴ یا ۵ شعبان کو بروز سہ شنبہ ۴ھ ہجری (اور ایک روایت سے ماہ ربیع الثانی میں) حسینؓ پیدا ہوئے ان کا عقیقہ بھی اسی طرح ہوا اسماء کا قول ہے۔ کہ میں نے حسینؓ کو حضور اقدسؐ کی گود میں شادیا۔ حضورؐ رونے لگے میں نے عرض کیا۔ آپؐ کے دشمن کیوں روتے ہیں۔ فرمایا۔ اے اسماء میرا بیٹا تیغ بیدادی سے شہید ہوگا۔ میری امت کے باغی اس کو قتل کریں گے خداوند تعالےٰ میری شفاعت ان کو نصیب نہ کرے گا۔ اے اسماء خبردار فاطمہؓ سے یہ بات نہ کہنا وہ نئی زچہ ہے سنے گی تو غم کرے گی۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضرات حسنینؓ کا عقیقہ ساتویں دن ہوا۔ اور اسی دن ختنہ بھی کئے گئے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب حسنؓ پیدا ہوئے میں نے ان کا نام حرب رکھا۔ حضور سرور کائناتؐ میرے گھر تشریف لائے اور فرمایا۔ میرے بیٹے کو میرے پاس لاؤ۔ اس کا کیا نام رکھا ہے۔ لوگوں نے کہا حرب نام رکھا ہے۔ فرمایا یہ نام نہیں بلکہ حسنؓ ہے۔ پھر جب حسینؓ پیدا ہوئے۔ ان کا نام بھی حرب رکھا گیا۔ اور حضورؐ نے حسینؓ تجویز فرمایا۔ جب محسنؓ پیدا ہوئے

رسم حسن کی شہادت تنہم ہدا دے میں ہوئی حسن نت خبر دوت گئے در دوازہ

ان کو بھی ہم نے حرب کہا مگر آپ نے فرمایا اس کا نام محسنؓ ہے۔ پھر حضورؐ نے فرمایا۔ میں نے ان بچوں کے نام حضرت ہارون علیہ السلام کے لڑکوں کے نام پر رکھے ہیں۔ شبرؓ۔ شبیرؓ۔ مشبرؓ۔ یہ تینوں حضرت ہارونؑ کے بیٹے تھے اور حسنؓ۔ حسینؓ۔ محسنؓ انہیں تینوں ناموں کا عربی زبان میں ترجمہ ہے۔

روایت ہے۔ کہ حسنؓ و حسینؓ اہلِ جنت کے نام ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں کسی کے یہ نام نہیں ہوئے۔ اور ایک روایت ہے کہ حضور نبویؐ نے آپؓ کا نام حسنؓ رکھا اور کنیت ابو محمدؐ۔ زمانہ جاہلیت میں کوئی اس نام سے مشہور نہیں ہوا۔ اور ایک روایت کے مطابق خداوند عالم نے یہ دونوں نام حسنؓ حسینؓ اپنی مخلوق سے پوشیدہ رکھے تھے۔ جب یہ دونوں صاحبزادے پیدا ہوئے۔ تو حضور سرورِ کائناتؐ نے ان کا اعلان کیا۔ حضرت امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ یہ نام ساتویں دن بروز عقیقہ رکھے گئے ہیں۔ حضرت ابو رافعؓ سے روایت ہے کہ جب حضرات حسنینؓ پیدا ہوئے۔ تو حضرت سرورِ عالم نے ان کے کانوں میں اذان دی۔

حضرت ام الفضل زوجہ عباسؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور نبویؐ سے عرض کیا۔ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ حضورؐ کے اعضائے مبارک سے کوئی عضو میرے گھر میں ہے۔ فرمایا تمہارا خواب اچھا ہے فاطمہؓ کے گھر لڑکا پیدا ہوگا۔ اور تم اس کو اپنا دودھ پلاؤ گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا حسنؓ پیدا ہوئے تو حضرت قثمؓ کے ساتھ ام الفضل کا بھی دودھ پیا اور تعبیر خواب پوری ہوئی۔

حاکم نے جابر سے روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ہر ایک ماں کے بیٹوں کا عصبہ (باپ کی طرف سے رشتہ دار) ہوتا ہے۔ مگر فاطمہؓ کے دونوں بیٹوں کا کوئی عصبہ نہیں ہے

ان دونوں کا ولی اور عصبہ ہوں (خصائص کبریٰ مؤلفہ امام جلال الدین سیوطیؒ)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ کہ ایک مرتبہ جناب رسول خدا صلعم اپنے دولت خانہ سے امام حسنؓ کو دوش مبارک پر سوار کئے تشریف لا رہے تھے۔ ایک شخص نے دیکھ کر کہا وہ میاں صاحبزادے تمہاری سواری تو خوب ہے۔ حضور سرور کائناتؐ نے فرمایا۔ کہ یہ سوار بھی تو اچھا ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے ایک مرتبہ بچپن میں صدقہ کی ایک کھجور اٹھا کر منہ میں ڈال لی۔ آپؐ کی نگاہ پڑی تو فوراً ٹوکا "کخ کخ" کیا تمہیں خبر نہیں کہ ہمارا خاندان صدقہ نہیں کھاتا۔[1]

عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن زبیر کہتے ہیں کہ اہل بیت نبویؐ میں امام حسنؓ آنحضرت صلعم سے صورت و شکل میں بہت مشابہ تھے۔ حضور ان کو سب سے زیادہ چاہتے تھے۔ میں نے بارہا دیکھا ہے۔ کہ جناب رسول اللہؐ حالتِ سجدہ میں ہوتے اور امام حسنؓ اُس وقت آجاتے تو آنحضرتؐ کے اوپر سوار ہو جاتے اکثر ایسا ہوتا کہ آپ رکوع میں ہوتے تو امام حسنؓ حضورؐ کی ٹانگوں سے لپٹ جاتے۔ حضورؐ پاؤں پھیلا دیتے تاکہ وہ دوسری طرف نکل جائیں۔

صحیح بخاری میں عقبہ بن حارث سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ جناب صدیق اکبرؓ نے نماز عصر ادا کی اور جناب علی مرتضیٰؓ کے ہمراہ مسجد سے نکلے راستہ میں امام حسنؓ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے آپؓ نے ان کو اٹھا کر کندھوں پر بٹھا لیا۔ اور فرمایا یہ تو صورت و شکل میں جناب رسولؐ خدا کے مشابہ ہیں۔ علیؓ! آپؓ کی صورت سے نہیں ملتے۔ جناب علیؓ یہ سُنکر ہنسنے لگے۔

جامع ترمذی میں ہے کہ امام حسنؓ سر سے سینہ تک اور امام حسینؓ سینہ

---

[1] صحیح بخاری جزء ۲ صفحہ ۱۲۸۔

سے پاؤں تک آنحضرت صلعم سے مُشابہ تھے ۔

ابوہریرہؓ کا قول ہے ۔ کہ جب مَیں حسنؓ کو دیکھتا ہوں ۔ فرطِ محبّت سے میرے آنسو نکل آتے ہیں ۔ وجہ یہ ہے ۔ کہ ایک دن جناب سرورِ عالم صلعم دولت خانہ سے برآمد ہوئے ۔ اور مسجد میں تشریف لائے ۔ میرا ہاتھ پکڑکر ایک طرف کو رُخ فرمایا ۔ یہاں تک کہ ہم بازار بنی قینقاع کے راستہ مسجد نبویؐ میں پہونچے ۔ آپؐ ایک جگہ بیٹھ گئے ۔ اور فرمایا میرے بیٹے کو بُلالو ۔ اِتنے میں امام حسنؓ دوڑتے ہوئے آئے اور آغوشِ مُبارک میں آبیٹھے ۔ حضورؐ بار بار اپنا مُنہ ان کے مُنہ پر رکھتے اور فرماتے تھے خداوندا مَیں اِس کو پیار کرتا ہوں ۔ اور جو اس سے پیار کرتا ہو وہ بھی مجھے محبُوب ہے ۔

حضرت ابوبکرؓ کہتے ہیں ۔ کہ مَیں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سُنا ۔ اور حسنؓ آپؐ کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے ۔ کبھی آپؐ لوگوں کی طرف دیکھتے تھے ۔ اور کبھی اُن کی طرف دیکھتے تھے ۔ اور فرماتے تھے ۔ کہ یہ میرا بیٹا سردار ہے ۔ اور اُمید ہے کہ اللہ اِس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان میں صُلح کرادے ۔

اسامہ بن زید نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں ۔ کہ آپؐ اسامہ کو اور حسنؓ کو لیتے تھے ۔ اور فرماتے تھے ۔ کہ اے اللہ مَیں اِن دونوں کو دوست رکھتا ہوں ۔ پس تو بھی اِن کو دوست رکھ ۔

حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ عبیداللہ ابن زیاد کے پاس حسینؓ کا سر لایا گیا ۔ اور وہ ایک طشت میں رکھا گیا ۔ تو ابن زیاد اُن کی آنکھ اور ناک میں) بید مارنے لگا ۔ اور اُن کی خوبصورتی میں کچھ کلام کیا ۔ پس حضرت انسؓ نے کہا ۔ کہ یہ سب سے زیادہ رسُول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے

اور حسینؓ کے (سر اور ڈاڑھی میں) وسمہ کا خضاب لگا ہُوا تھا ✣

حضرت براء کہتے ہیں۔ مَیں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا۔ اور حسنؓ بن علیؓ آپؐ کے شانے پر تھے۔ آپؐ فرماتے تھے۔ کہ اے اللہ! مَیں اِسے دوست رکھتا ہوں۔ پس تو بھی اسے دوست رکھ ✣

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کہتے تھے۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم (کی رضامندی) اُن کے اہلبیت (کی خدمت و محبت) میں سمجھو ✣

حضرت انسؓ کہتے ہیں۔ کہ حسنؓ سے زیادہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مُشابہ کوئی نہ تھا ✣

ابن ابی نعمؒ کہتے ہیں۔ مَیں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے سُنا۔ کہ اُن سے کسی شخص نے مجرم کی بابت پوچھا تھا۔ کہ وہ مکھی کو قتل کر دے (تو کیسا) حضرت ابن عمرؓ نے کہا۔ کہ اہل عراق مکھی کے قتل کا مسئلہ پوچھتے ہیں۔ حالانکہ اُنہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے بیٹے کو قتل کر دیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا تھا۔ کہ یہ دونوں میرے دین کی آرایش ہیں ✣ (صحیح بخاری)





تادیب الاطفال

اور

حضرت زہراؓ کا طرزِ عمل

(نتیجۂ طبع حضرت سیماب صدیقی الوارثی اکبرآبادی)

تربیت اولاد کی ہوتی ہے ماں کی گود میں
مکتبِ اوّل ہے ماں کی گود اسمیں شک نہیں

سیدہؓ دیتی تھیں جیسی تربیت اولاد کو
آج دُنیا میں نہیں پیدا نظیر اُسکی کہیں

جب سُلاتی تھیں کبھی وہ شبّرؓ و شبیرؓ کو
آیتیں پڑھتیں کلامِ پاک کی باصد یقیں

جھوٹے سچے اُنکو افسانے نہ بالکل یاد تھے
لوریاں اُن کی کلامِ پاک کی آیات تھیں

وہ ڈراتی تھیں تو پڑھتی تھیں وہی آیاتِ پاک
اور سمجھاتیں تو کرتیں وردِ آیاتِ مبیں

ایک دن شبیرؓ و شبّرؓ میں لڑائی ہو گئی
آئے دونوں چیختے، روتے، مچلتے، بیقرار

پھر شکایت دوسرے بھائی کی اک بھائی نے
"دیکھو اماں جان مارا ہے ہمیں بے اختیار"

آپؓ نے دونوں کو پہلے سرسری تسکین دی
پھر کہا "بچو نہیں خوفِ خدا کیا زینہار"

وہ تو کہتا ہے کہ آپس میں لڑو جھگڑو نہ تم
اور کرو توبہ پھر نہ فتنے لڑ جھگڑ کو ہا مار"

اِس سے کچھ مطلب نہیں تم میں سے ہے کس کی خطا
ہاں مگر اللہ کے تُم ہو گئے تقصیر وار
اب بتاؤ دو گے کیا اللہ کو اِس کا جواب
تُم سے جب پوچھے گا وہ اس کا سبب بے زِنہار

ماں کے کہنے کا اثر بچّوں کے دل پر ہو گیا
بھول بیٹھے اپنے دُکھ خوفِ خدا سے رو دیئے
کانپ اُٹھا جسم لرزہ سارے اعضا میں پڑا
رو چکے۔ تو فاطمہؑ زہرا سے یُوں کہنے لگے
یہ خطا بیشک ہوئی ہم معترف ہیں اور خجل
اب تو یہ تقصیر حق سے عفو کروا دیجئے
ہو گی آیندہ نہ ہم سے اب کبھی ایسی خطا
باز آئے، ڈر گئے ہم خوف سے اللہ کے

آپ نے فرمایا۔ اچھا جلد تر کر لو وضو
اب تمہیں خوشنودیٔ مولا اگر درکار ہے
پھر کرو سجدہ، دُعا مانگو کہ یارب غفور
عفو کر دے یہ خطا تُو تو بڑا ستّار ہے
وہ بڑا ہے رحم والا وہ بڑا ہے مہربان
عفو کر دیگا خطا اُس کی بڑی سرکار ہے
الغرض سجدے میں دونوں شاہزادے گر پڑے
اور کہا "یارب اغفِرلی" کہ تُو غفّار ہے
سیدہؑ بھی ساتھ بچّوں کے تھیں مصروفِ دُعا
ہے موثر یہ رہِ تادیب گو دشوار ہے

بچّے والی بیبیو، تقلید کرنی چاہئے
یہ طریقِ اہلِ بیتِ احمدِ مختارؐ ہے



حجۃ الوداع

سنہ ۱۰ ہجری میں حضور سرورِ کائنات صلعم نے اطراف مدینہ کی تمام قوام و قبائل کو اطلاع دیدی کہ ہم نے حج کا مصمم ارادہ کر لیا ہے جسکو اس فرض سے سبکدوش ہونا ہو وہ ہمارے ساتھ چلے۔ ایک انبوہ کثیر مدینہ منورہ میں جمع ہو گیا ۲۵ ذیقعدہ بروز شنبہ آپنے غسل فرما کر خوشبو لگائی۔ کپڑے بدلے اور بعد ادائے فریضہ ظہر طریق وسط یعنے شجرہ کی راہ سے ذوالحلیفہ پہنچے۔ اس سفر میں تمام ازواج مطہرات ہودجوں میں سوار آپکے ہمراہ تھیں حضرت علی شیر خداؓ مفسدانِ یمن کی سرکوبی کے واسطے پہلے ہی سے یمن تشریف لیگئے تھے ان کو وہیں اطلاع کیگئی حضرت فاطمۃ الزہراؓ شیر خداؓ کی عدم موجودگی میں ہی اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ حج کی نیت سے ہودج میں سوار ہو کر چلی آتی تھیں۔ کہ بحران کے مقام پر حضرت علیؓ بھی یمن سے آکر شاملِ قافلہ ہو گئے اور چند اونٹ بہ نیت ہدیہ پیغمبر صاحبؐ کے لئے اپنے ہمراہ لائے۔

حضرت سرورِ کائنات صلعم۔ حضرات ابابکر صدیقؓ۔ عمر فاروقؓ۔ علی شیرِ خداؓ اپنے اپنے ہدئے (قربانی کے جانور) ہمراہ لائے تھے لیکن امہات المومنینؓ اور جناب فاطمۃ الزہراؓ کے ساتھ قربانی کے جانور نہ تھے۔ اسلئے جناب بتولؓ احرام سے

باہر ہو کر محمل ہو گئی تھیں۔ شیر خداؑ نے جب ان کو رنگین کپڑے پہنے اور آنکھوں میں سُرمہ لگائے ہوئے دیکھا۔ تو بہت ناراض ہوئے۔ وہ عرض فرما ہوئیں کہ مجھ کو والد بزرگوارؐ نے احرام اُتارنے کی اجازت بخشی ہے۔ اور آپؑ کی آمد کی خبر سُنکر مَیں نے زینت کا سامان کیا ہے۔ خوشبو لگائی اور نئے کپڑے بدلے ہیں شیر خداؑ نے حضرت سرور عالمؐ کی خدمت میں شکایت کی۔ اور بیان کیا کہ وہ آپؐ کا نام لیتی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا سچ کہتی ہے۔

علی المرتضیٰؑ ابتک حالتِ احرام میں تھے۔ انہوں نے جناب رسالتمآب صلعم کیساتھ مل کر بدھا پکڑا اور اونٹ نحر کئے۔ اور قربانی سے فارغ ہو کر پیغمبر خدا خچر پر سوار ہوئے شیر خداؑ کو اپنے پیچھے سوار کر لیا۔ اور قیام گاہ کو تشریف لائے۔

حج الوداع سے فارغ ہو کر جناب رسول خداؐ نے خم غدیر میں منزل کی اور نماز ظہر کے بعد معشر المسلمین کے سامنے جن کی تعداد ایک لاکھ نفوس سے متجاوز تھی ایک فصیح و بلیغ خطبہ میں ارشاد فرمایا۔ کہ عنقریب مَیں دُنیا سے کوچ کرنے والا ہوں۔ تم میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں۔ جن کی عزت تم لوگوں کو ایک دوسرے سے بڑھ کر کرنی لازم ہے۔ ایک قرآن مجید دوسری اپنی اولاد (یعنے فاطمۃ الزہراؑ اور ان کی اولاد) ان کا حد سے زیادہ احترام کرنا یہ دونوں انشاء اللہ ایک دوسرے سے جُدا نہ ہوں گی۔ دونوں میں اتحاد رہے گا اور قیامت کے دن یہ دونوں حوض کوثر پر مجھ سے ملیں گی۔ خداوند تعالیٰ میرا مولیٰ ہے اور مَیں ہر دیندار کا ولی ہوں۔ پھر جناب علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا جس کا مَیں ولی ہوں۔ اُس کے یہ بھی ولی ہیں۔ خداوندا علیؑ جس کے ولی ہوں تو اس کا محافظ و نگہبان رہنا۔ اور جو ان سے عداوت رکھے اُس پر قیامت تک اپنا غضب نازل رکھنا (ازالۃ الخلفا)

معاملۂ فدک

حضرت بی بی فاطمۃ الزہراؓ خاتون محشر حضرت رسالت مآبؐ کی صاحبزادی تھیں۔ اور شافع روز محشرؐ کے گھر چونکہ اولاد نرینہ نہ رہی تھی اس لئے حضورؐ آپؓ سے مثل بیٹوں کے محبت رکھتے تھے۔ آپؓ کی عزت تمام مسلمان کرتے تھے۔ اور یہ صرف آپؓ کے اثر کا سبب تھا۔ کہ قریش حضرت علیؓ کی بہت عزت کرتے تھے۔ بی بی فاطمہؓ کا حضرت علی شیر خداؓ کے نکاح میں آنا آپؓ کے لئے باعث فخر تھا۔ یہ بات مشہور ہے کہ حضرت علیؓ نے محض حضرت فاطمہ زہراؓ کے زور پر چھ مہینہ تک حضرت صدیق اکبرؓ سے بیعت نہ کی۔ اور جب بنت الرسولؐ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ کی طاقت و قوت اور اثر کم ہو گیا۔ تو آپؓ نے بیعت کر لی۔ اگرچہ یہ روایت بالکل غلط ہے۔ اور ائمہ مؤرخین و محدثین کی تحقیق کے مطابق آپؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ سے بہت جلد بیعت کر لی تھی تاہم اس روایت سے اُس اثر و عظمت کا پتہ چلتا ہے۔ جو صحابہؓ حضرت بتولؓ کی کرتے تھے آپؓ کا ادب تا حیات مسلمانوں نے کیا۔ اب بھی مسلمانوں کے ہزارہا فرقے ہیں لیکن آجتک کسی گروہ نے خواہ وہ کسی مذہب سے علاقہ کیوں نہ رکھتا ہو۔ حضرت خاتون محشرؐ کی شان میں کبھی بے ادبی نہیں کی۔ یہ آپؓ کا عجیب معجزہ

یا کرامت ہے کہ آپؐ کی ذات ہمیشہ ہر فرد بشر کے گستاخانہ کلام سے مبرا رہی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ تا قیامت مبرا رہے گی۔ اگر قاسمؑ یا ابراہیمؑ زندہ رہتے تو ممکن تھا کہ آپؐ کی محبت میں کمی آجاتی لیکن قدرت کو یہ منظور ہی نہ تھا۔ وہ تو روز ازل سے فخر دو جہان کی پوری محبت کا حصہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو دے چکی تھی اس بسیط محبت کی کوئی تقسیم نہ کر سکتا تھا۔ ہبہ فدک یا میراث فدک کا مسئلہ ایسا معرکۃ الآرا نہیں جس قدر اہمیت اس کو دی گئی ہے۔ آپؐ کی ساری زندگی میں یہی ایک متنازعہ فیہ معاملہ ہے۔ جس پر مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں سخت اختلاف ہو رہا ہے فدک کے معمولی قصہ کو اس قدر چمکایا گیا ہے۔ کہ اُس کی کوئی انتہا نہیں رکھی وہ وہ جدید باتیں پیدا ہوئی ہیں۔ کہ تعجب ہوتا ہے۔ یہاں طرفین سے جواب دینے میں جو موشگافیاں کی گئی ہیں۔ اُن کی کوئی حد نہیں رہی۔ اور اس معمولی بات کے لئے سُنّی اور شیعی کتابوں کے صفحے کے صفحے سیاہ ہیں۔ ایک چھوٹے سے قطع زمین پر یہ سارا جھگڑا ہے۔ ممکن ہے کہ حضرت بی بی فاطمہؓ نے اپنے پدر بزرگوار کا سمجھ کے اس کو اپنے قبضہ میں لانا چاہا ہو۔ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس بنا پر انکار کر دیا ہو۔ کہ انبیا علیہم السّلام کی میراث نہیں بٹا کرتی اتنا تو قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔ باقی جس قدر ہے وہ کہانی ہے۔ یہ ہمارا ایمان ہے۔ اور تمام عربی تاریخیں جن میں حضرت فاطمہ زہراؓ کا حال ہے۔ اس بات کی شاہد ہیں۔ کہ آپؓ عالی ظرف بی بی تھیں اور آپؓ سے زیادہ فیاض اور سخی خواتین اسلام میں مشکل سے نکلیں گی۔ آپؓ نے چکی پیس پیس کے بھوکوں کو کھلایا ہے۔ اگر وہ ذرا بھی خواہش کرتیں تو تمام دُنیا کی دولت اُنکے لئے موجود تھی شیعی قول کے موافق حضرت جبرئیلؑ بھی آپؓ کے پاس آیا کرتے تھے۔ آپؓ سے زیادہ صابر و شاکر۔ فیاض۔ عالی حوصلہ۔ سخی دُنیا میں

نوٹ: اوپر کی سطر میں ہر جگہ لکھا ہے کہ فدک کا مسئلہ ایسا نہیں ہے جس قدر اہمیت اس کو دی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ فدک کا مسئلہ کوئی اہم مسئلہ نہ تھا۔ بلکہ یہ ہے کہ اس کو اس قدر اہمیت دینا کہ اس کے لئے ہزاروں صفحے سیاہ کر دیئے جائیں۔ یہ بات درست نہیں۔ اس مسئلہ کی اہمیت صرف اس قدر تھی کہ حضرت فاطمہؓ نے اپنے والد کی میراث کا مطالبہ کیا تھا۔ اس سے زیادہ اس مسئلہ کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ یہ بات آپؓ کے شایان شان نہ تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس کا انکار کر دیا۔ اس کے بعد یہ مسئلہ ختم ہو جانا چاہیئے تھا۔ حضرت فاطمہؓ کا اس کو اپنے قبضہ میں لانا چاہنا اور حضرت ابوبکرؓ کا انکار کر دینا۔ یہ دونوں باتیں ایسی ہیں جن کو کوئی اہمیت نہیں دینی چاہیئے۔ اس کے بعد اس مسئلہ کو اس قدر طول دینا کہ اس کے لئے ہزاروں صفحے سیاہ کر دیئے جائیں۔ یہ بات درست نہیں۔ اس مسئلہ کی اہمیت صرف اس قدر تھی کہ حضرت فاطمہؓ نے اپنے والد کی میراث کا مطالبہ کیا تھا۔ اس سے زیادہ اس مسئلہ کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ یہ بات آپؓ کے شایان شان نہ تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس کا انکار کر دیا۔ اس کے بعد یہ مسئلہ ختم ہو جانا چاہیئے تھا۔ حضرت فاطمہؓ کا اس کو اپنے قبضہ میں لانا چاہنا اور حضرت ابوبکرؓ کا انکار کر دینا۔ یہ دونوں باتیں ایسی ہیں جن کو کوئی اہمیت نہیں دینی چاہیئے۔ اس کے بعد اس مسئلہ کو اس قدر طول دینا کہ اس کے لئے ہزاروں صفحے سیاہ کر دیئے جائیں۔

مشکل سے نکلے گا۔ آپؐ کی ذات والا صفات سے یہ ساری باتیں بعید ہیں آپؐ ایک قطع زمین پر لو فرضنا وہ آپؐ سے بجبر بھی چھین لیا گیا ہو۔ ہرگز پریشان ہونے والی نہ تھیں۔ ایسے دس قطعوں کی بھی آپؐ کو پروانہ تھی۔ آپؐ کو اپنے باپ سرورِ دو جہاںؐ سے کامل عشق تھا۔ وفات کے بعد آپؐ بہت کم زمانہ حیات میں رہیں۔ اور اسی غم میں عالم جاودانی کو سدھار گئیں۔ آپؐ کی ہرگز آرزو نہ تھی۔ کہ میرا باپؐ مرجائے۔ اور میں اس کے مال پر اس کے صحابہؓ سے جھگڑا کروں۔ غم واندوہ سے آپ و فرصت ہی کہاں تھی۔ کہ اور خیالات لینے دینے کے آتے کوئی شُبہ نہیں۔ جب ہم تاریخی حیثیت سے آپؐ کے حالاتِ زندگی کو دیکھتے ہیں۔ تو جو باتیں آپؐ کی نسبت مشہور کی گئی ہیں۔ وہ بالکل فرضی معلوم ہوتی ہیں۔ اور آپؐ کی معاشرت کے ساتھ ہرگز چسپاں نہیں ہوسکتیں مذہبی روائتیں اور اُن کے عقائد خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہوں لیکن ذاتی حالات تقدس اور بےمثال بزرگی عظمت اور دبدبہ۔ عالی ظرفی اور دریا دلی۔ اور ساتھ ہی بنت رسُولؐ ہونا اِس امر کی شہادت نہیں دیتا۔ کہ آپؐ سے ایسی باتیں سرزد ہوں کہ آپ خلیفۂ وقت کی عدالت میں ایک معمولی جائداد کیلئے مدعی بنیں۔ حاشا وکلا ایسا کبھی نہیں ہُوا۔ اور نہ ہوسکتا تھا۔

فدک کہاں واقع ہے؟

قاموس میں لکھا ہے۔ کہ فدک ایک گاؤں ہے خیبر میں۔ اور مصباح اللغۃ میں لکھا ہے۔ کہ وہ ایک بلدہ ہے جو مدینہ سے دو روز کی راہ پر ہے۔ اور خیبر سے ایک منزل۔ اور لسان العرب میں ہے۔ کہ فدک ایک گاؤں ہے حجاز میں۔ اور ازہری کہتے ہیں۔ کہ وہ ایک گاؤں ہے خیبر میں۔ اور بعض

کہتے ہیں۔ کہ وہ حجاز کے ایک طرف میں واقع ہے۔ اُس میں چشمے تھے اور کھجور کے درخت اور خدا نے اُسے اپنے پیغمبرؐ پر فئے[1] کیا تھا۔ اور مراصد الاطلاع علی اسماء الامکنۃ والبقاع مطبوعہ جرمنی کی جلد دوم صفحہ ۳۳۷ میں ہے۔ کہ فدک ایک گاؤں ہے حجاز میں راہ مدینہ سے دو یا تین دن کے فاصلہ پر واقع ہے اور اُسے خدا نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فئے کیا تھا۔ اسلئے کہ صلحاً حاصل ہُوا تھا۔ اس میں چشمے تھے اور کھجور کے درخت اور معجم البلدان یاقوت حموی میں ہے۔ کہ فدک ایک گاؤں ہے حجاز میں، مدینے سے دو دن کی راہ پر اور بعض روایات میں تین دن کی راہ پر اور یہ گاؤں ہجرت کے ساتویں سال صلحاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں آیا تھا۔ اور اس میں بہت سے چشمے پانی کے اور خرمے کے درخت تھے۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری کی جلد ششم صفحہ ۱۴۰ میں لکھا ہے۔ کہ فدک ایک قصبہ کا نام ہے۔ اس میں اور مدینہ میں تین دن کا فاصلہ ہے مگر فدک جیسا کہ ہم اپنی روایتوں سے اوپر بیان کر چکے۔ ایک موضع ہے۔ اور اس کے حدود جس طرح سب گاؤں کے معیّن اور معلوم ہوتے ہیں۔ سب جانتے تھے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا انتظام اُنہیں لوگوں کے سپرد کر دیا تھا جن سے یہ صلحاً لیا گیا تھا۔

---

[1] فئے اُس غنیمت اور خراج کو کہتے ہیں جو مسلمانوں کو کفار کے اموال سے بے جنگ و جہاد کے حاصل ہُوا ہو۔ اصل میں فئے کے معنے رجوع کے ہیں۔ گویا یہ مال اصل میں مسلمانوں ہی کا تھا۔ انہیں کی طرف لوٹ آیا یہ لفظ قرآن مجید سے لیا گیا ہے خداوند تعالیٰ فرماتا ہے وما افاء اللہ علیٰ رسولہ منھم فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب ولکن اللہ یسلط رسلہ علیٰ من یشاء واللہ علیٰ کل شئ قدیر ما افاء اللہ علیٰ رسولہ من اھل القریٰ فللہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتٰمیٰ والمساکین (سورہ حشر) ✦

یہ قرار پایا تھا۔ کہ جو کچھ پیدا ہو اُس میں سے نصف وہ لوگ لے لیا کریں۔ اور نصف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا کریں۔ اس فیصلہ کے مطابق ہر سال پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کچھ لوگ جاتے اور تخمینہ کر کے آنحضرت کا نصف حصہ لے آتے۔ اور جو غلہ وہاں سے آتا اُسے رسولِ خدا صلعم اپنے اہل وعیال کے لئے رکھ کر باقی مسلمانوں میں تقسیم کر دیتے ؛

فدک کیونکر آنحضرت صلعم کے قبضے میں آیا

فتح الباری کی جلد ششم صفحہ ۱۳۹ میں لکھا ہے۔ کہ تمام اصحاب مغازی نے فدک کے قبضے میں آنے کا قصہ یہ بیان کیا ہے کہ فدک کے باشندے یہودی تھے۔ جب خیبر فتح ہو گیا۔ تو اُن لوگوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پیغام بھیجا۔ کہ آپ ہمیں امن دیں ہم شہر چھوڑ کر چلے جائیں گے اور ابو داؤدؒ نے زہری کی روایت سے بیان کیا ہے۔ کہ خیبر کے کچھ لوگ قلعہ بند ہو گئے تھے اُنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپؐ ہمارا خون معاف کر دیجئے اور ہمیں چلے جانے کی اجازت دے دیجئے۔ آپؐ نے ایسا ہی کیا۔ اِس کو اہلِ فدک نے سُنا۔ اور اُنہوں نے بھی ایسا ہی معاملہ کیا۔ اور ابو داؤدؒ نے ابن شہاب سے روایت کی ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بقیہ اہلِ خیبر کا محاصرہ کر رہے تھے۔ کہ اُسی اثناء میں فدک والوں سے اور چند معین گاؤں والوں سے صُلح ہو گئی ؛

تفسیر کبیر صفحہ ۱۷۲ مطبوعہ مصر میں آیہ وما افاء اللہ علی رسولہ منھم کی شان نزول میں لکھا ہے۔ کہ یہ آیت فدک کے متعلق ہے۔ اسلئے کہ فدک کے

باشندے جلاوطن کر دیئے گئے تھے۔ اور اُن کے سب گاؤں اور مال بغیر لڑائی کے رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں آ گئے تھے۔ فدک کے غلّہ میں سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم اپنا اور اپنے عیال کا خرچ نکال کر باقی ہتھیاروں وغیرہ کی خرید میں خرچ کر دیا کرتے تھے +

امام ابوالعباس احمدؒ بن یحییٰ بلاذری فتوح البلدان میں لکھتے ہیں۔ کہ اسامہ بن زید نے ابن شہابؒ سے اور انہوں نے مالکؓ بن اوسؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے کہا۔ کہ رسُول اللہؐ کے تین صفایا تھے۔ (صفایا اُس مال اور چیز کو کہتے ہیں۔ جو امام غنیمت میں سے اپنے لئے علیحدہ کر لے) اوّل بنی نضیر کا مال دوسرے خیبر تیسرے فدک بنی نضیر کے مال آنحضرت صلعم نے اپنی ضرورتوں کے لئے روک لئے تھے۔ اور فدک مسافرونکے لئے تھا! ور خیبر کے تین حصّے کر کے دو مسلمانوں کو تقسیم کر دیئے تھے۔ اور ایک حصّہ اپنے لئے اور اپنے اہل وعیال کیلئے محفوظ کر لیا تھا۔ آنحضرتؐ کے اہل کے خرچ سے جو بچ رہتا وہ فقرائے مہاجرین کو دیدیا جاتا۔ (دیکھو صفحہ ۲۰ فتوح البلدان مطبوعہ جرمنی) اسی کتاب میں یہ بھی روایت ہے کہ لوگوں نے کہا ہے۔ کہ رسول اللہؐ نے خیبر سے مراجعت فرماتے ہوئے محیّصہ بن مسعود انصاری کو اہلِ فدک کے پاس دعوۃ اسلام کے لئے بھیجا۔ ان کا رئیس ایک شخص یہودی بنام یوشع بن نون تھا۔ یہودیوں نے نصف حصّہ زمین پر رسُول اللہؐ سے صُلح کر لی مسلمانوں نے سواروں میں سے اس قسم کا حملہ نہیں کیا تھا اسلئے یہ حصّہ خالص رسُول اللہؐ کا تھا۔ جو مسافر آپؐ کے پاس آمد و رفت رکھتے تھے اُن کے صرف میں اس کی آمدنی آیا کرتی تھی۔ اُس کے باشندے وہیں فدک میں رہا کئے یہانتک کہ حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے۔ اور اُنہوں نے حجاز سے یہودیونکو

نکال دیا۔ ابوالہیثم، مالک بن تیہان اور سہل بن ابی خثیمہ اور زید بن ثابت انصاریوں کو فدک میں بھیجا۔ اُنہوں نے اِس کی نصف زمین کی منصفانہ قیمت مقرر کر کے یہودیوں کو دیدی اور مُلک شام کی طرف اُن کو نکال باہر کیا (دیکھو صفحہ ۲۸ فتوح البلدان مطبوعہ جرمنی) قریب قریب ایسا ہی تاریخ طبری اور تاریخ کامل اثیر میں بھی لکھا ہے ✦

اقوال مذکورۂ بالا سے یہ بات صاف ثابت ہوتی ہے۔ کہ فَے کا مال غنیمت کے مال سے صرف اس بات میں فرق رکھتا ہے۔ کہ اس میں کسی دوسرے کا حصّہ غنیمت کے مال کی طرح نہیں ہوتا اور وہ رسولِ خدا صلعم کے اختیار میں رکھا گیا تھا۔ تاکہ اِس پر آپ متولیانہ قابض رہیں۔ اور خدا کی مرضی اور حکم کے مطابق اسے کام میں لائیں۔ بعد آپؐ کے خلیفۂ وقت اور امام زمان کے قبضے اور اختیار میں دیا گیا۔ تاکہ وہ بھی اُنہیں مصارف میں اسے صرف کریں جس میں رسولِ خدا صلعم صرف فرمایا کرتے تھے اور اِس سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ فَے کے مال میں بسبب اِس کے کہ وہ ذاتی ملکیت آپؐ کی نہ تھی۔ میراث جاری نہیں ہو سکتی تھی۔ اور چونکہ فدک اموال فَے میں سے تھا۔ اس لئے اگر آنحضرت صلعم کے متروکہ میں بالفرض میراث بھی جاری ہوتی اور میراث کے حکم عام سے آپ کی ذاتِ مبارک مستثنےٰ بھی نہ ہوتی۔ تاہم فدک بوجہ نہ ہونے ذاتی ملکیت کے تقسیم اور اجراء احکام میراث سے مستثنےٰ رہتا ✦

چونکہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فدک کی پیداوار کا کچھ حصّہ اپنی اہل و عیال کے خرچ کے لئے رکھکر باقی مسافروں پر خرچ کر دیتے تھے۔ اِس لئے آپؐ کے وصال کے بعد بعض مفسدوں نے جو اسلام کو پھلا پھولا نہ دیکھ سکتے تھے حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو یہ یقین دلایا کہ فدک رسُول اللہؐ کی ذاتی ملکیت ہے

(یہ جملہ بھی خدا کی طرف سے فَے کا اختیار آنحضرت کو دینے کا ثبوت ہے)

اور چونکہ آپؐ ان کی اولاد میں آپؐ کے سوا اس کا جائز وارث اور کوئی نہیں ہو سکتا اس لئے آپؐ ابتدائے خلافت میں حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس تشریف لائیں اور اپنے والد بزرگوارؐ کے وارث کی حیثیت سے فدک کا دعویٰ فرقان حمید کی آیت "یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین" کے بموجب آپؐ نے اُن کی عدالت میں دائر کیا۔ اس آیت شریف کا منشا یہ ہے "تمہاری اولاد کے حصوں کے باب میں اللہ تعالےٰ تمہیں یہ حکم دیتا ہے۔ کہ ایک بیٹے کو دو بیٹیوں کے برابر حصہ دیا کرو" ابوبکر صدیقؓ نے جناب فاطمہؓ کو یہ جواب دیا۔ کہ پیغمبروں کے مال میں وراثت کا مسئلہ جاری نہیں ہو سکتا۔ یہ سُنکر حضرت زہراؓ حضرت ابوبکرؓ سے ناراض ہو کر چلی گئیں۔ اور مرتے دم تک اُن سے نہ بولیں۔

محققین کی رائے اور ہماری دانست میں بھی حدیث "لانورث ماترکناہ صدقۃ" یعنی ہم پیغمبروں کے مال میں وراثت نہیں ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ خدا کی راہ میں صدقہ ہے۔ بہت صحیح اور سر آنکھوں پر رکھنے کے قابل ہے۔

چاہیے اس کی خبر جناب فاطمہؓ تک نہ پہونچی ہو اور وہ بمقتضائے بشریت ابوبکرؓ سے ناراض ہو گئی ہوں۔ مگر صدیق اکبرؓ رسول اللہؐ کے قول کے خلاف نہیں کر سکتے تھے۔ آپ دیکھیں کہ شروع سے کفار کو یہ گمان باطل تھا کہ آنحضرتؐ حکومت و ثروت کی خاطر یہ ڈھچر اپنے دماغ سے تصنیف کر رہے ہیں۔ آپ نے اتنی تاریخ پڑھی جہاں دیکھئے وہاں لوگوں نے یہی اعتراض کئے ہیں کہ عرب اپنے ملک کی قحط زدگی کے باعث ہمارا ملک چھیننا چاہتے ہیں۔ دُور کیوں جاؤ؟ اب اسلام کے مخالف جب اعتراض کرتے ہیں۔ تو یہی کہ نعوذ باللہ منہا بانی اسلام دُنیا کے حریص تھے۔ اس حالت میں اگر ترکہ اور وراثت بھی اُنکے مال میں جاری ہو جاتے تو خاصی پھبتی ہو گئی تھی کہ اور کیا چاہیئے۔ اتنا

جمع جتھا تو اولاد کو مل گیا۔ نہ معلوم ڈھکا چھپا اور کتنا ہوگا۔ پس اس ہادیٔ برحق نے جو صحیح صحیح ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی کا مصداق تھا ضرور یہ فرمایا "لا نورث ما ترکناہ صدقۃ" اس میں کچھ شک نہیں اور امور مملکت کا خیال یہی چاہتا ہے۔ کہ ایسا ہی کیا جائے۔ ہمارے اس پدر شفیق کو ہماری گلو خلاصی دنیا اور دین دونوں میں ملحوظ خاطر تھی۔ نہ کہ خود کھانا اور اڑانا اور سیدہ رضی اللہ عنہا کے لئے ترکہ چھوڑنا +

بیان مذکورہ بالا میں کتب حدیث و تاریخ بھی ہماری موید ہیں۔ چنانچہ غزوۂ خیبر کے بیان میں بخاری نے جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔ ان فاطمۃ بنت النبی ارسلت الی ابی بکر تسئلہ میراثھا من رسول اللہ مما افاء اللہ علیہ بالمدینۃ وفدک وما بقی من خمس خیبر فقال ابو بکر ان رسول اللہ قال لا نورث ما ترکناہ صدقۃ انما یاکل ال محمد فی ھذا المال وانی واللہ لا اغیر شیئاً من صدقۃ رسول اللہ عن حالھا فی عھد رسول اللہ ولا عملن فیھا بما عمل بہ رسول اللہ فابی ابو بکر ان یدفع الی فاطمۃ منھا شیئا فوجدت فاطمہ علی ابو بکر فی ذلک فھجرت فلم تکلمہ حتی توفیت +

یعنی فاطمہؓ بنت رسول اللہؐ نے کسی آدمی کو ابو بکرؓ کے پاس بھیجا۔ اور مدینہ اور فدک اور باقی خمس خیبر میں سے جو رسول اللہؐ کے بعد رہ گیا تھا۔ اپنا حصہ مانگا ابو بکرؓ نے جواب دیا کہ رسول خدا نے فرمایا ہے کہ ہم پیغمبروں کے مال میں وراثت نہیں ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ خدا کی راہ میں صدقہ ہے۔ البتہ آل محمدؐ اس مال میں سے اپنے ضروری خرچ کے موافق لے سکتے ہیں۔ خدا کی قسم۔ میں اس میں ذرا سا بھی تغیر نہ کروں گا۔ اور جیسا تصرف رسول اللہؐ اس میں کرتے تھے

ویسا ہی مَیں بھی کروں گا۔ جب ابوبکرؓ نے حصّہ دینے سے انکار کر دیا تو فاطمہؓ خفا ہو گئیں۔ اور اُن سے بولنا چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ وفات پائی۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۶۸

اِس سے معلوم ہوا کہ صدیق اکبرؓ نے جیسا حکم رسُول کریمؐ سے پایا تھا۔ اُس کی تعمیل کی اور جیسا اُنہیں کرتے دیکھا تھا۔ ویسا کیا۔ حضرت فاطمہؓ سے اُنہیں کوئی بُغض اور کسی طرح کی عداوت نہ تھی۔ بہت صاف دلیل یہ بھی ہے کہ اگر اللہ رسُولؐ کا ترکہ تقسیم ہوتا۔ تو ازواج مطہرات کو بھی حصّہ ملتا۔ جن میں اُن کی بیٹی عائشہؓ بھی شامل تھیں۔ اگر جناب فاطمہؓ سے دشمنی تھی۔ تو ازواج مطہرات اُن کے باپ بھائیوں اور حضرت عباسؓ اور عائشہؓ کو کیوں ترکہ سے محروم کر دیا؟

بخاری و مُوطا نے یہ حدیث بھی لکھی ہے:۔ ارسل ازواج النبی عثمان الی ابی بکر یسئلہ ثمنھن مما افاء اللہ علی رسولہ فکنت اردھن فقلت لھن الا تتقین اللہ الم تعلمن ان النبی کان یقول لا نورث ما ترکناہ صدقۃ نفسہ انما یاکل ال محمد فی ھذہ المال فانتھی ازواج النبی الی الذی نھین" یعنی ازواج نبیؐ نے عثمانؓ کو ابوبکرؓ کے پاس بھیجا تاکہ اُس میں سے اپنا آٹھواں حصّہ طلب کریں۔ جو اللہ نے اپنے رسُولؐ کو غنیمت میں دیا تھا۔ عائشہ صدیقہؓ نے عثمانؓ کو یہ کہکے واپس کر دیا۔ اُن سے جا کے کہدو کہ تم خدا سے نہیں ڈرتیں۔ کیا اُن کو معلوم نہیں کہ رسُول اللہؐ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھ ہم چھوڑیں۔ وہ صدقہ ہے۔ صرف آل محمدؐ اپنی حاجت کے موافق اُسمیں سے لے سکتی ہے پس ازواج نبیؐ کو جب یہ خبر معلوم ہوئی۔ تو خاموش ہو رہیں اِس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سوائے ابوبکر صدیقؓ اور عائشہ صدیقہؓ کے اس حدیث کی خبر نہ تو بیٹی کو تھی۔ نہ ازواج کو چونکہ صدیق اکبرؓ اُس کو بذاتِ خود آنحضرتؐ کی زبانی سُن چکے تھے۔ اِسلئے اُنکے لئے اُس پر عمل کرنا فرض تھا۔

حدیث:۔ خلاصہ یہ کہ حضرت فاطمہؓ کو دو حصّے آٹھ میں سے دو حصّے ملنے چاہئے تھے۔ اور دو حصّے رسُول کریمؐ نے فرمایا کہ ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہمارا ترکہ صدقہ ہے۔ اس حدیث کو فاطمہؓ نے نہیں مانا۔ اور ابوبکرؓ سے ناراض ہو گئیں۔ اور مرتے دم تک ناراض رہیں۔ کیا یہ حدیث قرآن کے خلاف نہیں؟ کیا یہ حدیث فاطمہؓ کو ناراض کرنے والی نہیں؟

اب رہی یہ بات کہ حدیث مذکورۂ بالا قرآن کی آیت یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین کے خلاف ہے تو یہ نری غلط فہمی ہے وہ مخالف نہیں۔ بلکہ اُس کی مخصص ہے۔ کیونکہ ہم مُسلمان کافر کی اولاد کو ترکہ نہیں دیتے قاتل کو محروم کر دیتے ہیں۔ غلام وارث نہیں ہوتا۔ اور یہ سب حکم سرسری نظر میں اس آیت کے مخالف ہیں۔ مگر اسلام کی خیر خواہی انہیں پر منحصر ہے۔ یہ دعوے کہ آنحضرت صلعم نے فدک جناب فاطمہؓ کو ہبہ کر دیا تھا۔ اور جناب علی مرتضےٰؓ اور ام ایمن یا حسنینؓ نے ہبہ کی گواہی بھی دی تھی۔ ثابت نہیں ہو سکتا بلکہ اُس کے خلاف مشکوٰۃ میں ابو داؤدؒ نے مغرہ سے روایت کی ہے۔ کہ جب حضرت عمر بن عبد العزیز بن مروان خلیفہ ہوئے۔ تو انہوں نے بنی مروان کو جمع کر کے یہ گفتگو کی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے زمانہ میں فدک کی آمدنی کو صغیران بن ہاشم کی پرورش میں صرف کرتے تھے۔ اور اُن میں جو زنان بے شوہر ہوتی تھیں۔ اُن کا نکاح اُسی کی آمدنی کے خرچ سے ہوتا تھا جناب فاطمہؓ نے فدک آنحضرت صلعم سے مانگا۔ مگر حضورؐ نے اُن کی درخواست قبول نہ فرمائی۔ اپنی حیات میں ویسا ہی کرتے رہے۔ جیسا ہمیشہ کرتے تھے۔ آنحضرتؐ کے بعد صدیق اکبرؓ بھی حضورؐ ہی کے قدم بقدم چلے۔ اور فاروق اعظمؓ نے بھی بالکل وہی کیا۔ جو اُن سے پہلے دو زمانوں میں ہوتا چلا آیا تھا۔ پس ہوتے ہوتے میری نوبت پہنچی میں بھی ویسا ہی کرونگا۔ جیسا کہ آنحضرت صلعم اور ابو بکرؓ و عمرؓ نے کیا ہے۔ جو چیز آنحضرت صلعم نے فاطمہؓ کو نہیں دی وہ میں کیسے دے سکتا ہوں۔ تم سب میرے فعل کے گواہ رہنا۔ فرض کر لو کہ ہبہ ہُوا مگر اس کا جواب کیا ہے۔ کہ جب تک موہوب موہوب الیہ

کے قبضہ اور تصرف میں نہ ہو۔ اُس کی ملک نہیں ہو سکتی ہبہ کے ساتھ ہی قبضہ موہوب الیہ کا ضروری ہے جب یہ ہبہ ثابت ہو گا۔ اور اس پر شیعہ اور سُنّی دونوں کا اتفاق ہے۔ اسے بھی دونوں فرقے مانتے ہیں۔ کہ جناب نبویؐ کی حیات میں نام کو بھی دخل حضرت فاطمہؓ کا فدک پر نہیں ہؤا رسُول اللہ صلعم خود تصرف مالکانہ ہمیشہ اُس پر رکھتے رہے۔ پس ایسا ہبہ قابلِ عمل کس طرح ہو سکتا ہے۔ جب ایسے خواب پریشان دیکھے گئے تو اکثر یہ بھی کہہ دیا جاتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے جناب فاطمہؓ کو وصیت کر دی تھی۔ کہ میرے بعد فدک تم لے لینا اور ابوبکر صدیقؓ نے حضور صلعم کی وصیت پر فاطمہؓ کے بغض کے باعث عمل نہیں کیا۔ اوّل تو وصیت شیعہ و سُنّی کی کسی معتبر کتاب سے ثابت نہیں پھر دونوں فرقے اِس بات پر متفق ہیں۔ کہ وصیت اخت میراث ہے۔ یعنی جس مال میں میراث نہیں جاری ہو سکتی اس میں وصیت پر کیسے عمل ہو سکے گا۔ کیونکہ وصیت و میراث دونوں انتقال ملک بعد از موت ہیں۔ اور جب انبیا اپنی موت کے بعد کسی چیز کے مالک نہیں رہتے اور اُن کا مال خدا کا مال ہو جاتا ہے تو اب بتایئے کہ وصیت کس میں سے ادا کی جائے۔ اِسی طرح اِس باب میں خواہ مخواہ جھگڑے ڈالے گئے ہیں اور ناحق خانہ جنگی جاری ہے۔ جس سے ہم اپنے ناظرین کو دق نہیں کیا چاہتے جتنا لکھا گیا ہے۔ وہ عقلمندوں کی تسکین کے لئے کافی ہے۔

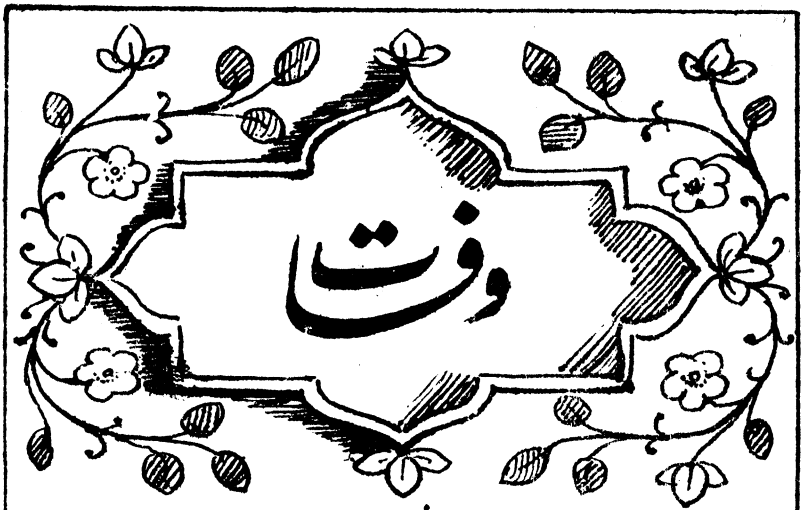
ہم کو کمال تعجب اِس بات پر ہے۔ کہ جناب امیرالمومنین علی مرتضےٰ رضی اللہ عنہٗ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں آنحضرت صلعم کی میراث یا ہبہ یا وصیت پر عمل کیوں نہیں کیا۔ اور فدک حضرت حسنین رضی اللہ عنہما کو کیوں نہیں دیدیا۔ اُن پر لازم تھا۔ کہ کہدیتے۔ لو بیٹا۔ ابوبکرؓ نے تمہاری والدہ ماجدہؓ

اور نبی کی زوجہ یا اور لڑکی کی نسبت تو نہیں ہے اضافہ ہے اور اولاد کی نسبت تصریح۔

پر ظلم کیا تھا۔ میں اُس کی داد تمہیں دیتا ہوں۔ ابوبکر صدیقؓ کے سامنے تو گواہی دینے گئے اور خود اپنی شہادت پر عمل نہیں کیا۔ پھر شیعوں کی معتبر کتاب من لا یحضرہ الفقیہ کے باب نوادر الوصایا میں مندرج ہے فالارض والعقار فلا میراث لھن۔ یعنی عورتوں کا زمین اور ملک موروثہ میں کچھ حصہ نہیں۔ پس جناب فاطمہؓ نے اپنا حصہ فدک میں کیسے مانگا ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جناب صدیق اکبرؓ نے جن کی فضیلت میں حضرت حسن عسکری رضی اللہ عنہ یوں فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلعم نے شب ہجرت کو انہیں فرمایا۔ جعلک اللہ منی بمنزلۃ السمع والبصر والراس من الحیلہ وبمنزلۃ الروح من البدن یعنی خدا نے تم کو بمنزلہ میری سمع اور بصر کے کیا ہے۔ تمہیں میرے ساتھ وہ نسبت ہے جو سر کو جسم سے اور روح کو بدن سے ہے۔ ہرگز کوئی غاصبانہ کارروائی نہیں کی بلکہ عذر شرعی اس امر میں مانع ہوا اور وہ جناب فاطمہؓ کی درخواست کو منظور نہ کر سکے۔





(از مرزا شہید امرتسری)

انبساطِ زیست عیشِ جاوداں ہے بے ثبات — نغمہ ہائے خرمی مغلوبِ آوازِ فغاں
مرگ مہر آشوب تھی، اور انجمن آرا حیات — تذکرہ تیرا ہے شکِ صد حیاتِ جاوداں

وہ ملک ایواں، رسولِ محترم، خضرِ سبیل — کاش آکر دیکھتے اس "منظرِ بانکاہ" کو
سعیِ پیہم کا نہ ہے، اک کاروانِ بے دلیل — فکرِ بے تسکین ہے، جاں اضطراب آگاہ کو

جزو مسرورِ ملاقاتِ جمالِ کُل ہے آج — قطرہ دریا در بغل ہے، ذرہ خورشید آشنا
گوشِ گل مستِ صریرِ نغمۂ بلبل ہے آج — تیری روحِ پاک ہے، شمعِ حریمِ کبریا

آہ! اے معصومۂ افضل ترینِ اہلبیت — تیرا اندازِ عمل سرمایۂ "جنسِ لطیف"
صورتِ مجبوبہ ہے ماہِ مبینِ اہلِ بیت — پھول عصمت کے نثارِ جلوۂ حسنِ عفیف

چشمِ دہر افروز سوالے کہ دو عالم خندہ بیں — کہہ رہی ہوگی فلک پر انتظارِ فاطمہؓ



مدفن بتول متصل روضہ حضرت سرور کائنات صلعم رات کے وقت برقی روشنی کا نظارہ

ہر لبِ حوراء پہ ہوگا ورد ہیہم خُلد میں ساز و برگِ جنتِ ماوا" نثارِ فاطمہؓ

اضطرابِ سیدہ ہنگامۂ صد محشر است
زانکہ چشمش را فراقِ جلوۂ پیغمبر است

امام جلال الدین سیوطیؒ خصائص کبریٰ جلد دوم میں لکھتے ہیں کہ ابن سعد نے واقدی سے۔ واقدی نے شبل بن العلا سے اُنہوں نے اپنے باپ سے یہ روایت کی ہے۔ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا۔ کہ جس وقت میں وفات پاؤں تم اِنا للہ وانا الیہ راجعون کہو اسلئے کہ ہر انسان کے لئے یہ کلمہ ہر ایک مصیبت کا معاوضہ ہے۔ حضرت فاطمہؓ نے پوچھا یا رسُول اللہ کیا آپؐ کی طرف سے جو مصیبت ہوگی۔ اس کا معاوضہ بھی یہی ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں میری مصیبت کا بھی یہ معاوضہ ہے حضرت رسالت مآبؐ کے وصال کے وقت آپؐ کی تمام اولاد سوائے فاطمۃ الزہراؓ کے انتقال کر چکی تھی۔ خاتون جنت کی عمر اٹھائیس ۲۸ سال کی تھی کہ جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم نے سب کو داغِ مفارقت دیا۔ کون کمبخت تھا جو اس غم سے بیتاب نہ ہو لیکن ایسے باپؐ کا سایہ اُٹھ جانے سے جو رسُولؐ خدا ہونے کے ساتھ ہی اپنی اولاد سے محبت کرنیوالا بھی ہو فاطمہؓ کی حالت بالکل بدل گئی۔ دُنیا سے دل اُچاٹ ہوگیا۔ زندگی وبال نظر آنے لگی۔ کبھی آپؓ حضرت انسؓ سے پوچھتی تھیں کہ اے انسؓ تمہارے دل نے کیسے گوارا کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالو۔ حضرت انسؓ آبدیدہ ہو کر فرمایا کرتے کہ قدرت کے کاموں میں کوئی دم نہیں مار سکتا۔ دُنیا میں یتیمی کا داغ بہت ہی بُرا ہے۔ بالخصوص فاطمہؓ کے لئے رسُول کریمؐ کا فراق تو اور

بھی مصیبت خیز تھا۔ کیونکہ حضور نبی کریم صلعم حضرت فاطمہؓ سے بے حد محبت فرمایا کرتے تھے۔ اور ان کو اپنے جگر کا ٹکڑا کہا کرتے تھے۔ اب جناب سیدہؓ کو غم کا روگ لگ گیا۔ اور حضور نبی کریم صلعم کی رحلت کے بعد ہی گویا بیمار ہو گئیں چھ مہینے زندہ رہیں لیکن کسی نے آپؓ کو ایک دن ہنستے بولتے نہ دیکھا۔ سچ ہے دل کا داغ بُرا ہوتا ہے۔ آخر آدمی کو گھلا دیتا ہے۔ بچے جو نانا جان کا صدمہ دیکھ کر پہلے ہی پژمردہ تھے۔ اب ماں کی بیماری اور افسردگی سے اور بھی سہمے جاتے تھے۔ ہر وقت اُداس رہا کرتے تھے۔ حیدر کرارؓ علیحدہ پریشان تھے۔ دین و دُنیا کے مددگار اور پُشت و پناہ کی جُدائی کا پہاڑ سر پر ٹوٹ چکا تھا ڈرتے تھے۔ کہ کہیں یہ ہمدرد بھی تنہا چھوڑ کر رخصت نہ ہو جائے! جناب علی (کرم اللہ وجہہ) اب حضرت سیدہؓ کو غمگسار اور دمساز بیوی ہی نہیں بلکہ رسُول اکرم صلعم کی نشانی بھی سمجھتے تھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت سیدہؓ کی وفات پر سخت رنج ہُوا چنانچہ آپؓ ہمیشہ ان کی قبر کی زیارت کو جایا کرتے ایک دفعہ قبر پر آپ رو رو کر یہ اشعار پڑھتے تھے ؎

اری علل الدنیا علی کثیرۃ	وما حبھا حتی الممات علیل
لکل اجتماع من خلیلین فرقۃ	وکل الذی دون الفراق قلیل
وان افتقادی فاطمًا بعد احمدٍ	دلیل علی ان لا یدوم خلیل

(۱) مَیں اپنے اوپر دنیا کی بہت سی بیماریوں کو دیکھتا ہوں اور ان بیماریوں والا شخص (خود) مرتے دم تک بیمار رہے گا۔

(۲) جہاں کہیں دو دوست ہیں بالآخر ان میں جُدائی ہوگی اور تمام مصیبتیں جدائی کے صدمہ سے کم ہیں۔

(۳) رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میرا فاطمہؓ کو کھو دینا اس امر کی دلیل ہے

کہ کوئی پیارا دوست ہمیشہ ساتھ نہیں رہ سکتا ۔

صاحب نفریح الاذکیا لکھتے ہیں۔ کہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ بیمار نہیں ہوئیں بلکہ انتقال کے روز علی الصباح خلاف معمول خوش و خرم اُٹھیں اور کنیز سے ارشاد فرمایا۔ کہ میرے نہانے کو پانی لاؤ۔ اُس نے تعمیل حکم کی حضرت سیدہؓ نے بڑے تکلف سے غسل فرمایا۔ اور پاکیزہ و لطیف کپڑے پہنے اور اپنا ہاتھ رخسارہ کے نیچے رکھکر قبلہ رُو لیٹ گئیں۔ اور ارشاد فرمایا۔ کہ میں اپنی جان خداوند جان آفرین کے سپرد کرتی ہوں۔ اب کوئی شخص مجھ کو نہ بُلائے۔ اور مجھے اِسی حال میں اِسی جگہ دفن کیا جائے۔ جب علی مرتضےٰؓ گھر میں تشریف لائے تو اُنہوں نے آپؓ کی وصیت کے مطابق تعمیل کی۔ مگر ابن جوزی اور دیگر ائمہ اہل حدیث نے اس روایت کو موضوعات میں شمار کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ سیدہؓ نے وقتِ نزع اسما بنتِ عمیسؓ زوجہ امیر المومنین حضرت صدیق اکبرؓ سے فرمایا کہ میرے تدفین میں پردہ کا پورا لحاظ رکھنا۔ اور سوائے اپنے اور شیر خداؓ کے اور کسی سے میرے غسل میں مدد نہ لینا۔ تدفین جنازہ کے وقت زیادہ ہجوم اور بھیڑ بھاڑ نہ ہونے دینا۔ طبقات ابن سعد اصابہ اور اسد الغابہ (صفحہ ۱۲۷) میں بھی آپؓ کے انتقال کے متعلق یہی واقعہ ہے ۔

اُس زمانہ میں عورتوں کے جنازے کو بھی اسی طرح لیجاتے تھے۔ جیسے آجکل مردوں کے جنازے کو لیجاتے ہیں کوئی پردہ نہ ہوتا تھا حضرت سیدہؓ کو اس بات کا بڑا فکر تھا۔ آپؓ سوچا کرتی تھیں کہ میرا جنازہ باہر جائیگا اور لوگ دیکھیں گے آپؓ کی حیا و عفت کو یہ بے پردگی کچھ ناگوار سی گذرتی تھی انتقال سے کئی روز پہلے بی بی اسماءؓ سے اسکا ذکر کیا۔ اُنہوں نے کہا کہ میں نے حبشہ میں دیکھا ہے کہ عورت کے جنازے پر درخت کی نرم شاخیں باندھ کر ایک ڈولے کی صورت پردہ ڈالنے کیلئے

بناتے ہیں۔ جس سے نقش نظر نہیں پڑتی (جسکو گھوارہ کہتے ہیں) پھر بی بی اسماءؓ نے اس گہوارہ کی شبیہ بنا کر دکھائی۔ اِسے دیکھ کر جناب فاطمہؓ بہت خوش ہوئیں۔ اور اسماءؓ سے کہا کہ میرے انتقال کے بعد تم ہی مجھ کو غسل و کفن دینا۔ اور جیسا تم نے دکھایا ہے میرے جنازے پر ضرور اسی قسم کا پردہ بنا دینا۔ یہ پردہ سب سے پہلے آپؓ کی میت پر بنایا گیا اور آپؓ کے بعد حضرت زینب بنت کی میت پر (اصابہ) سرکار عالیہ کو یقین ہو چکا تھا کہ اب میں بہت جلد اپنے شفیق باپؐ کے پاس جانیوالی ہوں۔ چنانچہ وفات رسولؐ کو ابھی پورے چھ مہینے بھی نہیں گذرے تھے کہ جناب سیدہؓ نے بھی حجاب ظاہری اختیار فرمایا۔ رمضان المبارک کی تیسری تاریخ سنہ ۱۲ ہجری اور سہ شنبہ کی رات تھی کہ رسولؐ کا جگر گوشہ رسولؐ سے جا ملا! انا للہ وانا الیہ راجعون جناب علیؓ شیر خدا تھے صفدر جرار تھے۔ حیدرؓ کرار تھے۔ دنیا کی کوئی طاقت دشمنوں کی کوئی تکلیف ان کو افسردہ و دلشکستہ نہیں کر سکتی تھی۔ مایوسیاں انکے عزم صادق سے ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش ہو جاتی تھیں۔ لیکن اس صدمۂ جانکاہ سے ان کا جگر بھی چاک اور سینہ پارہ پارہ ہو گیا۔ معصومین حسنینؓ کی مصیبت کا تو پوچھنا ہی کیا ہے؟ فاطمہؓ کی وصیت کے موافق حضرت علیؓ نے غسل و کفن کا انتظام کیا۔ اور اسماءؓ نے غسل و کفن دے کر پورے پردہ کا سامان کر دیا۔ اسوقت عائشہ صدیقہؓ تشریف لائیں مگر اسماءؓ نے یہ کہکر روک دیا کہ فاطمہؓ نے اور سب کے آنے کی ممانعت کر دی تھی۔ عائشہؓ کو اس سے رنج ہوا۔ اور اپنے والد ابوبکر صدیقؓ سے جاکر شکایت کی۔ کہ آپؓ کی بی بی نے مجھے فاطمہؓ کے پاس نہ جانے دیا۔ عائشہؓ نے یہ بھی کہا کہ اسماءؓ فاطمہؓ کے جنازہ پر دلہنوں کے ڈولے کی طرح کوئی چیز باندھ رہی ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ اسی وقت آئے اور دروازہ پر پکار کر کہا کہ یہ کیا غضب

کرتی ہو؟ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں کو بھی انکی بیٹیوں کے پاس نہیں آنے دیتیں اور جنازہ پر کوئی نئی چیز بنا رہی ہو۔ اسماؓ نے ان سے بھی یہی عذر کیا کہ فاطمہؓ نے وصیت کر دی تھی کہ تم ہی غسل دینا۔ اور کسی کو نہ آنے دینا۔ میں کوئی نئی چیز جنازہ پر نہیں بنا رہی ہوں بلکہ حسب خواہش مرحومہ پردہ کا انتظام کر رہی ہوں۔ جناب صدیقؓ واپس چلے آئے اور بی بی اسماؓ کو اجازت دیدی کہ جس طرح فاطمہؓ کی وصیت ہے اُسی طرح کرو۔ جناب سیدہؓ کو بوجہ شرم و حیا پردہ کا بہت خیال تھا اس وجہ سے آپؓ نے یہ بھی آرزو فرمائی تھی اور حضرت علیؓ سے تاکید کر دی تھی کہ مجھے رات کے وقت دفن کیا جاوے چنانچہ رات ہی کو آپؓ کا جنازہ اُٹھایا گیا۔ اہل مدینہ کے قبرستان بقیع میں آپؓ دفن کی گئیں۔ جنازہ کی نماز حضرت علیؓ مرتضےٰ نے پڑھائی۔ چونکہ رات کا وقت تھا اسلئے جنازہ کی نماز میں بہت لوگوں کو شرکت کا موقعہ نہ مل سکا اور وابستگان سرکار رسالتؐ کو اس محرومی کا بہت ہی افسوس رہا + اور صدمۂ دل کے

طبقات ابن سعد (کتاب النساء) میں محمد بن موسیٰ سے روایت ہے کہ آپؓ کو حضرت علیؓ نے غسل دیا اور عبداللہ بن ابوبکر کی روایت ہے۔ کہ نماز جنازہ حضرت علیؓ نے پڑھائی۔ اور قبر میں اُتارنے کے وقت فضل ابن عباس ان کے مدد ہوئے۔ بقول امام شہاب الدین عسقلانی صاحب اصابہ غسل حضرت علیؓ نے اسماؓ بنت عمیس زوجہ صدیق اکبرؓ کے ساتھ مل کر دیا لیکن یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ کیونکہ اسوقت پردہ کا حکم نازل ہو چکا تھا اور اسماؓ

سلہ اس روایت سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کو آپؓ کے انتقال کی خبر نہ ہو گئی تھی اور نیز یہ کہ آپؓ اپنے مکان میں دفن نہیں ہوئیں کیونکہ اگر اپنے حجرہ میں دفن ہوتیں تو میت پر پردہ کا اہتمام کرنے کی کیا حاجت تھی (مذہب المقلوب اے دیار المحبوب مؤلفہ شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی)

یا ۲۷ دسمبر ۶۳۲ء کو رسول دنیا سے اٹھا اور مدینہ میں شب کی تاریکی میں حضرت فاطمہ بنت رسول خدا کو دفن کیا گیا

حضرت علیؓ کے روبرو نہیں جا سکتی تھیں۔ اصابہ میں لکھا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی وصیت تھی کہ ان کو خود حضرت علیؓ بامداد اسماؓ بنت عمیس غسل دیں۔ ایک روایت ہے۔ کہ ان کو بعد انتقال غسل نہیں دیا گیا۔ اور ان کی آخری وصیت کے مطابق کہ وہ خود باطمینان کامل غسل کر چکی تھیں وہی غسل کافی سمجھا گیا۔ امام صاحب ایک ضعیف روایت کے مطابق تحریر فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ حضرت ابابکر صدیقؓ نے پڑھائی۔ لیکن طبقات ابن سعد میں ہے۔ کہ جنازہ کی نماز حضرت عباسؓ نے پڑھائی تھی۔

ایک روایت ہے کہ آپؓ کا انتقال بعد از نماز شام ہوا۔ جنازہ پر ابوبکر۔ عباس۔ زبیر۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہم موجود تھے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ابابکرؓ ہم سب میں افضل ہیں وہ ہی نماز جنازہ پڑھائیں (تاریخ صفحہ ۲۷۸)

(از سید محمد نوح صاحب شہیر مچھلی شہری)

متفق اس پر ہیں اہلِ سیرت و اہلِ خبر
فاطمہ زہراؓ تھیں از بس عاشقِ زارِ پدر

جتنی مدت تک رہے بیمار ختم الانبیاؐ
آپؓ ہوتی تھیں نہ حضرت سے کبھی دم بھر جدا

رہتی تھیں مصروف ہر دم خدمتِ تیمار میں
دیتی تھیں راحت رسول اللہؐ کو آزار میں

کارِ تبلیغِ رسالتؐ پا چکا تھا سب نظام
دارِ فانی میں ٹھہر سکتے نہ تھے خیر الانامؐ

تھا خدائے دو جہاں مشتاقِ دیدار و لقا
ٹل نہ سکتا تھا کسی صورت سے وعدہ وصل کا

تھا یہی اب اقتضائے مرضیِ جاں آفریں
سرورِ کون و مکاں ہوں زینتِ خلدِ بریں

بڑھ گئی شدت مرض کی تپ زیادہ ہو گئی
دیکھ کر اس حال کو گھبرا گئیں بنتِ نبیؐ

موجزن سینے میں تھا دریائے سوز و التہاب
مضطرب دل ماہیِ بے آب ہو کر تھا کباب

جوئے اشک آنکھوں سے جاری متصل تھی دمبدم
خشک ہوتے ہی نہ تھے خوناب دل سے چشمِ نم

چونک کر جب غش سے آنکھیں کھولتے خیر الورا
دیکھتے عالِ سقیم حضرت خیر النساءؓ

صدمۂ لختِ جگر سے دل کو ہوتا تھا قلق
غم سے ہو جاتا تھا رنگِ چہرۂ پر نور فق

راویوں کا اتفاق اس پر مگر ہے بالیقیں
مرگِ ہمزہؓ کا سبب تھا سنج ختم المرسلینؐ

ایکدن باہر سے گھر میں آئے جب شیرِ خداؓ
دیکھا صاحبزادوں کو نہلاتی ہیں خیر النساؓ

سبزی کھا ہے لڑکوں کے کپڑوں کو جو بوسیدہ تھے
جامۂ کہنہ کی کرلی ہے مرمت پہلے سے

چہرۂ پُر نور پر بھی ہے بحالی کا اثر
آنسوؤں سے بھی ہے پاک و خشک بالکل چشمِ تر

خوش ہوئے دل میں امیر المومنینؓ یہ دیکھ کر
از رہِ اُلفت کہا اے دُخترِ خیر البشرؐ

للہ الحمد آج پاتا ہوں تمہیں میں کچھ بحال
ہے افاقہ غم سے تم کو یہ مسرت ہے کمال

ضبطِ گریہ کرکے بولیں فاطمہؓ اے بوالحسنؓ
بعد میرے رکھئے خوش حضرتؐ کو ربِ ذوالمنن

کوچ میرا آج اس دُنیا سے ہے جاتی ہوں میں
ہے یہی تو وجہ جو بچوں کو نہلاتی ہوں میں

دھوکے سر نہلا کے کپڑے بھی بدل دیتی ہوں آج
کون کل پوچھے گا ان بے ماں کے بچوں کا مزاج

کل کہاں میں ہونگی اور افسوس یہ بچے کہاں
یہ پکاریں گے کسے بعد آج کے پھر کہکے ماں

رکھنا شفقت کی نظر ان پر مدام اے بوالحسنؓ
بینے فاقوں میں انہیں پالا ہے باکرب و محن

ہمدمِ گور و کفن ہو جاؤں گی میں کل ضرور
عفو کردیں آپؓ مجھ کو گر ہوا ہو کچھ قصور

کچھ وصایا اور بھی فرما کے آخر میں کہا
شب کو لیجانا جنازہ میرا اے شیرِ خداؓ

دُور لاشہ رکھئے گا نامحرموں کے سامنے سے
کیجئے گا قبر میں مدفون اپنے ہاتھ سے

ہو گئے بیتاب یہ سُنکر علیِ مرتضےٰؓ
گھر گئے بندِ غم و آلام میں مشکل کشاؓ

رہ گئی باقی نہ دل میں طاقتِ صبر و قرار
باوجودِ سعیِ ضبطِ گریہ۔ روئے زار زار

کہتے تھے بعد از وفاتِ سرورِ دنیاؐ دیں
تم سے تھی اے فاطمہؓ تسکینِ خاطر بالیقیں

کچھ تشفی دل کو ہو جاتی تھی تم کو دیکھ کر
حیف صد حیف اب یہ صورت بھی نہ آئیگی نظر

پائیگا تسکین کس سے یہ دلِ اندوہگیں
کس طرح بہلے گا اے زہراؓ مرا قلبِ حزیں

بعد از تودیع باہم آہ یار نجِ و محن
ہو گئیں جانِ نبیؐ پھر داخلِ بیت الحزن

بند آنکھیں کر کے لیٹیں بستر اندوہ پر — باپ کے غم میں بآسانی گئیں جی سے گذر

اور سلیمیؒ کی روایت میں ہے یہ وارد ہوا — سیدہؓ نے غسل قبل از مرگ خود ہی کر لیا

کپڑے پاکیزہ پہن کر مجھ سے یہ تاکید کی — حاجتِ غسل و کفن مجھ کو نہیں باقی رہی

مرہنہ میت مری نہلانے کو ہونے نہ پائے — ستر عورت میں نہ بعد مرگ اصلا فرق آئے

کہکے یہ پھر رو بقبلہ لیٹیں فرشِ خواب پر — بالشِ سر کی نہ تھی حاجت پئے آرامِ سر

جائے تکیہ زیر روئے پاک دستِ راست تھا — باپ سے جنت میں جا کر مل گئیں خیر النساؓ

گھر میں آ کر جب علیؓ نے واقعہ یہ سب سنا — دفن بے غسل و کفن ہی شب کو جا کر کر دیا

دفن ہیں بنتِ نبیؐ ارضِ بقیع پاک میں — گوہرِ نایاب ہے پنہاں وہاں کی خاک میں

اے شہیر اب فرطِ غم سے تابِ گویائی نہیں
مرغِ بسمل ہو رہا ہے سینے میں قلبِ حزیں

یہ وہ رات تھی۔ کہ آسمان روتا تھا۔ زمین گریہ وزاری کرتی تھی فرشتے نالاں تھے جنگل میں آبادی میں جہاں دیکھو۔ وفات فاطمہؓ کا ماتم تھا۔ خانۂ علیؓ کی شمع کے گل ہو جانے کا ملال تھا۔ دنیا کی ہر چیز سوگوار نظر آتی تھی۔ ایک زمانہ میں کہرام مچا ہوا تھا۔ تمام اصحابِ رسولؐ مقبول اس غم کی وجہ سے ملول تھے اور سب کو رسالت پناہیؐ کی یاد نے بیقرار کر رکھا تھا۔ ہر شخص کے دل میں مرحومہ کے اخلاق۔ غربت و افلاس اور تقدس و عظمت کا احساس تھا کوئی دل ایسا نہ تھا جس میں آپؓ کی وفات نے ناسور نہ ڈال دیئے ہوں حسنینؓ کے چہروں پر زردی تھی۔ ان کے جگر میں یہ دوسری ٹھیس لگی تھی کبھی ان کو اپنے نانا کی شکل یاد آتی تھی۔ اور کبھی شفیق والدہ کا تصور بیقرار کرتا تھا یا اپنے مغموم باپؓ کو دیکھ دیکھ کر اور بھی پریشان ہوتے تھے۔ دنیا میں ان کو ہر طرف غم و الم ہی نظر آتا تھا حضرت علیؓ ان کو تسکین دیتے تھے کلیجے سے لگاتے تھے لیکن دل کی لگی بری ہوتی ہے

اِسکو کسی شفقت و لُطف کا پانی بجھا نہیں سکتا۔ متعلقین کے علاوہ وفات فاطمہؓ کی وحشت اثر خبر نے دُور نزدیک سب کو مُبتلائے غم کر دیا۔ کیونکہ مرحومہ کا اسوۂ حسنہ ایک عالم سے خراجِ عقیدت وصول کر چکا تھا۔ اور خواتین اسلام سرکار عالیہ سیدہؓ کو اپنے سر کا تاج سمجھتی تھیں! کیا ہُوا اگر آج دُنیا میں جگر گوشۂ رسولؐ موجود نہیں ہے انکی سیرت کا پھُول وہ سدا بہار پھُول ہے جسکی خوشبو (انشاءاللہ) قیامت تک باقی رہیگی ہمارے تدبر و تتبع کے لئے خاتونِ جنت کی لائف میں سب کچھ ہے!

(از مولانا سیماب وارثی اکبر آبادی)

اُفقِ دہر سے شب فام گھٹا اُٹھی ہے — بحرِ ہستی سے عجب موجِ بلا اُٹھی ہے
ہر طرف خاک اُڑانے کو صبا اُٹھی ہے — ساتھ لیتی ہوئی طوفانِ فنا اُٹھی ہے
ہے قیامت کا گماں یورشِ آثار ہے یہ
کچھ خبر ہی نہیں دن ہے کہ شبِ تار ہے یہ

شب ویچور پکاری یہ بلا کا دن ہے — آج جمعیتِ اسبابِ فنا کا دن ہے
کشتگانِ رہِ تسلیم و رضا کا دن ہے — رحلتِ بنتِ رسولِ دوسرا کا دن ہے
آج مٹتی ہوئی آتی ہے نظر شانِ حجاز
آج ہاتھوں میں قضا کے ہے گلستانِ حجاز

غُل مدینے میں ہے دلبند نبیؐ جاتی ہیں — قوتِ روحِ علیؓ جانِ علیؓ جاتی ہیں
نوبہارِ چمنِ مطلبی جاتی ہیں — فاطمہؓ بنتِ رسولِ عربی جاتی ہیں
اس خبر سے ہیں دل افگار مدینے والے
نظر آتے ہیں عزادار مدینے والے

اک طرف حضرتِ عثمانِ غنیؓ روتے ہیں — اِک طرف حیدرِ کرارِ علیؓ روتے ہیں
سر جھکائے ہوئے بوبکرؓ کبھی روتے ہیں — جب عمرؓ روتے ہیں آنسو تو سبھی روتے ہیں

آئی ہے دینے کو پُرسا شبِ رحلت کس کو
ماتم فاطمہ زہراؓ سے ہے فرصت کس کو

دیکھتے ہیں جو وہ مادر کا جنازہ جاتا — حال بچوں کا کسی سے نہیں دیکھا جاتا
قلمِ چاک جگر سے نہیں لکھا جاتا — نہ سنبھلتا جو مرا ہاتھ، تو غش آجاتا

اپنا سر پھوڑتے ہیں چاک گریباں والے
اپنی اماں کو کھڑے روتے ہیں اماں والے

چشمِ دربار سے جاری ہیں برابر آنسو — دامنِ تر سے ٹپک پڑتے ہیں اکثر آنسو
کس قدر گرم ہیں اللہ اکبر آنسو — خشک ہو جاتے ہیں گرتے ہی زمین پر آنسو

یہ سبب ہے جو تڑپتی ہوئی فریاد نہیں
ابھی بچے ہیں انہیں طرزِ فغاں یاد نہیں

نام لے لے کے یہ زہراؓ کا جو چلاتے ہیں — سننے والوں کے کلیجے بھی پھٹے جاتے ہیں
کاہشِ حسرت و اندوہ سے گھبراتے ہیں — جسم ننھے سے سنبھلتے نہیں تھرّاتے ہیں

لوگ جب روتے ہوئے پاس سے ہٹ جاتے ہیں
دونوں زہراؓ کے جنازے سے لپٹ جاتے ہیں

رو کے کہتے ہیں کہ اماں یہ ارادہ کیا ہے — آپ رخصت ہوئی جاتی ہیں یہ سوچا کیا ہے
تمہیں معلوم نہیں حال ہمارا کیا ہے — ہم ہوئے جاتے ہیں بے ماں کے یہ نقشہ کیا ہے

اب دکھائیں گے کہو حالِ پریشاں کس کو
تم تو جاتی ہو کہیں گے مگر اماں کس کو

جمع ہیں خانۂ زہراؓ میں جو اصحابِ نبیؐ — دیکھی جاتی نہیں اُن سے یہ تڑپ بچوں کی
چاہتے ہیں وہ بہر نوع تسلی کرنی — ہے مگر ان کی زبانوں پہ وہی "یا اُمتی"!
پھول سے گال تپِ غم سے ہیں مُرجھائے ہوئے

باپؐ دونوں کو کلیجہ سے ہیں لپٹائے ہوئے

ہے یہ ہاتف کی ندا خُلد سے حوریں آئیں — اک کفن حُلّۂ فردوس سے لیتی جائیں
آبِ سرچشمۂ کوثر سے اُنہیں نہلائیں — ساتھ تا خُلد رہیں لاش کے ڈالیں باہیں

نُور چھا جائے نقابِ رُخِ روشن بن کر
آئیں یُوں حجلۂ فردوس میں دُلہن بن کر

رات کے پردے میں زہراؓ کا جنازہ نکلا — غُل فرشتوں میں ہُوا لاشۂ زہراؓ نکلا
سو حجابوں میں نہاں آپؐ کا ڈولا نکلا — نام کو بھی نہ کوئی چرخ سے تارا نکلا

سختیاں دیدۂ نظارہ پہ تھیں آئی ہوئی
پُتلیاں آنکھ میں پھرتی تھیں تو پھرائی ہوئی

لاش جب روضۂ اطہر کے برابر آئی — پیشوائی کے لئے روحِ پیمبرؐ آئی
مرقدِ پاک سے آواز یہ باہر آئی — فاطمہؓ! جو تری امید تھی وہ بر آئی

شاق گذری تھی تری جان کو فرقت میری
کھینچ لائی تجھے دنیا سے محبت میری

چین کر جنّتِ فردوس میں لیلائے ارم — تو ہے خاتونِ جناں زینتِ اقصائے ارم
آ! کہ ہے تشنۂ دیدار تماشائے ارم — تیرے پرتو سے منوّر ہو تجلّائے ارم

شکر کرتا ہے ادا جلوۂ ممنونِ بہشت
خُلد میں رہ کہ ترا نام ہے "خاتونِ بہشتؐ"

امام جلال الدین سیوطی خصائص کبریٰ میں لکھتے ہیں:-

ابونعیم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے "کہ جس وقت قیامت کا دن ہوگا سب سے پہلے میں پل صراط سے گذروں گا۔ پھر کہا جائیگا کہ اے اہل محشر تم اپنی آنکھیں بند کر لو تا کہ فاطمہؓ بنت

محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم گزر جاویں وہ ایسی شان سے صراط سے گذریں گی کہ دو سبز چادریں اوڑھے ہوں گی +

ابو نعیم نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہے۔ آپؐ فرماتے تھے کہ جس وقت قیامت کا دن ہوگا۔ حجابوں کے اُس طرف سے ندا کرنے والا منادی کرے گا۔ اے لوگو اپنی آنکھیں چھپالو اور اپنے سر نیچے کرلو۔ اس لئے کہ فاطمہؓ بنت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم صراط سے گذر کر جنت میں تشریف لیجاتی ہیں +

مسلمؒ نے انسؓ سے روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب سے پہلے میں جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔ اور سب سے پہلے جنت کے دروازہ پر آؤں گا۔ اور اُس کو کھلواؤں گا۔ خازن جنت پوچھے گا آپؐ کون ہیں۔ میں کہوں گا محمدؐ۔ خازن جنت کہے گا کہ آپؐ کے لئے مجھ کو حکم دیا گیا ہے۔ اور آپ سے پہلے میں کسی کے واسطے دروازہ نہ کھولوں گا۔ آپؐ کے بعد بروایت ابو ہریرہ خاتون جنتؓ فردوس بریں میں داخل ہوگی +

حضرت سیدہ فاطمہ زہراؓ کے مقامات دفن بہ اختلاف روایات چار بتائے جاتے ہیں۔ ایک پشت قبر حضرت رسالت مآبؐ پر مسجد نبویؐ کے اندر یہاں بلا اختلاف سُنّی شیعہ سب لوگ زیارت کرتے ہیں۔ یہاں قبر کی جگہ بنی ہوئی ہے۔ کتبہ بھی لکھا ہُوا ہے اور دروازہ بھی جُدا بنا ہُوا ہے۔ ایک نامعلوم مقام درمیان منبر و روضہ شریف حضرت سرور کائناتؐ کے بیان کیا جاتا ہے یہاں صرف شیعہ لوگ زیارت پڑھتے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق آپؓ کا مدفن روضۂ اہلبیت میں ہے یہ روضہ مبارکہ جنت البقیع میں ایک سادہ گنبد ہے جس کی عمارت زیادہ شاندار نہیں اندر نقاشی کا کام ہے چھت ضریح پر زربفت کا کپڑا ہے حضرت فاطمہ زہراؓ

مزار کے برابر دیوار پر نہایت قیمتی طلائی کام کی چادر آویزاں ہے جو کئی ہزار روپیہ میں تیار ہوئی ہوگی۔ عمارت کے باہر دروازہ پر یہ شعر لکھا ہے ؎

لی خمسۃ اطفی بھا حر الوباء الحاطمہ
المصطفیٰ والمرتضیٰ وابنا ھما والفاطمہ

روضۂ شریف کے اندر حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا مزار مبارک جانب غرب ایک گوشہ میں اونچی جگہ پر واقع ہے ۔

چوتھی روایت کے مطابق آپ بیت الحزن میں مدفون ہیں۔ جو مقبرۂ بقیع کی پشت پر کوئی ۲۰ قدم کے فاصلہ پر وہ مقام ہے جہاں بعد وفات حضرت رسالت مآب صلعم حضرت فاطمۃ الزہراؓ آکر رویا کرتی تھیں۔ چونکہ اس جگہ اُس زمانے میں جنگل تھا۔ اور آپؓ تخلیہ میں رونا پسند فرماتی تھیں اسلئے گھر سے یہاں رویا کرتی تھیں۔ اسلئے اس جگہ کا نام بیت الحزن قرار پایا۔ اور اس یادگار میں حضرت علیؓ نے خاتون جنتؓ کے انتقال کے بعد یہاں ایک مسجد تعمیر کرادی۔ یہاں ایک مقام دو گز لمبا ایک گز چوڑا اور سوا گز اونچا بنا ہے جس کا دروازہ آہنی ہے اور اوپر سبز مخمل کا غلاف پڑا ہوا ہے گنبد حضرت سیدہؓ کے گرد بہت سے اشعار درج ہیں۔ جن میں سے حسب ذیل اشعار لکھے جاتے ہیں ؎

سألتك یا ربی لخیر بریۃً ۔۔۔ محمدن الذی لشفاعت ملۃٍ
بفاطمۃ الزھراء البتول رضیؓ ۔۔۔ ابن عبد المطلب جلاء لکل ظلمۃٍ
سبطی رسول اللہ مع زین عابد ۔۔۔ فکن لی بشاراً مفرح کربۃً
محمد الباقر والصادق ابنہ ۔۔۔ یغاث لھم عنہ الامور اتھمۃ
فقد قال خیر الخلق افضل مرسل ۔۔۔ علیکم بحبل اللہ والعترتی
تجتھم اللطف لی ومن ھو زائرٌ ۔۔۔ رأمی وابی وکل عصبتی

والف صلوٰۃ والف تحیۃ الیٰ خیر مبعوث الی خیر امتی
واخیار واصحاب لہم وموالیا علیہم سلام اللہ فی کل لحظۃ

ترجمہ:- اے میرے پروردگار میں تیری بہترین مخلوق محمدؐ کے نام سے قوم کی شفاعت کے لئے التجا کرتا ہوں اور فاطمہ زہراؓ بتول اور عباسؓ ابن عبدالمطلبؓ کے نام سے جو ہر تاریکی کے منور کرنے والے ہیں ✦

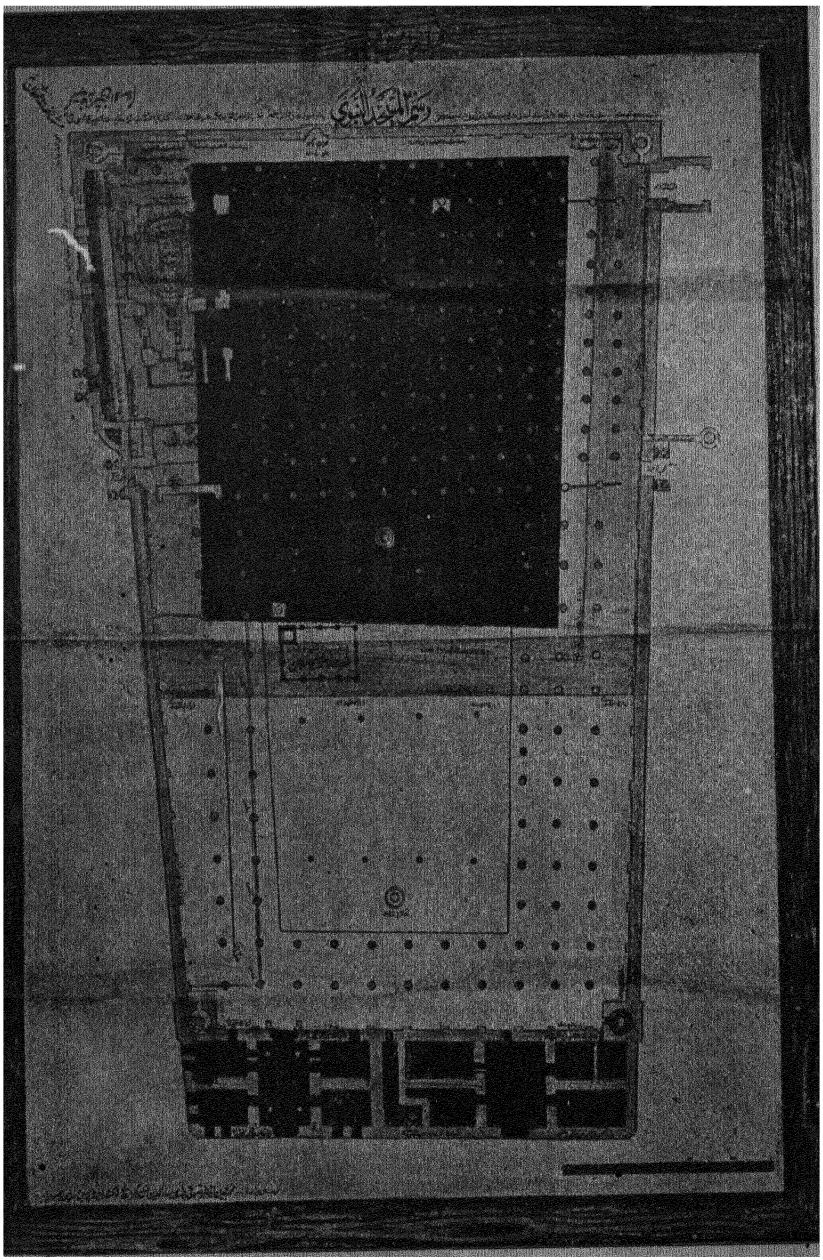
اور رسول اللہ صلعم کے دونوں نواسوں اور حضرت زین العابدینؓ کے نام سے کہ میرے عیبوں کو ڈھانپ اور میری تکلیف کو دور کر دے ✦

اور محمد باقرؓ اور ان کے فرزند صادق کے نام سے جن کے نام سے ہر سختی کے وقت فریاد کی جاتی ہے ✦

بیشک بہترین خلق اور سب رسولوں سے افضل (حضرت سرور کائنات محمد رسول اللہ صلعم) نے فرمایا ہے کہ تم پر لازم ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کی رسی اور میری عترت کو مضبوط پکڑو ✦

ان کے حق کا واسطہ دیتا ہوں۔ کہ تو مجھ پر۔ اور زائروں پر اور میرے ماں باپ اور کل دوستوں پر مہربانی فرما ✦

اور ہزاروں درود اور ہزاروں سلام بہترین رسول پر بہترین اُمت پر مبعوث ہوں اور ان کے بہترین اصحاب اور احباب پر خدا کا سلام ہر لحظہ



نازل ہوتا رہے ✣

تبرکاً و تیمناً کتاب کے ساتھ جنت البقیع کی عکسی تصویر لگا دی گئی ہے جس کے پاس ہی مسجد بیت الحزن نظر آ رہی ہے۔ مسجد نبویؐ کا جو سطحی خاکہ اس کتاب کے ساتھ ہے۔ اس میں حضرت عمرؓ کے مزار کے جانب جنوب خاتون جنتؓ کا مزار نظر آتا ہے۔ مسجد نبویؐ کی پہلی حد (جو حضرت سرور کائنات صلعم کے وقت میں تھی اور جس کا پورا رنگ دار مفصل نقشہ کارخانہ صوفی پنڈی بہاؤالدین سے ایک روپیہ پر دستیاب ہو سکتا ہے) کے باہر جنوب کی طرف بستانِ فاطمہؓ کے نام سے ایک جگہ نظر آئے گی جو بیر اباپ یا بیر فاطمہؓ کے پاس ہے ✣

اس میں چند کھجور کے درخت ایک بیر اور ایک املی کا درخت ہے مشہور ہے کہ اس مکان میں بعد نکاح حضرت فاطمۃ الزہراؓ اور حضرت شیر خداؓ رہا کرتے تھے۔ یہی مکان ہے جو آنحضرت صلعم کی خانہ شنودی حاصل کرنے کی غرض سے حارثہ نے حضرت علی مرتضیٰؓ کو عطا کیا تھا ✣

پنجاب کے مشہور ہندو شاعر چودھری دلورام صاحب کوثری نے مزار حضرت فاطمۃ الزہراؓ اور جنت البقیع کے متعلق ایک موثر نظم لکھی ہے۔ جو ذیل میں درج کی جاتی ہے ؎

کیا جنت البقیع کی شانِ رفیع ہے — برجِ فلک ہر ایک مزارِ بقیع ہے
چھپ جائے عرش جس میں وہ دامن وسیع ہے — بارہ مہینے سیرِ بہارِ ربیع ہے
خلدِ نہم جہاں میں یہی ارضِ پاک ہے
کحل البصر یہیں کی زمانے میں خاک ہے

مدفون جو یہاں ہے وہ غم سے ہے رستگار — دوزخ کا کچھ عذاب نہ مرقد کا کچھ فشار
برزخ کا ہے زمانہ یہاں موسم بہار — جنت کے نور کا ہے اسی خاک پر قرار

اس سے دکان دور ہے دنیائے زشت کی
سرحد ملی ہوئی ہے اسی سے بہشت کی

ہے جنت البقیع کی جنت کو جستجو — مٹی میں عطر کی بھی بسی ہے یہیں کی بو
اس خاک پاک کی ہے دو عالم میں آبرو — زمزم کو اس کی چاہ ہے کوثر کو آرزو

ذرہ ہے آفتاب اسی ارض پاک کا
صدقہ یہ ہے تمام بزرگوں کی خاک کا

مٹی میں اسکی مٹی بزرگوں کی ہے ملی — حرمت ہے اس کی پیش خداوند ایزدی
مشتاق اسکے رہتے ہیں قدسی و جنتی — اس کی ہوا کا بھوکا ہے ایک ایک کوثری

پڑتی ہے اس پہ چشم امل جبرئیل کی
اس خاک میں صفا ہے مئے سلسبیل کی

ہے اس زمیں کا پیش خدا مرتبہ بڑا — لکھا ہے ایک کافر صد سالہ جو مرا
گذرا جنازہ پاس سے اس شخص غیر کا — خاک بقیع اڑ کے کفن پر پڑی ذرا

دوزخ میں خاک پاک کا جانا محال تھا
کافر کا باغ خلد بھی پانا محال تھا

کہتی تھی خاک پاک کہ ناجی تو ہو چکا — کہتا تھا کفر لے کے جہنم میں جاؤں گا
کفر اور خاک پاک میں جھگڑا جو یوں پڑا — آخر خدا نے لطف سے زندہ اسے کیا

آئی ندائے غیب کہ کیا پیچ پڑ گیا
کلمہ تو پڑھ کہ تیرا نصیب آج لڑ گیا

کلمہ پڑھا نبیؐ کا جو بخشش کی چاہ میں — تخفیف ہو گئی وہیں جرم و گناہ میں

جنت البقیع کا سطحی خاکہ



(۱) قبہ مزار حضرت ابراہیم بن رسول اللہ ہیں عثمان بن مظعون۔ عبدالرحمن بن عوف۔ سعد بن وقاص۔ عبداللہ بن مسعود۔ سعد بن دراہ بھی دفن ہیں۔

(۲) قبہ مزار حضرت عائشہ صدیقہ میں حضرت صفیہ حضرت زینبؓ۔ حضرت ام سلمہ۔ حضرت ماریہ قبطیہ حضرت سودہؓ۔ حضرت مفضہؓ۔ حضرت ام کلثوم۔ امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ

اہلبیت اور حضرت فاطمہ عتہ بنت امام حسینؓ کے مزارات ہیں حضرت ام سلمہؓ و ام حبیبہؓ کے مزارات ایک قول کے مطابق اسی قبہ میں ہیں لیکن تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ دمشق کے مقبرہ باب الصغیر میں مدفون ہیں (۳) قبہ مزارات عمات النبی صلعم ہیں حضرت زینب حضرت رقیہ دختران نبی صلعم مدفون ہیں

مقبول ہوگیا وہ حضورِ الٰہی میں رستہ ملا بہشت کا دوزخ کی راہ میں
اُس کو نہ پھر ہوا ہوئی دُنیائے زشت کی
مُندتے ہی آنکھ کھُل گئی کھڑکی بہشت کی

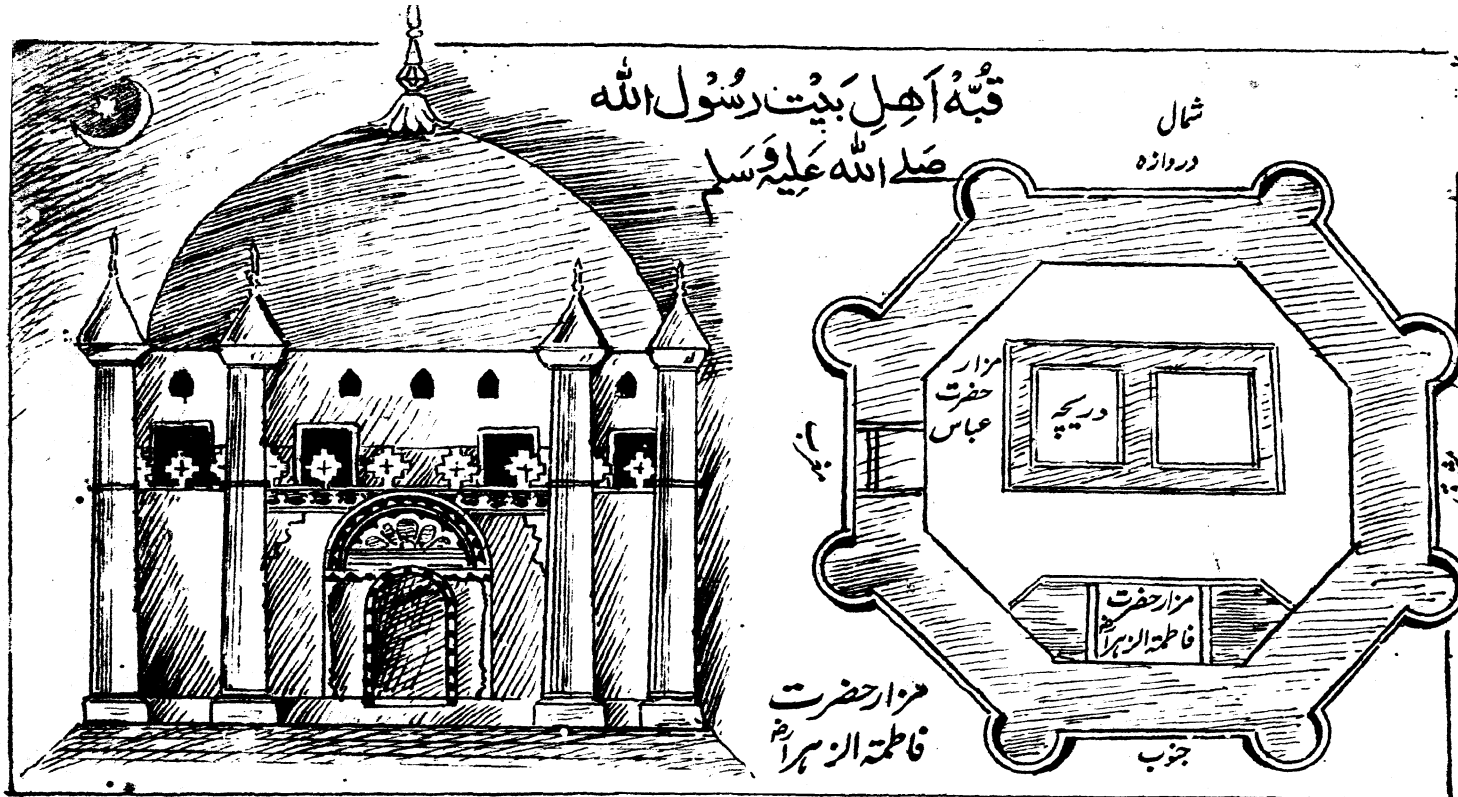
مرنے کے بعد کیا ہُوا حق اُس پہ مہرباں آئی بہار اُس کے چمن میں پسِ خزاں
ہے جنت البقیع کی برکت یہ بیگماں ہاں جنت البقیع بھی جنت کا ہے نشاں
یہ ارضِ پاک آفتِ دُنیا سے پاک ہے
کیونکر نہ پاک ہو کہ بزرگوں کی خاک ہے

ہے جنت البقیع بزرگوں کی یادگار ہیں اہلبیت پاک کے اکثر یہیں مزار
قبرِ جنابِ فاطمہؓ زہرا کے میں نثار جس پر ہے اِسکے فضل و فضائل کا انحصار
شامل جو اس میں خاک ہے آلِ رسولؐ کی
اِسواسطے خدا نے یہ حرمت قبول کی

قبرِ حسنؓ یہیں ہے نہیں اس میں کچھ کلام زین العبا کا بعد قضا ہے یہیں قیام
مدفوں یہاں ہیں باقرؒ و جعفر سے دو امام کچھ اور بھی ہیں تربتِ ساداتِ نیکنام
اصحابِ مصطفےٰؐ بھی یہاں دفن چند ہیں
قبروں کے جن کی اِس سے مراتب بلند ہیں

کہتے ہیں سیدہؓ کا یہاں ہے جہاں مزار کرسی و عرش اُس کی فضیلت پہ ہیں نثار
میدانِ حشر ہوگا اُسی جا سے آشکار یاں کیوں نہ بچھے تختِ خداوندِ روزگار
دربارِ ذوالجلال مقامِ بقیع ہے
کیا جنت البقیع کی شانِ رفیع ہے

سب کچھ یہ فاطمہؓ کا تصدق ہے بیگماں ورنہ کبھی تھے اِس پہ مزارِ یہود یاں
قبرِ جنابِ فاطمہؓ کے چند ہیں نشاں جن میں سے اِس جگہ بھی علامت ہے کچھ عیاں


قبۂ اہلِ بیت رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم
شمال
دروازہ
مزار
حضرت
عباس
دریچہ
مشرق
مزار حضرت
فاطمۃ الزہرا رضہ
جنوب
مزار حضرت
فاطمۃ الزہرا رضہ

اغلب یہی ہے قبر یہیں ہے بتولؓ کی
یا پاس ہے رسولؐ کے بیٹی رسولؐ کی

کیا صبغۃ الرسولؐ کی شانِ جلیل ہے — بابا رسولؐ پاک ہے دادا خلیلؑ ہے
عیسےٰ بھی ایک اُن کی شفا کا علیل ہے — رکھ اعتقاد کیوں تجھے فکرِ دلیل ہے

نورِ دلِ فلک درِ زہراؓ کی خاک ہے
پڑھتا یہاں درود خداوند پاک ہے

تقطیعِ شعر میں تجھے ہر دم یہی ہے دُھن — مفعول فاعلات مفاعیل فاعِلن
شاہوں کے وصف و ذکر میں کھوتا ہے کیوں سخن — ہاں آلِ مصطفےٰؐ کے مناقب ذرا تو سُن

پایا ہے کس نے پایا جو پایہ بتولؓ نے
فرمایا کس کو اُمِّ ابیہا رسولؐ نے

حقّا بہارِ باغِ نبوّت ہے فاطمہؓ — زینت دہِ مقامِ امامت ہے فاطمہؓ
کوثر ہے جس کی کسرِ وہ کثرت ہے فاطمہؓ — نقدِ بہائے خلعتِ وحدت ہے فاطمہؓ

توحیدِ کردگارِ جنابِ بتولؓ ہے
اصل فروع اور وہ فرعِ اصول ہے

معصومہ ہے کہ حرمتِ حوّاؑ ہے فاطمہؓ — دنیا میں شاہزادیٔ دُنیا ہے فاطمہؓ
خاتونِ خُلدِ مریمِ کبریٰؑ ہے فاطمہؓ — صدیقہؓ ہے بتولؓ ہے زہراؓ ہے فاطمہؓ

سب عورتوں میں ایسی فضیلت کسی کی ہے؟
بیٹی نبیؐ کی اور وہ زوجہ علیؓ کی ہے

اُمّ الحسنؑ ہے مادرِ شبّیرؑ خوش شعار — القصّہ وہ ہے جدّۂ ساداتِ باوقار
زہراؓ کے ہو سکے نہ فضائل کا کچھ شمار — خوش جس سے فاطمہؓ ہے خوش اُس سے ہے کردگار

بندی بھی ہے خدا کی وہ نورِ خدا بھی ہے

وہ اشرف النساؑ بھی ہے خیر النسا بھی ہے

بابا ہے وہ کہ ختم رسلؐ جس کا ہے لقب — شوہر ہے وہ جہاں میں جو ہے سید العربؐ
بیٹے حسنؑ حسینؑ ہیں خادم ہیں جنکے سب — جز کار خیر جن کو نہ دنیا میں تھی طلب
شوہر سخی ہے خود بھی سخی ہے پسر سخی
واللہ فاطمہؓ کا ہے سب گھر کا گھر سخی

آئی ہے کس کو چادر تطہیر یہ کہو — عفت کا ملک کس کی ہے جاگیر یہ کہو
منظور حق کو کس کی ہے توقیر یہ کہو — بیٹے ہیں کس کے شبرؑ و شبیرؑ یہ کہو
تکریم کس کی گھر میں جناب علیؑ نے کی
تعظیم کس کی بر سر منبر نبیؐ نے کی

لکھا ہے یہ کہ جمع تھے اصحابؓ باوفا — وحی خدا سناتے تھے منبر پہ مصطفےٰؐ
سن تین سال کا تھا جناب بتولؓ کا — مسجد میں کھیلتی ہوئی آئیں وہ پارسا
بیٹی کو آپؐ دیکھ کے شاداں بڑے ہوئے
تعظیم فاطمہؓ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے

اصحابؓ نے جو دیکھا یہ الفت کا ماجرا — کی عرض یا نبیؐ ہمیں حیرت ہوئی سوا
تبلیغ چھوڑ کر ادب فاطمہؓ کیا — گبر و یہود طعن کریں گے یہ برملا
بیچین اسقدر ہیں جو بچوں کے پیار میں
تبلیغ کیا کرے گا وہ پھر روزگار میں

یہ سن کے درفشاں ہوئے یوں بادشاہ دیں — بیٹی سمجھ کے اپنی میں مطلق اٹھا نہیں
توحید ذوالجلال ہے زہراؓ یہ بالیقیں — وحدت کا پاس کرنا ہے اک فرض مرسلیں
توحید حق کا دل پہ اثر جب بڑا ہوا
احکام وحی چھوڑ کے میں اٹھ کھڑا ہوا

پیدا بزرگ ہونگے وہ بطنِ بتولؑ سے دُنیا کو پاک و صاف کرینگے جھول سے
ماہر وہ ہونگے جملہ فروع و اصول سے کام اُن کو ہوگا دینِ خدا و رسُولؐ سے
سر کو کٹا کے دین کو قائم کریں گے وہ
اور بھوکے پیاسے راہِ خدا میں مریں گے وہ

یہ رمز سُن کے ہوگئے اصحابؓ مطمئن پڑھنے لگے درود جواں اور سب مُسن
کہتے تھے بار بار یہی حور و انس و جن (صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ) +
یہ جس کی ہے ثنا وہ سپردِ بقیع ہے
کیا جنّت البقیع کی شانِ رفیع ہے

ہوگا جو روزِ حشر زمانے میں آشکار سب کو ملے گا حکمِ خداوندِ کردگار
سب اپنی اپنی آنکھیں کریں بند ایکبار اُٹھتی ہے اپنی قبر سے زہراؓ بوقار
جب تک یہ بہشت میں پہونچے بقیع سے
کھولے کوئی نہ آنکھ شریف و وضیع سے

القصہ اُٹھ کے فاطمہؓ اپنے مزار سے یُوں پھر کریں گی عرض وہ پروردگار سے
بہتر بقیع مجھ کو ہے باغِ بہار سے محفوظ یاں رہی ہوں عذاب و فشار سے
چھوڑونگی مَیں نہ اسکو مجھے اِس سے پیار ہے
آیندہ تو خدا ہے تجھے اختیار ہے

فرمائے گا خدا تری عرضی قبول کی بیٹی تو ہے ہمارے جنابِ رسُولؐ کی
پھر حکمِ حق یہ ہوگا نہیں بات طول کی جنّت ملے بقیع سے خاطر بتولؑ کی
تختہ ریاضِ خلد کا ارضِ بقیع ہے
کیا جنّت البقیع کی شانِ رفیع ہے

آپؓ کے اقوال

آپؓ کی کسی سہیلی نے ایک دفعہ آپؓ سے پوچھا۔ کہ چالیس اونٹ ہوں تو اُن کی زکوٰۃ کیا ہوگی۔ آپؓ نے فرمایا کہ تمہارے لئے چالیس میں سے ایک اور میرے مشرب میں پورے چالیس، یہی مذہب صدیق اکبرؓ کا تھا جب وہ سب کچھ لُٹا کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور جب حضورؐ نے ان سے پوچھا تھا۔ کہ ما ابقیت لاہلک اپنے اہل و عیال کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو۔ عرض کیا۔ اللہ اور اس کا رسولؐ۔ من لہ المولیٰ فلہ الکل۔

آنکس کہ ترا بخواست جاں راچہ کند　　فرزند و عیال و خانماں راچہ کند
دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی　　دیوانۂ تو ہر دو جہاں راچہ کند

حضرت سرور کائنات صلعم کی وفات پر جناب سیدہؓ نے یہ حسرت ناک شعر پڑھے تھے ؎

وا ابتاہ الی جبرئیلؑ مغاہ　　وا ابتاہ من ربہ مالوناہ

واحسرتا اے والد بزرگوار اب وہ وقت ہمارے سامنے ہے۔ کہ جبرئیل علیہ السلام آپ کی وفات کی خبر دیں۔

وابتاہ جنۃ الفردوس ماواہ . وابتاہ اجاب ربا دعاہ ؛

افسوس اے ابّا جان اب آپؐ اللہ تعالےٰ کی حضور میں تشریف لے جائیں گے اور جنّت الفردوس آپؐ کا مقام ہوگا ۔

بادا علی شم تربتہ احمدًا ان لا یشم بدالزمان عوالیہا

جو شخص احمدؐ کی قبر کی خاک سونگھے اس پر کیا حق ہے ۔ اس پر یہ حق ہے کہ تمام عُمر کوئی خوشبو نہ سونگھے ۔

جنّت علی مصائب موالنا جنّت علی الایام صراع لیالیا

مجھ پر وہ سخت مصیبت پڑی ہے کہ اگر وہ روز روشن پر پڑتی تو وہ کالی رات ہو جاتا ۔

(از عبدالمجید صاحب صدیقی وٹیرنیری گریجویٹ لاڑکانہ)

اِک دن رسُولؐ پاک نے زہراؓ سے یُوں کہا جانِ پدر بتاؤ ہے عورت کا وصف کیا
کرنے لگیں یہ عرض کہ یا سیّد الانامؐ ہوں بے شمار آپؐ پر اللہ کے سلام
عورت ہے وہ بنی رہے شوہر کی جو کنیز اولاد پر شفیق ہو رکھے انہیں عزیز
اللہ کی مطیع نبیؐ کی رہے غلام ہر دم ہو جسکو اپنے میاں کی خوشی سے کام
رکھے نگاہ نیچی وہ زینت کو بھی چھپائے خود غیر کو نہ دیکھے نہ غیر اس کو دیکھ پائے
زہراؓ ہی سے اُمید تھی ایسے جواب کی بیٹی تھیں وہ حضور رسالت مآبؐ کی

(احیاء العلوم باب النکاح)

ایک دفعہ آپؓ بیمار ہوگئیں ۔ لیکن حالتِ مرض میں بھی رات بھر عبادت میں مصروف رہیں ۔ حضرت علیؓ نماز صبح کے لئے مسجد میں تشریف لائے ۔ تو آپؓ نماز کو کھڑی ہوگئیں ۔

جب واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ آپؓ چکی پیس رہی ہیں اُنہوں نے

فرمایا۔ اے رسولؐ خدا کی لخت جگر اتنی محنت نہ کیا کرو تھوڑی دیر آرام کر لو۔ ایسا نہ ہو۔ کہ بیماری زیادہ بڑھ جاوے۔ فرمانے لگیں۔ یہ دونوں کام ایسے نہیں جن سے بیماری بڑھے۔ خدا کی عبادت اور آپؐ کی اطاعت مرض کا بہترین علاج ہے اور اگر ان دونوں عارضوں میں سے کوئی ایک موت کا باعث ہو تو ایسی موت سے بڑھ کر اور کیا تمنا کر سکتی ہوں جس پر ہزاروں زندگیاں قربان کرنی چاہئیں +

فتح مکہ سے پہلے جب مدینہ منورہ میں ابوسفیان کو اس کی حقیقی بیٹی اُم حبیبہ نے حضرت رسالت مآبؐ کے مصلّے سے یہ کہکر اُٹھا دیا کہ تم کافر ہو اور یہ جگہ پیغمبر آخر الزمان کے نماز پڑھنے کی ہے۔ اس پر تمہارا ناپاک جسم نہیں لگنا چاہئے تو وہ مایوس ہو کر حضرت فاطمہؓ کے گھر آیا اور امام حسنؑ کو گود میں اُٹھا کر کہنے لگا کہ اے بچے تو مجھے اپنی پناہ میں لے لے لیکن حضرت فاطمہؓ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔ کہ رسولؐ اکرم صلعم کی مرضی کے خلاف آج مدینہ منورہ میں کوئی شخص تم کو پناہ نہیں دے سکتا اُٹھ کر یہاں سے چلے جاؤ (الشامی صفحہ ۳۵۴) اگر تم کو اپنا بچاؤ منظور ہے تو علیؑ سے مشورہ کر کے خدمتِ نبویؐ میں حاضر ہو +



فضیلتِ حسینؑ

جناب حسین علیہ السّلام وہ مشہور شہید ہیں جن کی یاد قیامت تک مسلمانوں کو خون رُلائے گی اور جن کے فلسفۂ شہادت پر کچھ لکھے بغیر خاتون جنت کا مؤلف سیر نہیں ہوسکتا۔ فضائل اخلاق کا نمونہ اس سے اعلیٰ اور اشرف کیا ہوسکتا ہے؟ کہ مسلمانوں کے نبیؐ کا نواسہ جس کے آگے ہر مسلمان کا سر نیاز جھکنا چاہئے تھا اور جس کو ان سے بے انتہا اُمیدیں ہونی چاہئیں تھیں۔ وہ چند عزیزوں اور دوستوں کے سوا ہر مسلمان کو اپنے خون کا پیاسا دیکھتا ہے۔ ریگستانِ عرب کی لو اور گرمی ہے عورتیں، صغیر سن بچے، اور سارا کنبہ ہمراہ ہے۔ مدینے سے کوفے تک مہینوں کی راہ طے کرنی ہے جو اعوان و انصار بن کر ساتھ چلے تھے ان میں سے چند کے سوا سب ساتھ چھوڑ چھوڑ کر چل دیئے ہیں۔ جن لوگوں نے متواتر خط اور پیغام بھیج کر اور خدا رسولؐ کو درمیان دے کر نصرت و یاری کے وعدوں پر بلایا تھا وہ ان کو یک قلم منحرف و برگشتہ پاتا ہے اور اُس کی تمام اُمیدیں مبدل بہ یاس ہوجاتی ہیں باایں ہمہ وہ راضی برضا ہے۔ ہر حال میں خدا کا شکر کرتا ہے۔ اور اپنے ارادے پر ثابت قدم ہے جس شخص کے تسلط کو وہ ملک۔ قوم اور دین کے

حق میں مرض مہلک سمجھ کر اس کی بیعت سے انکار کر چکا ہے باوجود ان تمام شدائد کے اپنے انکار پر اسی طرح قائم ہے۔ دشمنوں نے کھانا اور پانی سب بند کر رکھا ہے۔ دریائے فرات آنکھوں کے سامنے بہہ رہا ہے۔ دشمنوں کے گھوڑے گدھے اونٹ تک اس سے سیراب ہوتے ہیں۔ مگر اس کا سارا کنبہ تین روز سے پیاسا ہے۔ اس کے ننھے ننھے بچے پانی کی ایک بوند کو ترستے ہیں۔ اور یہ سب کچھ اسلئے ہے کہ وہ ایک نالائق آدمی کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرتا۔ بالآخر وہ اپنے ارادے پر اسی طرح ثابت قدم ہے کسی سختی اور کسی مصیبت سے اس کے استقلال میں فرق نہیں آتا۔ اس کے یار اور مددگار کل ستر اور دو بہتر آدمی ہیں۔ اور ایک ٹڈی دل سے مقابلہ ہے۔ لڑنے میں اپنا اور سب عزیزوں اور دوستوں کا خاتمہ نظر آتا ہے۔ خیمے اور اسباب کا لٹنا باقیماندوں کا اسیر ہونا۔ عورتوں کی بے ردائی اور بادیہ پیمائی۔ یہ سب آفتیں گویا نظروں کے سامنے ہیں۔ مگر وہ ان سب کو ایک نالائق آدمی کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے بہتر سمجھتا ہے۔ اپنے بھائی۔ بیٹے۔ بھتیجے اور بھانجے کو نہایت اطمینان کے ساتھ مسلح اور آراستہ کر کے ایک ایک کو ہزاروں کے ساتھ لڑنے کے لئے بھیج رہا ہے اُن کے بازو تلواروں سے کٹتے ہیں اُن کے کلیجے برچھیوں سے چھدتے ہیں۔ ایک ایک کی لاش کاندھے پر رکھ کر لاتا ہے اور اپنے ہاتھ سے زمین میں دفن کرتا ہے خیمے میں عورتوں کے کہرام سے ہر وقت ایک قیامت برپا ہے بی بی۔ بیٹی اور بہنوں کی دلخراش صدائیں دل میں ناسور ڈال رہی ہیں چھ مہینے کا شیر خوار بچہ ایک بے رحم کا تیر کھا کر گود میں مرغ بسمل کی طرح تڑپ رہا ہے اس کے حلق سے خون کا فوارہ جاری ہے سب چھوٹے بڑے

تمام آچکے ہیں اور بچے بھی کوئی دم کا مہمان ہے۔ اب سب کے بعد اپنی باری نظر آتی ہے۔ اور پھر اہل بیت کے جہاز کا خدا کے سوا کوئی ناخدا نظر نہیں آتا۔ ان سب بلاؤں کا سامنا ہے اور مصائب اور آفات کی گھنگھور گھٹا چاروں طرف چھائی ہوئی ہے مگر ان میں سے کوئی چیز اس کے عزم و استقلال میں تزلزل پیدا نہیں کر سکتی۔ وہ کوہ راسخ کی طرح اپنے ارادے پر ثابت قدم ہے اور اپنے قول سے نہیں ہٹتا۔ وہ بیرحم لوگ جو ناناؐ کا کلمہ پڑھتے ہیں اور نواسے کے خون کے پیاسے ہیں جو چند نفوس کے مقابلے کے لئے ایک زبردست جمعیت کو ساتھ لے کر آتے ہیں۔ اور تمام طاقت اس بات میں صرف کر رہے ہیں۔ کہ جو ایذائیں اور تکلیفیں آدم سے تا ایں دم کسی ذی روح نے کسی ذی روح کو نہ دی تھیں وہ سب اپنے نبیؐ کے دلبندوں اور جگر کے ٹکڑوں پر ختم کی جائیں۔ جو حرص و طمع کے نشے میں دین و ایمان رحم و انصاف آدمیت و ہمدردی اور تمام انسانی فضائل سے دست بردار ہو کر خدا کا گھر ڈھانے یعنے خاندان نبوت کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے پر تیار اور کمربستہ ہیں نہ وہ ان کو بددعا دیتا ہے نہ ان کی شکایت کرتا ہے نہ ان پر غصے ہوتا ہے بلکہ نہایت ٹھنڈے دل کے ساتھ اپنے حقوق جن کے ماننے کا وہ دعوے کرتے ہیں ان کو جتاتا ہے اور ان کے فرائض جو خاندان نبوت کے ساتھ ان کو بجا لانے چاہئیں انہیں یاد دلاتا ہے چھوٹے سے بڑے تک ہر شخص کے دل میں یہ اُمنگ ہے کہ سب سے پہلے اپنی جان خاندانِ نبوت پر نثار کروں۔ باپ کی یہ خواہش ہے کہ تلواروں کے آتشین سمندر میں بھائی۔ بھتیجے اور بھانجوں سے پہلے اپنے جگر بند کو جھونک دوں۔ بھائی، بھائی اور بھتیجوں سے پہلے مرنے کو تیار، اور میدان جنگ کا خواستگار ہے۔

بھانجوں کی یہ تمنا ہے کہ ماموں اور ماموں کی اولاد پر سب سے پہلے ہم قربان ہوں۔ بھتیجے کی یہ آرزو ہے کہ چچا کا فدیہ سب سے پہلے میں بنوں۔ بہن کا یہ ارمان ہے کہ اپنے بچوں کو بھائی اور بھتیجوں پر قربان کر دے۔ بھائی اس فکر میں گھلا جاتا ہے کہ اگر بھانجے میری زندگی میں مارے گئے تو بہن کو کیا منہ دکھاؤں گا؟ چچا گو خود بھی تین دن کی پیاس سے بیقرار ہے مگر اپنی پیاس کی کچھ پروا نہیں کرتا۔ لیکن پیاسی بھتیجی کی بے قراری کسی طرح نہیں دیکھ سکتا وہ مشکیزہ گلے میں ڈال کر اور جان ہتھیلی پر رکھ کر دشمنوں کی صفیں چیرتا ہوا دریا میں گھوڑا ڈال دیتا ہے۔ دریا کا سرد اور شیریں پانی لہریں مار رہا ہے اور پیاس کے مارے آنکھوں میں دم ہے دل قابو سے باہر ہوا جاتا ہے دو چلو پانی میں پیاس بجھتی ہے مگر غیرت اور حمیت اجازت نہیں دیتی کہ ننھے ننھے بچوں کی پیاس بجھنے سے پہلے اپنی پیاس بجھا لے۔ وہ مشکیزہ بھر کر کسی طرح پیاسا دریا سے پھرتا ہے تاکہ جلدی جا کر بچوں کے حلق میں پانی چوائے لیکن دشمن نرغہ میں گھیر کر اس کے دونوں بازو کاٹ ڈالتے ہیں۔ اس پر بھی اس کو اپنے بازوؤں کا کچھ خیال نہیں۔ اگر ہے تو مشکیزہ کی فکر ہے۔ کہ مبادا پانی ضائع ہو جائے اور بچے پیاسے رہ جائیں۔ وہ سب حربے اپنے اوپر لیتا ہے مگر مشک پر آنچ آنے نہیں دیتا۔ جب تک کہ زخموں سے چور ہو کر گھوڑے سے نہیں گرتا۔ بیبیاں خاوند کو، مائیں بیٹوں کو قتل اور زخمی ہوتے دیکھتی ہیں مگر کوئی زبان سے اُف نہیں کرتی۔ اور منہ سے سانس تک نہیں نکالتی۔ صرف اس خیال سے کہ جس مربی اور سرپرست کی رفاقت میں وہ کام آئے ہیں۔ اس کے دل پر میل نہ آئے۔ اور وہ اپنے دل میں ہم سے محجوب نہ ہو! سب اُس کی اور اُس کی اولاد کی خیر مناتی

ہیں۔ اپنے بچھڑے ہوؤں کو کوئی یاد نہیں کرتی۔ دو صغیر سن بھائی ہیں جو صرف اس قصور پر کہ نبیؐ کے نواسے کے رشتہ دار ہیں حاکم کے حکم سے واجب القتل ٹھہرتے ہیں۔ جلاّد دونوں کے سر پر تلوار تولے کھڑا ہے۔ بڑا بھائی منتیں کرتا ہے کہ پہلے میرا سر اُتار اور چھوٹا بھائی کہتا ہے کہ مجھ پر وار کر ایک خدا کا بندہ جو دشمنوں کی فوج کے ساتھ نبیؐ کے نواسے سے لڑنے کو آیا ہے باوجودیکہ دشمنوں کا ساتھ دینے میں اس کو ہر طرح دولت اور جاہ اور منصب کی توقع ہے اور ان کا ساتھ چھوڑنے میں جان و مال اور خاندان کی تباہی کا یقین واثق ہے جس قوم میں وہ گھرا ہُوا ہے وہاں کوئی ترغیب یا تقریب ایسی نہیں جو اس کا دل ظلم و بیدردی اور بیدینی اور حُبِ جاہ و ثروت سے ہٹا کر رحم و ہمدردی کی طرف مائل کر سکے۔ اس کو ہر طرف سے یہی آواز آتی ہے کہ جلد اس قلیل جمعیت پر فتح حاصل کر۔ مردوں کے سر اُتار۔ عورتوں اور بچوں کو اسیر کر کے لے چل اور حاکم سے چل کر اپنی خدمات کا صلہ لے۔ دوسری طرف کوئی ظاہری سامان ایسا نظر نہیں آتا جس کے لالچ میں وہ ان تمام فائدوں سے قطع نظر کر کے اپنی فوج کا ساتھ چھوڑ دے بلکہ برخلاف اس کے طرح طرح کی بلاؤں اور آفتوں کا سامنا نظر آتا ہے باایں ہمہ وہ تمام دنیوی منفعتوں اور امیدوں پر خاک ڈال کر ظالموں سے کنارہ کرتا ہے حق کی نصرت پر اپنی جان دینے کو فوز عظیم جانتا ہے اور سب سے پہلے خاندانِ نبوت پر اپنی جان فدا کرتا ہے ؛

چند وفادار رفیق اور دوست جو فرزند نبیؐ کے ہمراہ ہیں اور جو ایک ٹڈی دل کے مقابلے میں اس قدر قلیل ہیں کہ اُنگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں وہ ایک دُنیا کو اپنے سردار سے برگشتہ اور منحرف پاتے ہیں۔ خود اس کے ساتھیوں

اور رفیقوں کو اشنائے راہ میں اس کا ساتھ چھوڑ چھوڑ کر اور آنکھیں چُرا چُرا کر جاتے دیکھ چکے ہیں۔ اپنے لئے اس کا ساتھ دینے میں کوئی نفع عاجل اور دُنیا کی کوئی بھلائی نہیں سوجھتی۔ بلکہ ہر وقت موت کا سامنا ہے اس کی رفاقت کی بدولت بھوک اور پیاس میں تین دن سے جان لبوں پر آرہی ہے نہ کوئی رشتہ دار ہے نہ قرابتی ہے جو اس کی رفاقت پر مجبور رہو۔ مگر وفاداری کا طوق ان کی گردن میں اور دوستی اور اخلاص کی زنجیر ان کے پاؤں میں پڑی ہوئی ہے۔ کوئی خوف اور کوئی طمع ان کے اس تعلق کو قطع نہیں کر سکتی۔ یہی آرزو ہے کہ کب اذنِ جنگ ملے اور کب خاندانِ نبوت پر اپنی جانیں قربان کریں۔ اور کب اس فرض سے سبکدوش ہوں! معاشر المسلمین! اپنے رسولؐ کے نواسے کی فضیلت اخلاق و اعمال دیکھو! زبان سے آزادی اور صداقت کی وکالت کرنے والے بہت سے بندگانِ خدا اسوقت بھی موجود ہونگے۔ لیکن اپنے اسوۂ حسنہ کی ایسی بے مثال نظیر کبھی اور کہیں بھی قائم نہیں کر سکے۔ نبیؐ کریم دونوں جہان کے بادشاہ تھے۔ آپؐ کی فضیلتوں کی مثال محال ہے حضرت علی حیدر کرارؓ تھے۔ خاتونِ جنتؓ صبر و تسلیم اور عبادت و سخاوت کی ملکہ تھیں۔ پھر کیوں نہ فاطمہؓ کے لال سید الشہداء ہوتے؟ اب شہادت سے بڑھ کر اور کیا اعزاز تھا جو بنت الرسولؐ کے جگر گوشہ کو ملتا؟





(از جناب قاضی حمید الدین صاحب حمید سیالکوٹی)

پر جبرئیلؑ کا ہے اقلم میرے ہات میں — حل کی ہے چشمِ حور کی پتلی ابد ولت میں
نورِ سحر بیاضِ کلامِ حمید ہے — ہر شعر جس کا جلوۂ حسنِ مجید ہے
حمدِ خدا و وصفِ نبیؐ ہے سرورِ دل — پُر نور جس سے ہوتے ہیں مسلم کے آب و گِل
قرباں ہوں میں خدا پہ خدا کے رسولؐ پر — ہے ناز مجھ کو رحمتِ حق کے نزول پر

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ
اِنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۝ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝

کرتا ہوں ذکر نسبتِ نبیؐ کی صفات کا — جس پر بجا ہے فخر دلِ مسلمات کا
ہاں اے حمید! دیکھ ادب کا مقام ہے
یہ ذکر! ذکرِ دخترِ خیر الانامؐ ہے
پہلے سکھا قلم کو کچھ اندازِ انکسار — پھر پیشکش تو کر یہ گہرہائے آبدار

بیٹی رسولؐ کی ہے مخاطب خیال میں — کیسا رسولؐ ہے جس پر صداقت ہوئی نثار
جو ترجمانِ مژدۂ لاتقنطوا بنا — رہبر حیات و موت کیا جس نے آشکار
وہ دخترِ رسولؐ کہ نازاں ہے جس پہ شرم — شانِ حیا کسی طبقۂ نسواں میں یادگار
صدق و صفا تھے جسکے لئے نازِ تربیت — تعلیم جس کو صبر کی ملتی تھی بار بار
پائی تھی جس نے گود میں حضرت کی پرورش — حیدرؓ نے جس کو اپنا بنایا تھا رازدار
سبطین کو نوید طرب راحتِ رسولؐ — ہمراز سرِ صولتِ دارائے ذوالفقار
روحِ رواں تھی پیکرِ صبر جمیل کی — گلشن میں زہد و ذکر کا سرمایۂ بہار
اسرار محصنات کی تفسیر بے بدل — بزمِ اناثِ ملتِ بیضا کی پردہ دار

فالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ للغیب

آیاتِ بیناتِ صداقت کی ترجمان — والد پہ جس کے مہرِ نبوت تھا نور بار

نخلِ حیاتِ ذاتِ محمدؐ کی شاخِ گل
عالم میں شانِ عصمت و عفت کی جزو کل

جس کی کنیز شرم و حیا جس کی تھی غلام — بنتِ رسولؐ فاطمہ زہراؓ ہے اس کا نام
اولاد جس کی ہوگئی حق کے لئے شہید — سر دے کے جو ہوئی رہِ حق میں شادکام
دنیا کی زندگی کا وہ سمجھے تھے فلسفہ — یعنی یہاں نہیں ہے کسی چیز کو قیام
غم کو ثبات ہے، نہ خوشی کو یہاں بقا — دنیا کے پختہ کار کا رہتا ہے دین خام
شانِ وفا کو چاہئے ذوقِ جفاکشی — جانیں نثار ہوں تو ہوں جاہ و حشم مدام
سچ کر کے وہ حقیقتِ حق کو دکھا گئے — بھیجے گا اہل بیت پہ مسلم سدا سلام
عشقِ خدا و ذوقِ نبیؐ کا نشاں تھے وہ — جن کی وفا کے ذکر کو حاصل ہوا دوام
ماں ان کی فاطمہؓ تھی تو نانا رسولؐ تھا — اثباتِ حق میں رہتے وہ کس طرح سست گام
باطل پہ گردنیں نہ جھکائیں جہان میں — حق ہی سنا تھا! حق کا سناتے رہے پیام

کیں سب نے طاعتیں تو خدا و رسولؐ کی وہ جانتے تھے ہونگے یونہی فائز المرام

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۝

حق میں نہیں ہے قربتِ نسبی کا کچھ لحاظ سب حق شناس حق کی صداقت کے ہیں غلام

طاعت خدا کی اور خدا کے رسولؐ کی ہے فرضِ عین سب پہ نہیں اس میں کچھ کلام

واقف تھے رازِ دین سے وہ رہبرانِ قوم لیڈر رہی کو زبانِ عرب میں کہیں امام

ملتا تھا یہ سبق انہیں ہر دم بتولؓ سے باطل پرستیاں مرے کعبہ پہ ہیں حرام

سرمایۂ وقار و کراماتِ اہلِ بیت
ہیں فاطمہؓ کے دم سے روایاتِ اہلبیت

نام اپنا یوں جہاں میں نمایاں کرے کوئی بیٹوں کو راہِ دیں میں قرباں کرے کوئی

یوں دیکھے کوئی درد و مصائب کی صورتیں غم سے علاجِ دیدۂ گریاں کرے کوئی

آفت پہ آفت آئے نہ ہو شکوۂ ستم یوں سازِ صبر و شکر کے ساماں کرے کوئی

راضی رضائے حق پہ رہے کوئی اس طرح یوں دل کو درد و رنج سے شاداں کرے کوئی

اللہ رے بے نیازیٔ عشاق بہرِ قتل یوں سر کو نذرِ خنجرِ بُراں کرے کوئی

وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝

دیکھیں تو زاہدوں کو کہاں تک ہے ذوقِ حق خود کو شعارِ خنجر و پیکاں کرے کوئی

یوں کھائے کوئی تیغِ شدائد کے دل پہ زخم زخموں کو یوں فدائے نمکداں کرے کوئی

ہاں آشنائے ذوقِ جراحت بنے جو دل کیوں شکوہ ہائے کاہشِ پنہاں کرے کوئی

حصہ تھا اہلِ بیت کا ذوقِ جمیل عشق
ہر ایک دل تھا کعبۂ شوقِ خلیل عشق

پڑتی تھی جان کیفِ خلوص و نیاز میں ہوتی تھیں جبکہ فاطمہ زہراؓ نماز میں

کُنبہ نے اُن کے مہرِ صداقت لگائی ہے — خونِ جگر سے اپنے عراق و حجاز میں
شاہد ہیں اُنکے صبر کی مرجیں فرات کی — ذرّے گواہ! شام کی راہِ دراز میں
آلِ رسولؐ شوکتِ اسلام پر مٹی — اشرارِ کفر ہی کی رہے ترکتاز میں
ثابت ہوئی دنوں پہ دنایت یزید کی — محمود کی صفت ہو کہاں سے ایاز میں
ذمّی کا قتل بھی نہیں مسلم پہ جب مباح — آئی سند کہاں سے ستم کے جواز میں
دانش نہ ہو تو دولت و حشمت بھی ہیں وبال — ہو جاتی ہے اسیر! حقیقت مجاز میں
لیکن دلِ سلیم ہو شیدائے راستی — ملتا ہے اس کو لطف ادائے نیاز میں

ذکرش بخیر جو کہ نبیؐ کی تھی نورِ عین
جانِ حسنؑ! تسلّی حیدر ماولِ حسینؑ

ہے مسلمات کو جو محبّت رسولؐ سے — بچو تمکی تربیت کو وہ سیکھیں بتولؑ سے
مُسلم سے گر خدا و نبیؐ شاد ہوں! تو پھر — کیا ڈر ہے اُسکو غیر کے ردّ و قبول سے
صادق صداقتوں کے بنا کرتے ہیں گواہ — رہتے ہیں خوش وہ صدق و صفا کے حصول سے
غیرِ خدا کسی سے نہ حاجت کریں طلب — آنکھیں بچائیں شرک و مفاسد کی دھول سے

اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝

اوروں کے آسروں پہ نہ رہکر ہو خراب — عاقل بنو کتابِ خدا کے نزول سے
خود اپنے حال کو جو سنبھالے وہ خوب ہے — جی غیر کی عطا پہ جماؤ نہ بھول سے

لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۭ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَاۗءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ۭ وَمَا دُعَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۝

اسلاف محترم کے طریقوں سے لو سبق — سیکھو کمال صدق کو آلِ رسولؐ سے

دُنیا کی زندگی ہے فقط دو گھڑی کی بات — جھگڑے یہاں کیش کے ہیں نہ فضول سے
پیدا ہوئے کھلے نہ کھلے! مٹنے دو وہیں — پوچھو فسانۂ غمِ ہستی کو پھول سے

صادق بنو صداقتِ عظمےٰ کو دیکھ کر
حق پر رہو حقیقتِ کبریٰ کو دیکھ کر

مُسلم کو رنجِ شرک بنے دردِ جانستاں — باطل سے حق شناس کا رشتہ ہے دل تپاں
ناداں ہے وہ جو سچ کو ملاتا ہو جھوٹ میں — احمق ہے وہ جو سود کو سمجھے یہاں زیاں
حق کے سوا نہیں ہے کوئی شے برائے عشق — باطل سے فرق حق کو بناؤ نہ ہم عناں

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ

رہتی ہے ہوشمند کی انجام پر نظر — غافل ذرا سے عیش کو پا کر ہو شادماں
رُتبے بڑے ہوں جنکے بڑھے ان کا درد و غم — ہے سچ یہاں رہا ہے سدا صرف امتحاں
خیرالنساؓ کا حال اسی حق پہ تھا گواہ — باطل کے غم سے جس پہ رہی زندگی گراں
حق پوری کے چونکہ ملے تھے انہیں سبق — ہر وقت جاں نثار صفا تھے دل و زباں
بیٹوں کے کشتہ خوں کا انہیں ہو گیا یقین — دیکھا کہ حق سے آج بھی باطل ہے بدگماں
صادق جہاں میں مر کے بھی مرتے نہیں مگر! — حصہ میں صادقوں ہی کے ہے عمرِ جاوداں

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝

ذاتِ رسولؐ و آلِ محمدؐ کی الفتیں — داناؤں کیلئے نہیں ہوتی ہیں رائگاں
اعمالِ نیک و بد کی جزا بھی سزا بھی ہے — اصلاحِ حال کی تو حقیقت ہے عیاں

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ؕ

زن ہو کہ ہاشمی ہو قریشی کہ صابئی — بدکر کے دار و گیر سے بچتا نہیں یہاں

کہیں ایسا نہ ہو کہ انکے زرق برق لباس میں دھبہ لگ جائے انہیں اپنے بننے سنورنے کا شوق ہے اسی کو فرض جانتی ہیں لیکن کیا مجال کہ بچوں کی صفائی کی طرف خود ذرا بھی توجہ کریں انہیں سہیلیوں میں بیٹھ کر اپنا بناؤ سنگار دکھانا ہے نہ کہ بچوں کا؟ پھر وہ انکو سنبھالیں تو کیوں سنبھالیں؟ ان کو اتنی فرصت ہی نہیں خود بنی سنوریں اور نکل کھڑی ہوئیں۔ یہاں گئیں وہاں گئیں ادھر آئیں۔ اُدھر جا نکلیں۔ گھر واپس آئیں تو بازدید کی ملاقاتوں اور عزیز و اقارب کے آنے جانے کا وقت آگیا اور یہ سرگرمی سے مشغول ملاقات ہوگئیں کسی سے ہنسیں بولیں کسی کے ساتھ کھیلیں کسی سے چہلیں ہوئیں یونہی دن پورا ہوگیا کھانے اور سونے کا وقت آگیا۔ صبح ہوئی اور پھر وہی دور شروع ہوگیا۔

بدقسمتی سے انگریزی فیشن کی دلدادہ مستورات نے دین و دنیا کی بھلائی اسی میں سمجھ رکھی ہے کہ فیشن اچھا ہونا چاہیئے۔ اور جدید فیشن کا تقاضا یہ ہے کہ بیگم صاحب گھر کے تمام امور خانگی سے بے غم رہیں نہ ان کو گھر کے کام کاج کی پروا ہو اور نہ تربیت اولاد کی فکر ہو لیکن یہ ایک ایسی ہولناک بدعت ہے جس کے تباہ کن اثرات خود یورپ تک کو محسوس ہونے لگے ہیں۔ چنانچہ فرانس کے ایک فیلسوف (فری نیڈ) نے مستورات کی موجودہ روش پر نہایت معقول تبصرہ کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ "یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ فرانس کی آبادی اور نسل کم ہوگئی اور ہوتی جاتی ہے نہ یہ امر باعث حیرت ہے کہ فی نسلوں سے صفات..... گم ہوچلے بلکہ اگر یہ اوصاف اب فرانس میں ہوتے تو تعجب ہوتا! کیونکہ فرانس میں اب وہ مائیں اور فرض شناس بیبیاں نہیں جو اگلے زمانہ میں ہوا کرتی تھیں سیر و تاریخ کی کتابوں کو دیکھو کہ گذشتہ فرانسیسیوں کی مائیں وہ مائیں تھیں جو اپنی اولاد کو آغوش تربیت میں ہی آدمی بنا دیتی تھیں۔ اب ایسی مائیں کہاں ہیں؟ کہ جنہوں نے اپنے بچوں کو پیار اور محبت کی میٹھی میٹھی لوریوں، ہاتھ کی تھپکیوں، تقوے و تدین کے گیتوں سے شاعر بنا دیا

ہمیشہ کیلئے متقی و پارسا کر دیا۔ ہر وقت ان کے حال کی نگراں رہیں۔ اور اس ٹوہ میں لگی رہیں کہ بچے کی طبیعت کس چیز کی طرف مائل ہے۔ پھر ابتدا ہی سے بچہ کو جس قابلیت کا دیکھا اسی علم و ہنر میں لگا دیا اور ابتدا سے اسکی تدبیریں کیں۔ اگر دیکھا کہ بچہ نحیف الخلقت ضعیف الطبیعت ہے، تو پہلے ہی سے اپنی قوم کے اُن یگانۂ روزگار اشخاص کی کہانیاں سُنانی شروع کیں جو سیرت و اخلاق اور علم و ہنر میں سرآمد روزگار ہوتے تھے۔ تاکہ بچہ جب ہوش سنبھالے اور بڑا ہو تو اُنہیں کے سے رنگ ڈھنگ اختیار کرے اُنہیں کی سی شہرت و ناموری کا خیال اسکے دل میں گدگدی کرتا رہے اگر دیکھا کہ بچہ تن و توش کا اچھا ہے ہڈی پوڑی چکلی پائی ہے اور آگے بڑھ کر شہ زور بننے والا ہے تو جہاں وہ غوں غاں کرنے لگا اور انہوں نے رزمیہ گیت اسکے کانوں میں ڈالنے شروع کئے۔ کچھ سمجھنے لگا تو قوم کے بہادروں کے کارنامے سُنانے لگیں رحم و قہر کے مواقع بتائے۔ وطن پرستی کے سبق پڑھائے۔ تاکہ جوان ہو کر وہ بھی ناموران قوم کی طرح دل چلا، ننگ و ناموس پر مرنیوالا، شجاع و رحم دل بنے،، فرانسیسی ادیبے یہ مشاہدات حقیقت ثابتہ کے مظہر ہیں۔ بہت سی متمول بیبیاں طنزاً کہینگی کہ ہمارے شایانِ شان ہے؟ کہ ہم خود گھر کا انتظام کریں۔ کھانا پکانا، سینا پرونا سیکھیں، اور پھر خود یہ کام کریں؟ کیا ماماؤں کے کرنے کے کام خود ہمیں کو کرنے پڑینگے؟ لیکن وہ متکبر ذرا ہمیں بتائیں کہ کیا وہ شاہانِ فرانس کی ماؤں کے ان حالات سے ناواقف ہیں؟ جو اپنی لڑکیوں کو بہترین باورچیوں کی شاگردی میں کھانا پکانا سکھاتی تھیں؟ خود پکاتی تھیں سیتی تھیں اور اپنی بیٹیوں کو سکھاتی تھیں۔ وقت پڑنے پر بغیر کسی مددگار کے تمام خاندان کے کھانے کا خود انتظام کر لیتی تھیں! اور اپنے پکائے ہوئے کھانے کی خوش مزگی کی سب سے داد لیتی تھیں۔ یا ہماری خواتین محترم، اپنے شرف و احترام کا پایہ (نعوذ باللہ) سرکار عالیہ خاتونؓ جنت سے بھی

بلند و برتر سمجھتی ہیں؟ کہ وہ انصرام امور خانگی کی یکہ و تنہا ذمہ دار تھیں جنہوں نے اپنی مقدس حیات میں کبھی اور کسی وقت بھی کسی غیر کی محنت سے شرمندہ ہونا منظور نہیں کیا۔ جب آقائے دو جہان کے نور نظر کی یہ کیفیت تھی تو ہماری مستورات خود کام کرنے میں اپنی ہتک کیوں سمجھتی ہیں؟ ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ یہ بیکاری چند در چند پہلوؤں سے انہیں کے حق میں مضر ہے جب سے ہماری عورتوں نے اپنے ہاتھ سے کام کاج کرنا چھوڑا ہے انکی صحت برابر کمزور ہوتی چلی جارہی ہے۔ انکی کمزوری کا بدیہی نتیجہ یہ نکلا ہے کہ انکی اولاد بھی نحیف الجثہ پیدا ہوتی ہے عمریں کم ہوگئی ہیں۔ محنت مشقت سے جوان تک گھبراتے ہیں پچھلے نیک وقتوں کے بڈھے آجکل کے جوانوں سے ہزار درجہ جرأت و ہمت میں بڑھے ہوئے ہیں لیکن نوجوان عجیب افسردگی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ گویا عورتوں کی بیکاری، اور تن آسانی کے مضر اثرات سوسائٹی کے سب طبقوں میں محسوس کئے جاتے ہیں۔

ابھی بہت زمانہ نہیں گذرا اسی ملک کی صاحب تدبیر مستورات آدمیوں سے زیادہ معاش پیدا کرلیتی تھیں۔ اگر یہ باہمت بیگمات گردش ایام کا شکار ہوکر بے والی وارث بھی رہجاتی تھیں تو نہ صرف یہ کہ اپنی زندگی اپنے ہاتھوں کی کمائی سے بسر کرلیتی تھیں بلکہ اس سے دو دو چار چار بچوں کو بھی پال لیتی تھیں۔ اب پرانا چرخا چرخا ہوچکا اسوقت اسکے حق میں جو کچھ کہا جائے کم و بیش صحیح ہے لیکن ایک زمانہ تھا کہ یہی چرخہ ہندوستان میں لاکھوں کی دستگیری اور سالانہ ہزاروں یتیموں کی پرورش کیا کرتا تھا۔ بزرگوں نے ایسے عالی مرتبت ذی شان لوگوں کا حال سنا اور دو چار آنکھوں سے بھی دیکھے جو بچپن میں یتیم ہوگئے بے سرمایہ و بے مددگار رہ گئے۔ مگر بیوہ ماں نے اپنے لخت جگر کو اپنے ہنرمند ہاتھوں میں پالا۔ اور فخر خاندان کر دکھایا۔ کسی نے چرخہ سے پالا پوسا پڑھایا لکھایا اور کسی کا احسان نہ اٹھایا۔ ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ صرف چکی چلاکر اور پیسا پیس کر بھی شریف زادیوں نے اپنی اولاد کو پالا اور اپنی عزت و آبرو کو

ہر طرح برقرار رکھا۔ آخر بات کیا تھی؟ صرف یہی کہ اُس زمانہ کی عورات عموماً ہُنر جانتی تھیں اگر قسمت پلٹا کھا جاتی۔ اور کوئی مصیبت سر پر آن پڑتی تو وہ اس ہُنر کے ذریعے سے اپنی زندگی عزت و آبرو سے بسر کر لیتی تھیں۔ اور اگر اولاد سامنے ہوتی تو اسے بھی پال لیتی تھیں عموماً شہری عورات میں یہ وصف پایا جاتا تھا اور اگر ایسا رائج الوقت ہُنر اسکے ہاتھ میں نہ ہوتا تھا تو بھی وہ محنت و مشقت کی عادی ہونے کی وجہ سے ہمّت نہ ہارتی۔ چرخہ کا اُس زمانہ میں عام رواج تھا۔ اور اس میں اتنی برکت تھی کہ ایک کے چرخہ میں دو دو تین تین ہستیاں کفایت شعاری اور تنگی ترشی سے اپنی گذر بسر کر لیتی تھیں۔ چرخہ کاتنا جو کبھی تمام مُلک میں رائج تھا یہی نہیں کہ وہ مصیبت و آفت ہی کے وقت عورتوں کے کام آتا تھا اور ان کی [illegible] بلکہ وہ ہر وقت کا ایک مفید مشغلہ تھا۔ جو گھر غریب تھے اور جنکے مرد خود اپنی ناقابلیت کی وجہ سے یا کُنبہ بڑا ہونے کے سبب سے بقدر کفاف پیدا نہیں کر سکتے تھے چرخہ ان کی معاش روزانہ کی کمی پوری کرتا تھا جاڑے اور گرمی میں انہیں پہننے کے لئے کپڑے دیتا تھا اور یہ بات تو اچھے اچھے گھرانوں میں اب تک دیکھی گئی ہے کہ توشک، لحاف، جاجم، دری، غالیچہ، کھیس، اور اسی قسم کے اور موٹے مگر مضبوط و کارآمد کپڑے گھر کے کتے ہوئے سوت ہی کے ہوتے تھے۔ جہیز میں سینکڑوں تھان دینے کا رواج تھا۔ وہ سب چرخہ کی بدولت وقت پر بے کوڑی پیسہ خرچ کئے نکل آتے تھے۔ دینے دلانے کا دستور اب بھی موجود ہے لیکن اب ایک کوڑی بھر تھانوں کے لئے سینکڑوں روپے صرف کرنے پڑتے ہیں۔ اگر اسوقت کا حساب لگا کر دیکھا جائے تو ایک عورت اپنی عمر میں چرخہ ہی سے ہزاروں روپیہ کا کام کرتی تھی۔ جہاں لڑکی سات برس کی ہوئی اور ایک چھوٹا سا چرخہ اسکے سامنے رکھ دیا گیا اور پھر یہ کچھ

غریبوں ہی کے ساتھ مخصوص نہ تھا بلکہ چرخہ امیروں کے گھروں میں بھی چلتا تھا جنکے گھروں میں لونڈیاں باندیاں ہوتیں وہ بھی چرخہ کاتتی تھیں اور اسکو عیب نہیں سمجھتی تھیں۔ لونڈیاں باندیاں گھر کا کام کاج کرکے فارغ ہوتیں تو وہ بھی ایک طرف چرخہ لے بیٹھتیں۔ جو لوگ راج دربار تک میں نواب کہلائے اور جو گھر کے بھی واقعی نواب تھے۔ ہمیں بالیقین معلوم ہے کہ انکے گھروں میں بھی چرخہ چلتا تھا۔ اور بیویوں اور باندیوں کے لئے وزن مقرر تھا۔ چرخہ سے جو آمدنی ہوتی وہ عورتیں عموماً الگ رکھتی تھیں۔ اسے خود جس طرح چاہتیں خرچ کرتیں اور بیشتر جمع کرتی رہتی تھیں جب کچھ زیادہ جمع ہو جاتا تو کسی معتبر آدمی کے ذریعہ سے کسی کام میں لگا دیتیں اس طرح بیکاری کے وسوسوں سے عورتیں محفوظ رہتی تھیں۔ اور اُن کی جسمانی ورزش جُدا ہوتی رہتی تھی۔ اچھے اچھے امیر گھروں تک کی بیبیاں جنکے سامنے کئی کئی پیش خدمتیں ہوتی تھیں گھر کا کام کاج خود اپنے ہاتھ سے کرتیں۔ سالن خود پکاتیں۔ جو کھانا اندر سے پک کر باہر جاتا اسکے بنانے بگاڑنے کی خود ذمہ دار ہوتیں۔ بچوں کا رکھ رکھاؤ ان کا بہلانا کھلانا بھی ان کا ایک ایسا کام تھا جس سے انکی پوری جسمانی ورزش ہو جایا کرتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ عورتیں توانا اور تندرست رہتی تھیں اور ایسی ہی ان کی اولاد ہوتی تھی مگر اب عورتیں سارے کام کو دوسروں پر چھوڑ چکی ہیں۔ حتےٰ کہ ان سے اپنی اولاد بھی آپ نہیں رکھی جاتی۔ ہنستے کھیلتے بچے کو تو شاید وہ دو چار منٹ کے لئے گود میں لے بھی لیں لیکن روتے مچلتے کو دو منٹ کیلئے بھی لینا دشوار ہے! پھر وہ بیمار اور ناتواں نہ رہیں تو اور کیا ہو؟ دُنیاوی ترقیوں نے اگر چرخہ کا رواج ہمارے مُلک سے اُٹھا دیا ہے تو اور کام عورتوں کیلئے موجود ہیں۔ اگر وہ اپنے گھر کے کام کاج ہی اپنے ہاتھ سے کریں تو بہت کچھ ہے۔ گھر کی ترتیب، اور بچوں کی تہذیب ہماری عورتوں کے مشغلہ

ضروری ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ وہ یہ بھی نہیں کرتیں۔ صرف ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہنا اُنکے لئے مُحسنِ معاشرت ہے۔ یہی باتیں وَبائی مرض کی طرح ان کی دیکھا دیکھی دوسروں میں بھی جڑ پکڑتی جاتی ہیں۔ اور ہمارے تمدّن کی جڑیں کھوکھلی کر رہی ہیں مستورات کی یہ کاہلی اور بیکاری تربیتِ اولاد کے حق میں بدرجہ غائت مضرثابت ہو رہی ہے۔ جب خود مائیں عقائد فاضلہ سے تہی دست ہیں تو انکے بچے کب دیندار ہو سکتے ہیں۔ پچھلے زمانہ میں بچے اسوقت سے پہلے کہ وہ قرآن مجید پڑھنے کیلئے کسی حافظ کے سپرد ہوں۔ ماؤں کی آغوشِ تربیت ہی میں پانچوں ساتوں کلمے اور نماز سیکھ لیتے تھے۔ حتیٰ کہ جو گھر نماز گذار نہ تھے انکے بچے بھی کم از کم کلمے تو یاد کر ہی لیتے تھے اور جن گھروں میں نماز روزہ کی پابندی تھی وہ ماں باپ بہن بھائی کو نماز پڑھتا دیکھ کر اور ان کی نقل کر کے آیندہ انکے پورے مقلد ہونے کیلئے تیار ہو جاتے تھے اور کھانے پینے اُٹھنے بیٹھنے کے سارے آداب سیکھ لیتے تھے اور جب کچھ سیکھ لیتے تھے اور سیانے ہو جاتے تھے تو کسی حافظ کے سپرد کر دیئے جاتے تھے۔ انکے پاس پہنچ کر بھی بچوں کو مذہبی آداب سیکھنے اور انکے عادی و خوگر ہونے کا موقعہ ملتا تھا۔ گھر میں رہتے تو ماں باپ کی نگاہ میں رہتے اور گھر سے باہر قدم رکھتے تو زیادہ تر اپنے اُستاد کی زیرِ نگرانی رہتے۔ وہاں سے بھی چھٹکارا پاتے اور محلہ کے گھروں میں کہیں راستہ گلی میں جا نکلتے یا کھیلتے کودتے تو محلہ کے بزرگوں، اور بڑی بوڑھیوں کی ان پر نگاہ رہتی، اگر احیاناً کسی سے کچھ قصور ہو جاتا تو ڈر رہتا تھا کہ کہیں گوشمالی نہ ہو جائے۔ جنکی نگاہوں میں قصور ہو جاتا ان سے چھپتے پھرتے۔ اور ہر وقت خائف رہتے تھے۔ غرض کہ لڑکوں کا تمام وقت صبح سے لیکر شام تک نگہداشت میں گذرتا تھا۔ اور یوں انکے قومی و مذہبی اخلاق یوماً فیوماً پختہ ہوتے جاتے تھے جب لڑکے کچھ اور بڑے اور کہیں آنے جانیکے قابل ہو جاتے تو باپ یا کسی اور بزرگ کے ساتھ مسجدوں، مردانہ صحبتوں میں

بھی جانے لگتے یہاں اُن کے لئے آداب مجلس ہونے کے آسباق موجود تھے اور اسطرح چار آدمیوں میں اُٹھنے بیٹھنے اور کہنے سُننے کا سلیقہ آتا تھا۔

لیکن اجلاف و گرگوں ہے بچوں میں نہایت خوفناک کمزوریاں اور نقص پائے جاتے ہیں اہل نظر انکی اصلاح کیلئے چیخ رہے ہیں لیکن یہ اصلاح نہیں ہوسکتی تاوقتیکہ انکی ماؤں کی اصلاح نہ کیجائے۔ تم نے اکثر دیکھا ہوگا کہ کسی شیر خوار بچے کو جب کوئی تکلیف از قسم علالت وغیرہ ہوتی ہے تو حکیم فوراً ہدایت کر دیتا ہے کہ اسکی والدہ سے پرہیز کراؤ۔ یا اسکی ماں کو یہ چیز کھلاؤ! اسی طرح یہ بھی ایک مرض ہے کہ جنس جدید کمزور ضعیف الاعتقاد اور ناکارہ بنتی چلی جارہی ہے اسکا بھی علاج بجز اسکے اور کچھ نہیں ہوسکتا کہ ہم مستورات کو صحیح تربیت سے محروم نہ رکھیں اصلاح کیلئے خداوند کریم نے ایک نمونہ کا قائم کرنا خود اپنے طرز عمل سے سُنت ثابت کر دیا ہے۔ یعنی جب وہ اپنے گمراہ بندوں کی ہدایت پر آمادہ ہوتا ہے تو اپنے کسی برگزیدہ بندے کو پیغمبر بنا کر بھیج دیتا ہے دوسرے لفظوں میں گویا دُنیا کیلئے ایک نمونہ قائم کر دیتا ہے۔ اسی طرح مستورات اگر اپنی اصلاح کیلئے کسی نمونہ کی خواہشمند ہیں تو اِدھر آئیں اور سیرت خاتون جنت" ملاحظہ فرمائیں۔ خاتون جنتؑ کی حیات مقدس میں ان کو سب کچھ ملجائیگا وہ دیکھیں گی کہ جناب سیدہ رسُول کریم صلعم کا لخت جگر ہوکر بھی ساری عُمر محنت و مشقت کرتی رہیں۔ ہمیشہ اپنے ہاتھ سے روٹی پکاتی تھیں۔ اپنے ہاتھ سے آٹا پیستی تھیں۔ اپنے ہاتھ سے گھر کے سارے کام کرتی تھیں۔ ہمیں بھی ہاتھ پاؤں ہلا کر گھر کا کام کاج کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ہم اپنے رسُول اکرم صلعم کی صاحبزادی سے اشرف ممتاز نہیں ہیں! وہ ہر لحاظ سے ہماری سرتاج تھیں جب وہ کسب حلال کی روزی کھاتی رہیں تو ہمیں بھی زندگی میں مُردہ ہوکر نہیں رہنا چاہیئے۔ ہمارے لئے بھی جائز نہیں ہے کہ حرکت کے زمانہ میں معطل رہیں۔ وہ دیکھیں گی کہ جناب سیدہؑ پر فاقے ہوجایا کرتے تھے۔ دو دو وقت چار چار وقت کھانا نہیں کھایا کرتی تھیں باایں ہمہ وہ صابر و شاکر

تھیں۔ ہمیں بھی اگر کسی مشکل وقت کا سامنا ہو تو صبر و سکون کو جواب نہیں دیدینا چاہئے اور ہر حال میں راضی برضا رہنا چاہئے۔ وہ دیکھیں گی کہ باوجود اس عسرت و تنگی کے بھی جناب فاطمہؓ مخیر و سائل نواز تھیں۔ جب کوئی سائل انکے دروازہ پر آجاتا تھا تو اُس کو خالی واپس نہیں فرماتی تھیں ہمیں بھی خیرات و کرم کی عادت ڈالنی چاہئے اور غریبوں یتیموں کی دستگیری اپنے اوپر فرض کرلینی چاہئے اور کسی کے جائز سوال کو حتی المقدور رد نہیں کرنا چاہئے۔ خاتون جنتؓ کا نکاح رسول کریم صلعم نے نہایت سادہ طریق پر کیا۔ کسی اسراف کو جائز نہیں رکھا۔ یہ اسوۂ حسنہ ہمیں سبق دیتا ہے کہ ہمیں بھی شادیوں میں اپنا اندوختہ بے دریغ نہیں لٹا دینا چاہئے اور اسراف سے حتی الامکان احتراز کرنا چاہئے۔ خاتون جنتؓ کے شوہر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ غریب و مسکین تھے اور جناب سیدہؓ کے والدؐ کے بندۂ فرمان۔ باایں ہمہ جناب سیدہؓ ساری عمر آپؓ کی رضاجو رہیں اور کبھی ان کے حکم سے سرتابی نہیں فرمائی تو کیا مسلمان بیبیاں اس سے یہ سبق نہیں لینگی؟ کہ اُنہیں بھی اپنے خاوند کی اطاعت و رضاجوئی سے منحرف نہیں ہونا چاہئے؟ بی بی فاطمہؓ سب کو کھانا کھلا کر آپؓ پیچھے کھایا کرتی تھیں۔ ہماری عورتیں بھی ان کی پیروی کیوں نہ کریں۔ جناب سیدہؓ عابدہ تھیں زاہدہ تھیں لیکن آجکل مستورات نے ادائے فرائض دینی سے گو فارغ خطی لکھوالی ہے۔ کاش ہماری بیخبر اور لاپروا مستورات جناب سیدہؓ کی عبادت و ریاضت سے عبرت حاصل کریں اور اپنی بے دینی سے تائب ہوجائیں۔ الغرض خاتونِ جنت کی سیرت کا لفظ لفظ اور نقطہ نقطہ عالم نسواں کیلئے نصیحت و عبرت کا مشرح باب ہے! ہاں تدبر و تفکر کی ضرورت ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار ۔





مسدّس

در شانِ حضرت خاتونِ جنّت رضؓ

(از جناب محمد معین الدین صاحب آفی فرنگی محلی لکھنوی)

آرزو ہے کہ ملے مجھ کو وہ لفظِ تحسین — جسکی تعظیم کو بیساختہ جھک جائے جبین
قوّت ناطقہ کہدے کہ مرے پاس نہیں — اور تصوّر بھی نہ دے کوئی جواب تسکین

ترے دروازے پر آیا ہوں میں سائل ہو کر
مبداءِ فیض رہے حل مری مشکل ہو کر

مدحتِ فاطمۂ زہراؓ میں اُٹھاتا ہوں قلم — دیکھئے ہوتا ہے کس طرح یہ مضمون رقم
حدِ اوصاف بڑی وسعتِ الفاظ ہے کم — پست ہمّت بھی ہوئی جاتی ہے اے وائے ستم

اُس کی توصیف ہو کیا جو ہے نبیؐ کی دخترؓ
شاہِ کونین رسولِ عربیؐ کی دخترؓ

کون وہ فخرِ جہاں جس کے گھرانے والے — راہِ حق سارے زمانے کو دکھانیوالے
اپنے خدام کی توقیر بڑھانیوالے — دیکھکر آنکھ سے عیبوں کو چھپانیوالے

اُس کی اولاد نے دی جان فقط حق کیلئے
دین پر ہو گئے قربان فقط حق کے لئے

زوجۂ شیرِ خدا شمعِ حریمِ اطہر — چند خرموں پہ کیا کرتی تھیں وہ رات بسر
اور فاقے سے بھی گذریں اُنہیں راتیں اکثر — راحتِ جسم تھا فقر اُن کو قناعت زیور
فکرِ آئندہ تھا کچھ اُن کو نہ رنجِ ماضی
اُن سے راضی تھا خدا وہ تھیں خدا سے راضی

سر جھکا رہتا تھا تسلیم و رضا میں اُن کا — دل لگا رہتا تھا بس یادِ خدا میں اُن کا
ڈگمگایا نہ قدم راہِ وفا میں اُن کا — نام آیا نہ اثر فردِ خطا میں اُن کا
ہیں وہ خاتونِ جناں سیدہؓ با اعزاز
اُن کے صدقے میں ہو اسلام الٰہی ممتاز

ہم کو گھیرے ہوئے آفت ہے بلا ہے یارب — بحر و بر دونوں میں فریاد و بکا ہے یارب
جبل و دشت میں ہنگامہ بپا ہے یارب — تیرے بندوں کے لبوں پر یہ دعا ہے یارب
نا و مسجد و حرم میں ڈوبے نہ مسلمانوں کی
آبرو جائے نہ ہم چاک گریبانوں کی



سیرۃ صدیقہؓ

اس کتاب میں اُس متبرک ہستی کے سوانح زندگی تحریر کئے گئے ہیں جس کو رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے تمام دنیوی نعمتوں کے مقابلہ میں اپنی ذات جامع کمالات کیلئے انتخاب فرمایا تھا یہ وہی ام المومنین عائشہ صدیقہؓ زوجہ رسول مسلم ہیں جن کی برأت کا قرآن کریم ذمہ دار بنا ہے انہیں کی محبت کے واسطے سردار دو عالم شفیع الامم نے اپنی پیاری دلبند خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو خاص طور پر ارشاد فرمایا تھا۔ کتاب کی عبارت اردو لٹریچر کا انتہائی لطف دکھا رہی ہے۔ عبارت کی سلاست، محاورات کی دلچسپی، لکھائی چھپائی کاغذ ہر ایک دل آویز ہے۔ واقعات کی تصویر اس طرح کھینچی گئی ہے کہ یا پڑھنے والا پڑھ نہیں بلکہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اس کتاب کے تحریر کرتے وقت ایک خاص امر ملحوظ رکھا گیا ہے کہ ملک مہذب خواتین یا جوان لڑکیاں اگر اسے پڑھیں تو انہیں ایک فقرہ بھی ایسا نہ ملے۔ جو ان کی تہذیب کے خلاف یا جذبات نسوانی میں ہیجان پیدا کرنے والا ہو۔ واقعات پیدائش سے وفات تک معہ متعلقات نہایت تکمیل کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ ہمارے ملک کی عورتیں اور مرد اگر مخرب اخلاق کتابوں کا مطالعہ چھوڑ کر اس قسم کی دینی کتابیں پڑھا کریں تو دل بہلنے کے ساتھ ساتھ مذہبی برکتیں، سعادت مندی، نیک سلیقہ اور علم بھی حاصل ہو۔ ولایتی کپڑے کی جلد نہایت خوبصورت بندھی ہوئی قیمت مجلد تین روپے (سوا روپیہ) بلا جلد عبدالحق

ملنے کا پتہ:- مینجر کارخانہ صوفی آب حیات پنڈی بہاؤالدین ضلع

آبِ حیات

آبِ حیات نے جس قدر نام پایا ہے اسکی مکمل تشریح کیواسطے ایک علیحدہ کتاب
ضرورت ہے عام طور پر ایک انسانی بیماری کے دفعیہ کیواسطے اکسیر اعظم ہے طرفہ یہ کہ اس کا
اثر فوراً ظاہر ہوتا ہے دردسر ہر قسم کی کھانسی۔ زکام بخونیا اور ہیچ۔ وجع المفاصل۔
نقرس۔ امراض معدہ پر اس کا اثر فوراً ظاہر ہوتا ہے اور فساد خون۔ قولنج بیضہ
طاعون پھوڑا پھنسی اور دانت کے درد اور ضعف بصارت کیلئے نہایت مفید
دوا ہے آبِ حیات جس گھر میں موجود ہے اسکو اور ادویات تیار کرانے کیضرورت نہیں
ایک شیشی میں پچاس بیماریوں کیلئے دوا ہوتی ہے۔ آبِ حیات کے مقابلہ میں اور
ادویات کے وزنی بکس فضول ہیں۔ سفر و دیہات میں جہاں حکیم و ڈاکٹر نہیں ملسکتا
وہاں نعمت عظمیٰ ہے بڑے بڑے ڈاکٹر اور حکیم اسکے استعمال سے پانچ کے پچاس
بنا رہے ہیں ناواقف اسکو استعمال کر کے پورا حکیم بن سکتا ہے قیمت فی شیشی (معہ)

مینجر کارخانہ صوفی آبحیات پنڈی بہاؤالدین

ضلع گجرات پنجاب

خاتون جنت